Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE
EID SPECIAL NOVEL
آرزوئے محبت
تنزیلہ خان

آرزوئے محبت

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

از قلم تنزیلہ خان

All Rights Reserved

Copyright: Tanzeela Khan (Author)

Published by: Safar-e-Adab

Published On: safareadab.com

To get published with us, contact us via email or website:

safareadab.com

safareadab@gmail.com

khanumaira@safareadab.com

adab@safareadab.com

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

Note: We don't charge anything to publish online. If anyone charges any kind of fee in order to publish your write-ups in the name of Safar-e-Adab, please don't try to go ahead with them and immediately report them using the contact us button on our website. Thank you

ضروری بات

آرزوئے محبت کے تمام جملہ حقوق لکھاری" تنزیلہ خان" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹفارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہوگی۔ بغیر اجازت کہانی کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جا سکتی ہے۔

اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

شہر لاہور میں اس وقت سورج کی کرنیں اپنی سی بھرپور کوششیں کرتی ہوئی فضا میں چھائی دھند کو ختم کرنے کے درپر تھیں۔جاتی سردی لوگوں کی طبیعتوں کے ساتھ ساتھ موسم کو بھی خطرناک بنارہی تھی۔ تبھی ہی دھند کے باعث اکثر ہی لاہور کی سرمئی سڑکوں پر ٹریفک جام لگا ہوتا تھا۔ لاہور کی ان ٹریفک جام سرمئی سڑکوں سے جس پر گاڑیوں کی تعداد انسانوں کی تعداد سے بھی زیادہ دیکھائی دیتی تھی۔

اگر آپ ان سے نگاہیں چراتے ہوئے۔ آس پاس جگہ باجگہ لہراتے ہرے بھرے درختوں کو بھی نظر انداز کر کے۔ صرف پوش علاقے میں ہی نگاہ ڈال کر دیکھے تو آپ کو وہاں ایک سے بڑھ کر ایک خوبصورت گھر اپنی شان سے کھڑے ہوئے دیکھائی دے گے۔ابھی آپ کی نگاہ ان ہی خوبصورت سے خوبصورت گھروں پر ٹکی تھی۔کے ان سب سے منفرد ایک گھر آپ کو اپنی جانب کچھ زیادہ ہی متوجہ کرے گا کیونکہ وہ ناصرف رقبے کے لحاظ سے بلکہ ان سب گھروں سے کافی خوبصورت معلوم ہوتا تھا۔

اور ناصرف خوبصورت بلکہ اس علاقے کا سب سے خوبصورت گھر بھی مانا جاتا تھا۔جو حسن آرا کے نام سے جانا جاتا تھا ۔ناصرف یہ گھر خوبصورت تھا بلکہ اس کے مکین بھی کسی سے کم نا تھے۔خوبصورتی تو شاید اس گھر کے ہر مکین کو وراثت میں ملی تھی۔پوش علاقے میں موجود باقی گھروں کو نظر انداز کر کے اگر آپ اس خوبصورت گھر کے بڑے سے لکڑی کے دروازے کے دائیں جانب نظر کرے گے تو نمبر پلیٹ پر سنہری حروف میں لکھا "حسن آرا منزل" آپ کا ویلکم کرے گا۔

لکڑی کے دروازے کو پار کر کے اگر آپ اندر کی جانب بڑھتے ہیں۔تو آپ کی نگاہ کا پہلا نظارہ کار پوچ میں کھڑا لڑکا بنے گا۔ مستقل مزاجی سے اپنی بائیک کو اسٹارٹ کرنے میں مگن وہ ہلکان ہوتا نظر آرہا تھا۔بھوری آنکھیں بائیک پر جمی تھی۔جبکہ اس کے بھورے گھنگھریالے بال بار بار حرکت میں آرہے تھے۔جب جب وہ بائیک پر زور سے کک لگاتا تھا۔جس سے اس کی بائیک اسٹارٹ ہو جائے۔

اس شخص کو یہی چھوڑ کر اگر آپ چھوٹے سے گارڈن سے ہوتے ہوئے حسن آرا منزل کے داخلی دروازے سے گزرتے ہوئے اندر قدم رکھے تو بڑا سا ہال آپ کا استقبال کرے گا۔جو نفیس صوفہ سیٹنگ کی سیٹنگ سے آراستہ ہونے

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

کے ساتھ ساتھ کسی بھی نفوس کی موجودگی سے خالی تھا۔ دو منزل پر بنی حسن آرا منزل کی اوپر کو جانے والی سیڑھیاں آپ کو اس ہال کے بائیں جانب بنی نظر آئی گی۔

جہاں سے ایک لڑکی تیزی سے سیڑھیوں کو پھلانگتے ہوئے نیچے آرہی تھی۔ وہ گلابی رنگ کی قمیص شلوار پہنے شہد رنگ بالوں کی چوٹی بنائے ہوئے تھی۔ گلابی رنگ جو اس کی سرخ و سفید رنگت پر خوب جچتا تھا۔ بلاشبہ وہ اپنے خاندان کی سب سے حسین لڑکی مانی جاتی تھی۔

اس کے چہرے پر واضح طور پر مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔ بلاشبہ وہ جب جب اس طرح مسکراتی تھی اپنی خوبصورتی میں چار چاند لگا دیتی تھی۔ بے فکری سے مسکراتی ہوئی وہ ابھی سیڑھیوں کو تقریبا پھلانگتے ہوئے آخری سیڑھی تک ہی پہنچی تھی۔ کے اس کی ٹکر نیچے سے اوپر کو جاتے کسی شخص سے بری طرح ہوئی۔

ناصرف وہ بلکہ وہ شخص بھی بے خیالی میں نیچے سے اوپر کی جانب جانے کے لیے آیا تھا۔ اور اوپر سے آتے۔ جانے پہچانے وجود کو دیکھ نہیں پایا تھا۔ اور یوں وہ دونوں ایک دوسرے سے ٹکرا گئے۔ اوپر کو جاتا وجود اتنی تیز ٹکر کے باوجود بھی کچھ کہہ نہیں پایا تھا۔ اور ہولے سے مسکرا اٹھاتا ہے۔ جبکہ وہ لڑکی اسے دیکھ کر خود کو سنبھالتے ہوئے بولتی ہے۔

"اتنی جلدی کس بات کی ہے لڑکے۔؟؟"

مرحہ مسکراتے ہوئے نارمل لہجے سے کہتی ہے۔ اس کی بات پر شہرام دھیرے سے مسکراتا ہے۔ اور اسے دیکھ کر دلچسپی سے بولتا ہے۔

"اس وقت جلدی میں تو مجھے آپ لگ رہی ہیں، کیا بات ہے خیر تو ہے۔؟؟"

وہ اس کی مسکراہٹ سے محفوظ ہوتا ہوا جوابی سوال کرتا ہے۔ کیونکہ وہ بہت کم ہی مرحہ کو ایسے مسکراتے ہوئے دیکھتا تھا۔ اور اسے مرحہ کا اس طرح مسکرانا اچھا بھی لگتا تھا۔

"وہ میں۔۔۔ بعد میں بتاؤ گی۔"

وہ اسے بتاتے بتاتے کچھ سوچ کر ٹھہری پھر بات کو جاری رکھتے ہوئے بولتی ہے۔ پھر آگے بڑھ کر اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اس کے بالوں کو بگاڑتے ہوئے مسکراتے ہوئے وہاں سے چلی جاتی ہے۔

پیچھے وہ اس کے ایسا کرنے پر ہمیشہ کی طرح دنگ نہیں رہا تھا کیونکہ وہ اکثر بات کے اختتام پر ایسا ہی کرتی تھی۔ اور اس کے ایسے کرنے پر شہرام کو اپنے بھورے بالوں سے پیار سا ہونے لگتا تھا۔ اور ابھی بھی اس کے جانے کے بعد وہ سیڑھیوں پر ایک ہی پوزیشن میں کھڑا اپنے بھورے بالوں کو چھو کر مسکرا رہا تھا۔ اس نے اپنے بکھیرے ہوئے بالوں کو سنوارنا ضروری نہیں سمجھا کیونکہ وہ مرحہ جو بگاڑ کر گئی تھی۔ پھر چند پل بعد مسکراتے ہوئے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے وہ اوپری منزل کی سیڑھیاں عبور کرنے لگا۔

حسن آرا منزل کے اوپری حصے میں جب آپ داخل ہونگے۔ تو کچھ آوازیں آپ کی توجہ کا مرکز بنے گی۔ تھوڑا غور کرنے پر معلوم ہو گا۔ کے یہ آوازیں قریب ہی سے آ رہی تھی۔ زیادہ غور کرے تو آپ کو معلوم ہو گا کے یہ آوازیں حسن آرا منزل کے سربراہ کے کمرے سے آ رہی تھی۔ جو اوپری پورشن پر ہی بنا ہوا تھا۔ قدم قدم اٹھاتے ہوئے سارے کمروں کو باہر سے ایسے ہی نظر انداز کرتے ہوئے جب آپ سربراہ کے کمرے میں قدم رکھے گے۔ کمرے کی نفاست آپکا دل لبھائے گی۔ کمرا صاف ستھرا ہونے کے ساتھ ساتھ خوبصورت فرنیچر سے آراستہ بھی تھا۔ بیڈ پر آرام دہ حالت میں بیٹھا بوڑھا وجود دلچسپی سے کمرے میں موجود آئینہ کے سامنے کھڑی اپنی بیگم کی باتوں کو غور سے سن رہا تھا۔ کے جیسے اس کی باتوں سے زیادہ ضروری تو کچھ ہے نہیں ان کے لیے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کیا میں واقعی میں بوڑھی ہو رہی ہوں پروفیسر صاحب بتائیں نا۔ ؟؟"

آئینہ کے سامنے کھڑی حسن آرا بیگم خود کو دیکھتے ہوئے فکر مندی سے پوچھنے لگیں تھیں۔ اور انکا پوچھا بھی بجا تھا کیونکہ انھیں اپنی خوبصورتی میں ناز بھی تو بڑا تھا۔

"ارے حسنا میں کہہ تو رہا ہوں کے ایسا نہیں ہے پھر تم بار بار کیوں پوچھ رہی ہو۔"

پروفیسر صاحب اکثر ہی اپنی جان سے پیاری بیوی کو حسنا کہہ دیتے تھے۔ کیونکہ وہ جوانی سے ان سے بے پناہ محبت کرتے آئے تھے۔ تبھی ہی تو انھوں نے اپنے گھر کا نام بھی حسن آرا بیگم کے نام پر رکھا ہوا تھا۔ اور نا صرف رکھا تھا بلکہ چلتی بھی پورے گھر میں انہی کی زیادہ تھیں۔

"مگر وہ پڑوس کی سکینہ تو کہہ رہی تھیں میرا حسن اب مانند پڑ گیا ہے، میں اب پہلے جیسی حسین نہیں رہی۔"

حسن آرا بیگم آئینہ کے سامنے سے ہٹتی ہوئیں ان کے پاس آ کر بیڈ پر اپنی جگہ بناتے ہوئے اداسی سے بولی تھیں۔ ان کی بات پر پروفیسر خادم حسین نے تاصف سے ایک گہری سانس اپنے اندر اتاری تھی۔ پھر سیدھے ہو کر ان کے جھریوں زدہ ہاتھ پر اپنا جھریوں زدہ ہاتھ رکھتے ہوئے تسلی بخش لہجے میں بولے۔

"چھوڑو اس سکینہ کی باتوں کو، تم میری بات سنو، تمھارا حسن بھلے ہی مانند پڑنے لگا ہو وقت کے ساتھ ساتھ، مگر تم میرے لیے آج بھی وہی حسن آرا ہو جوانی والی، جس کو دیکھ کر میں اپنا دل ہار بیٹھا تھا، بس اتنا یاد رکھو۔"

خادم حسین صاحب انھیں دیکھ کر محبت پاش نظروں سے بولے تھے۔ ان کی بات پر حسن آرا بیگم کے چہرے پر گلابی رقص کرنے لگی تھی۔ اور وہ بے اختیار اپنا ہاتھ اپنے محبوب شوہر کے ہاتھ کے نیچے سے نکالتی ہوئی کہتیں ہیں۔

"چھوڑے آپ تو کچھ بھی بولتے رہتے ہیں۔"

وہ اپنا دوپٹہ سر پر سہی سے جماتے ہوئے ادھر ادھر دیکھ کر بولتی ہیں۔

"ہم کچھ بھی نہیں بول رہے، ہم تو بس محبت بیان کر رہے ہیں اپنی، آپ سے حسنا بیگم۔"

خادم حسین صاحب شریر لہجے میں گویا ہوئے۔ ان کو اب سب سے زیادہ ضروری موضوع مل چکا تھا۔ اپنی بیگم کی تعریف کرنا۔ جو وہ کبھی بھی کسی بھی وقت کر سکتے تھے بڑے آرام سے۔

"اچھا نا چھوڑے نا ان باتوں کو، مجھے آپ کو ایک ضروری بات بھی بتانی تھیں۔"

حسن آرا بیگم بات کا رخ بدلتے ہوئے اصل موضوع پر آئیں تھیں۔ جو ان کے نزدیک بہت اہم موضوع تھا۔

"وہ کیا۔؟؟"

خادم حسین صاحب نے سوالیہ نظروں سے انھیں دیکھ کر پوچھا۔

"مرحہ کے رشتے کی بات، سکینہ نے ایک رشتہ بتایا ہے مرحہ کے لیے، لڑکا اچھا ہے اور جاب بھی اچھی ہے، اور وہ لوگ رمضان سے پہلے پہلے آنا چاہتے ہیں اپنی مرحہ کو دیکھنے کے لیے۔"

حسن آرا بیگم سنجیدگی سے بتانے لگی تھیں۔ اور خادم حسین صاحب پوری توجہ سے انھیں سن رہے تھے۔ جبکہ ان کے کمرے کے باہر کھڑا شہرام جو بلا ارادہ ہی اپنے دادا دادی کی محبت بھری باتوں کو سنتے ہوئے محفوظ ہو رہا تھا۔ ان کے اچانک سے بدلتے موضوع پر اس کے چہرے کے رنگ تاریک ہوئے۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اگر لڑکا اچھا ہے تو بلالو، اور ساتھ ساتھ جعفر سے بھی بات لینا، تاکہ اس کے علم میں بھی ہو، آخر کو اس کی بیٹی کا معاملہ ہے۔"

خادم حسین کچھ سوچ کر انھیں تاکید کر گئے تھے۔ جبکہ وہ جانتے تو تھے کے چلنی تو آخر میں حسن آرا بیگم کی ہی تھیں۔ اور جعفر صاحب کے ساتھ ساتھ ان کی کوئی بھی اولاد ان کی بات کو حکم کا درجہ دیتی ہے ان کی کسی بات کو کوئی رد نہیں کر سکتا تھا۔ دادا کے جواب پر شہرام کا چہرہ مزید تاریک ہوا۔ اور وہ اداسی سے وہاں سے پلٹ کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ جاتا ہے۔

"ہمہ' کروگی تو ایسا ہی، بس میری مرحہ کا رشتہ اچھی جگہ ہو جائے تاکہ میرے دل کو سکون آجائے، اور میرے سارے فرض پورے ہو جائیں۔"

حسن آرا بیگم بیڈ سے اٹھتے ہوئے عام سے لہجے میں کہتی ہیں۔

"ہو جائے گا انشاءاللہ، اور جا رہی ہو تو لائٹ بند کر جانا جاتے ہوئے۔"

خادم حسین صاحب ان کو بیڈ سے اٹھتے ہوئے دیکھ کہتے ساتھ بیڈ پر لیٹتے چلے گئے تھے۔ حسن آرا بیگم بھی ان کو لیٹتے دیکھ ہامی بھرتی ہوئی چند قدموں کا فاصلہ مٹاتے ہوئے سوئچ بورڈ سے لائٹ بند کرتی ہوئی کمرے سے باہر نکلتی چلی گئی تھیں۔ پیچھے کمرے میں اندھیرا ہو چلا تھا۔ اور خادم حسین صاحب نیند کی وادیوں میں جانے لگے۔ اپنی بیماروں کی وجہ سے ہر تھوڑی دیر بعد دوائیوں کے زیر اثر انھیں نیند آنے لگتی تھیں۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

اپنی سانسوں کو ہموار کرتی اس نے باہر کھڑے رہ کر دروازے پر دستک دی تھی۔ پھر باہر کھڑے رہ کر اندر سے جواب آنے کا انتظار کرنے لگی۔ ابھی چند پل ہی بیتے تھے۔ کے اندر کمرے سے ایک شفیق سی آواز ابھری کو جس نے اسے اندر آنے کی اجازت دی تھی۔ اجازت ملتے ہی وہ فوری طور پر کمرے کا دروازہ کھول کر کمرے کے اندر داخل ہوئی۔ کمرے میں قدم رکھ کر اس کی شہد رنگ آنکھوں میں سب سے پہلی چیز جو آئی تھی وہ تھی اس کے باپ کا فائلوں میں الجھے ہوئے ہونا۔ انھیں یوں فائلوں میں مصروف دیکھ اس کی خوشی ماند پڑتی ہے۔ اسے عجیب سی پریشانی گھیرنے لگی۔

وہ ہر گز بھی کام کے وقت اپنے بابا کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ابھی وہ ایسے کھڑی سوچ رہی کے یہاں سے واپس پلٹ جائے۔کے اتنے میں جعفر صاحب جو فیکٹری کے کام کی فائلوں میں الجھے ہوئے سے تھے۔یکدم ہی نظر اٹھا کر دروازے کے سمت دیکھتے ہیں۔ تو انھیں مرحہ کھڑی نظر آتی ہے۔اور وہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھ کر مخاطب کرتے ہیں۔

"کیا ہوا میرا بچہ وہاں کیوں کھڑی ہو،ادھر آؤ میرے پاس۔"

جعفر صاحب بیڈ پر پھیلی ہوئی فائلوں کو سمیٹتے ہوئے اسے اپنے پاس بلاتے ہیں۔ ان کی آواز پر وہ اپنی سوچوں سے باہر نکلتے ہوئے قدم قدم اٹھاتے ہوئے بیڈ کے قریب جاتی ہے۔اور ان سے ذرا فاصلہ بناتے ہوئے بیٹھ جاتی ہے۔اتنے میں جعفر صاحب بیڈ پر پھیلی فائلوں کو سمیٹ کر سائیڈ ٹیبل کی دراز میں ڈال کر۔اس کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگتے ہیں کہ جیسے اب وہ اس کی بات سننے کے لیے تیار ہیں۔ کے اب وہ اپنی بات کہہ سکتی ہے۔

"بابا آپ مصروف تھے میں نے آپ کو ڈسٹرب کر دیا شاید،میں پھر آجاؤں گی،آپ چاہے تو اپنا کام کر لیں۔"

وہ عام سے لہجے میں کہتے ہوئے اپنی شرمندگی مٹانے کی خاطر بولی۔

"ارے میرا بچہ،کام تو ہوتے رہتے ہیں،اور پھر اپنے بچوں سے زیادہ ضروری تو میرے لیے ویسے بھی کچھ نہیں ہے، بولو کیا بات ہے۔؟؟"

جعفر صاحب اسے دیکھ کر مطمئن کرنے کی خاطر بولے۔ان کی بات پر مرحہ کی بے چینی زائل ہوئی۔اور وہ لفظوں کو ترتیب دے کر ٹھہر ٹھہر کر کہنے لگی۔

"بابا میں جاب کرنا چاہتی ہوں،اپنی ڈگری کو استعمال میں لانا چاہتی ہوں،اور میں نے ایک جگہ آنلائن درخواست بھی بھیجی تھی جاب کے لیے،تو آج وہاں سے جواب آگیا ہے،ایک ہفتے بعد میرا انٹرویو ہے۔"

بتاتے ہوئے اس کے چہرے پر مسکراہٹ رقص کرنے لگی تھی۔اس کی بات کو سن کر جعفر صاحب کسی گہری سوچ میں چلے گئے تھے۔انھیں معلوم تھا کے وہ اگر ابھی ہامی بھر بھی لے تو بی جان نہیں مانے گی۔چند پل اپنے باپ کی طرف سے کوئی جواب نا پا کر مرحہ ہمت کر کے انھیں اپنی جانب متوجہ کرتی ہے۔

"کیا ہوا بابا آپ کیا سوچ رہے ہیں۔؟؟"

وہ جانتی تھی کے وہ کیا سوچ رہے ہونگے۔ لیکن پھر بھی پوچھنا ضروری سمجھا۔ اسے پورے گھر میں کسی سے امید ہو یا نا ہو اپنے باپ سے ضرور تھیں۔

"میں تو چلو جیسے تیسے تمھیں اجازت دے دوں، لیکن تمھاری بی جان نہیں مانے گی بیٹا۔"

جعفر صاحب اپنی واحد کمزوری کا اسے بتانے لگے جن کے آگے ان کی بھی نہیں چلتی تھی۔ جبکہ وہ اس گھر کے بڑے بیٹے ہونے کا اعزاز اپنے پاس رکھتے تھے۔

"بابا آپ ان سے بات تو کر کے دیکھیے ایک دفعہ۔"

مرحہ نے اپنی سی آخری کوشش کی۔ وہ بہت خوش تھی۔ لیکن اگر اسے ڈر کسی بات کا تھا تو وہ بس یہی بات تھی کے اگر بی جان نا مانی تو۔

"ٹھیک ہے، صرف تمھارے لیے میں ایک بار ان سے بات کر لوں گا اور انھیں منانے کی پوری کوشش بھی کروں گا، لیکن تم نے بس اداس نہیں ہونا۔"

جعفر صاحب اس کے اصرار پر کچھ سوچتے ہوئے اسے تسلی دیتے ہوئے مسکرا کر بولے۔

"شکریہ بابا۔"

مرحہ خوشی سے اپنے باپ کے سینے سے جا لگی۔ شہد رنگ آنکھیں نم ہونا شروع ہو چکی تھی۔ جن سے جعفر صاحب بھی انجان نا تھے۔ اور وہ دھیرے دھیرے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگ گئے تھے۔

ڈائری پر چلتا اسکا ہاتھ تیزی سے ڈائری کے صفحوں کو نیلا کر رہا تھا۔ وہ اکثر جب جب اداس ہوتا تو ڈائری لکھنے بیٹھ جاتا تھا۔ ڈائری اس کی ہمراز تھی۔ وہ ساتھی جس کے ساتھ وہ اپنا ہر دکھ درد، ہر خوشی آرام سے بانٹ لیتا تھا۔ اس کے کمرے میں اس وقت گہری خاموشی چھائی تھی۔ اگر کوئی اس خاموشی کو توڑ رہا تھا تو وہ تھی ہوا کی آواز جو کمرے میں موجود کھلی کھڑکی سے اندر آکر کمرے کی کسی بھی چیز کو متاثر کیے بغیر صرف کھڑکی پر لگے نیلے رنگ کے پردوں کے ساتھ ہی چھیڑ چھاڑ کر رہی تھی۔ جس سے وہ پردے بار بار حرکت میں آکر کمرے میں چھائی خاموشی کو توڑ رہے تھے۔

کمرے میں موجود بیڈ کے دائیں جانب رائٹنگ ٹیبل پر بیٹھا۔وہ مستقل مزاجی سے ڈائری لکھنے میں مگن تھا۔اس پر وہ اپنے لفظ نہیں لکھا کرتا تھا بلکہ اپنا درد لکھتا تھا۔ابھی وہ ایسے ہی مشغول تھا اپنے کام میں کے ایک شخص تیزی سے اس کے کمرے میں داخل ہوا۔

"شہرام بھائی اپنی گاڑی کی چابی دینا ذرا مجھے بازار کا کچھ کام ہے۔"

وہ دروازے پر ہی کھڑے کھڑے کہتا ہے۔اندر آنا اس نے گوارا نہ کیا تھا۔اس کے انداز سے معلوم ہوتا تھا کے جیسے وہ بہت جلدی میں ہو اور کسی ضروری کام کے لیے اسے دیر ہو رہی ہے۔اس کو دیکھ شہرام تیزی سے اپنی ڈائری بند کر دیتا ہے۔اور اس کا ایسا کرنا اس شخص کی نظر سے اوجھل نہ رہ سکا تھا۔مگر وہ جلدی میں ہونے کی وجہ سے یہ بات نظر انداز کر گیا۔

"کیوں تمھاری بائیک کو کیا ہوا،اور جا کہاں رہے ہو۔؟؟"

شہرام کرسی چھوڑتے ہوئے اس تک آکر پوچھتا ہے۔

"کہا تو ہے بازار کا کچھ کام ہے،رہی بات بائیک کی،تو وہ تو پچھلے آدھے گھنٹے سے اسٹارٹ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں مگر وہ ہے کے اسٹارٹ ہی ہو کر نہیں دے رہی،اب میکینک کے پاس لے کر جاؤں گا بعد میں، لیکن ابھی تو پلیز آپ گاڑی کی چابی دے۔"

وہ تفصیل سے بتاتے ہوئے آخر میں التجائیہ انداز اپناتے ہوئے بولا۔

"اچھا' جلدی آنا مجھے کام سے جانا ہے۔"

شہرام پینٹ کی جیب سے چابی نکال کر اس کی جانب بڑھاتے ہوئے تاکید کرنا نہ بھولا۔

"لیکن آج تو اتوار ہے۔؟"

ذوھان چابی کو تھامتے ہوئے ناسمجھی سے بے ارادہ پوچھ گیا۔

"تو کیا اتوار کو کوئی کام نہیں ہو سکتا کیا مجھے۔؟؟"

شہرام نے گھورتے ہوئے سوال داغا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"نہیں میرا مطلب وہ نہیں تھا بھائی۔"

ذوھان نے اس کے گھورنے پر کچھ کنفیوز سا ہو کر اپنی صفائی پیش کرنے کی کوشش کی۔

"اچھا' اچھا چھوڑو، یہ بتاؤ کہی تم مارکیٹ تو نہیں جا رہے ناویڈیو گیمز لینے۔؟؟"

شہرام نے اپنے ذہن میں ابھرتی سوچ پر جانچتی نظروں سے اسے دیکھ کر پوچھا۔ شہرام کی سہی سوچ پر ذوھان کے چہرے کا رنگ یکدم بدلا۔

"وہ بھائی وہ میں، مجھے ابھی دیر ہو رہی ہے میں چلتا ہوں، بعد میں آ کر بتاؤں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے وہاں سے بھاگنے میں ہی اپنی عافیت جانی تھی۔ اور پیچھے شہرام بس اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ اور وہ یہ جا وہ جا۔ پھر شہرام اپنا سر جھٹکتے ہوئے واپس سے اپنی کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ اور ایک بار پھر قلم اٹھاتے ہوئے اپنے لفظوں کو پھر سے کسی کے لیے ڈائری کے صفحوں پر اتارنے لگا۔

چابی کو لاپرواہی سے اپنی انگلی کے پور پر گھماتے وہ گنگناتے ہوئے سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے آیا۔ ابھی وہ ہال سے ہوتے ہوئے باہر کے لیے نکلنے ہی لگا تھا کے اس کے قدموں کو ایک منظر نے رک جانے پر مجبور کیا۔ اور نا چاہتے بھی وہ تھم کر اس منظر کو دیکھنے لگا۔ بھوری آنکھیں ایک جگہ ساکن ہو چکی تھی۔ وہ اپنے کام سے باہر جانے کے بجائے رک کر اپنی دشمن جاں کو کام کرتا ہوا دیکھنے لگا۔ جس کو دیکھنا اس کے دل کو قرار پہچاتا تھا۔ وہ سب کچھ ترک کر سکتا تھا سوائے اسے دیکھنے کے۔

اسٹیپس میں کٹے اس کے سیاہ بال کمر پر جھول رہے تھے۔ جب کے سیاہ آنکھیں بے زاری سے ڈائنگ ٹیبل پر رکھی پلیٹوں پر جمی ہوئی تھی جبکہ اس کے دونوں ہاتھ پلیٹوں کو صاف کرنے میں مگن دیکھائی دیتے تھے۔ کھڑے کھڑے ہی ذوھان نے اسکا سرسری سا جائزہ لیا تھا۔ ابھی وہ یونہی کھڑا اس کو کام کرتا دیکھ رہا تھا۔ کے ڈائنگ ٹیبل کے ساتھ کھڑی لڑکی کی کوفت سے بھری آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ اور بے ارادہ وہ کھڑا ان کی باتیں سنے لگا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اور کتنی صاف کرنی پڑی گی یہ پلیٹیں چاچی جان، بس کر دیں نا اب۔" وہ لڑکی سخت بے زار دیکھائی دیتی تھی۔ اس کی بات پر ڈائنگ ٹیبل کی ایک کرسی پر براجمان نفیسہ بیگم نے باغور اسے دیکھا تھا۔ پھر اپنی مخصوص قسم کی آواز میں سنجیدگی سے بولی تھیں۔

"بس بیٹا یہ ایک ڈنر سیٹ اور ہے اسے اور صاف کر دو، اس کے بعد تم جہاں جانا چاہو چلے جاؤ، میں تم سے ہر گز نا کہتی اگر جمیلہ آج چھٹی نہیں کرتی تو۔"

نفیسہ بیگم نے ٹیبل پر رکھے آخری ڈنر سیٹ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے شائستگی سے کہا۔

"تو آپ مرحہ آپی سے کروالیتی، یا مشل سے اگر آج جمیلہ نہیں آئی تھیں تو۔"

وہ لڑکی نارمل سے لہجے میں کہتی ہے۔ اس کے نزدیک یہ کام اس کے کرنے کے نہیں تھے۔ اسے سخت چڑ ہوتی تھی گھریلوں کاموں سے۔

"مرحہ تو کرتی ہی رہتی ہے ہمیشہ بیٹا، اور رہی بات مشل کی تو اسکا تو تمھیں پتا ہے وہ کام کو سنوارنے سے زیادہ کام کو بگاڑنے میں ماہر ہے، اس سے کہہ کر میں نے اچھے بھلے برتنوں کو ٹوٹتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی تھیں۔"

نفیسہ بیگم نے کہتے ساتھ اپنی بیٹی کی تعریف بھی کرنا ضروری سمجھا تھا۔

ان کی بات پر وہ لڑکی بس انھیں دیکھ کر رہ گئی مگر اب کی بار بولی کچھ نہیں تھی۔ اس کے ہاتھ مزید برق رفتاری سے چلنے لگے تھے۔ وہ ایک ہاتھ میں پلیٹ پکڑے دوسرے میں صاف کپڑا پکڑے نجانے اب تک کتنی پلیٹیں صاف کر چکی تھی۔ چند منٹ کھڑے ان کی باتوں کو یونہی کھڑے سنتے رہنے کے بعد ذوھان ڈائنگ ایریا میں چلا آیا۔ اور آتے کے ساتھ ہی اسے چھیڑنے کی غرض سے بولا تھا۔

"سوچ لیں تائی جان جس سے آپ کام کروار ہی ہیں وہ مشل سے بھی دوگنا کام چور ہے، ایسا نا ہو آپ کی دو چار پلیٹوں کا نقصان کر دیں۔"

ذوھان شوخی سے بولتے ہوئے اسے سلگا گیا۔ زوہا کو تنگ کرنا تو جیسے اسکا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ ان دونوں لیڈیز نے اس کی آواز پر بیک وقت اس کی جانب دیکھا تھا۔ اور اس کے کہنے پر زوہا کو تو جیسے آگ سی لگ گئی تھی۔ اور وہ خود پر ضبط نہیں کر پائی تھی۔

"بول دیں اسے چچی یہاں سے چلا جائے ورنہ میرے نازک ہاتھوں سے اس کے سر نے شہید ہو جانا ہے۔"

وہ غراتے ہوئے ہاتھ میں لی پلیٹ کو لے کر دو قدم اس کی طرف بڑھی تھی۔اور نفیسہ بیگم نے یکدم اس کے ارادے کو بھانپتے ہوئے کرسی سے کھڑے ہو کر اس کو ہاتھ سے ذوھان کی جانب بڑھنے سے روکا تھا۔ پھر اسے دیکھ کر بولی تھی۔

"اللہ 'اللہ کیا ہو گیا ہے بیٹا کچھ تو اپنے اور اس کے رشتے کا خیال کرو، بی جان نے دیکھ لیا تو بے وجہ ناراض ہوں گی تم پر۔"

ان کی بات پر زوہا نے پلٹ کر اپنی جان سے پیاری چچی کو غصے بھری نگاہ سے دیکھا تھا مگر بولی کچھ نہیں۔پھر ذوھان کو ایک قہر برساتی نگاہ سے دیکھتے ہوئے وہاں سے چلی گئی تھی۔پیچھے وہ ڈھیٹوں کی طرح مسکراتا ہوا اسے جاتا ہوا دیکھنے لگا۔ تبھی اس کو یوں مسکراتے دیکھ نفسیہ بیگم واپس سے اپنی جگہ پر بیٹھتے ہوئے کہتیں ہیں۔

"مت تنگ کیا کرو نہ اسے اتنا بیٹا۔"

"کیا کروں تائی جان مزا آتا ہے۔"

اس نے دوبدو کہا۔

"اللہ ہی حافظ ہے پھر تو تم دونوں کا۔"

وہ دھیرے سے کہتی باقی بچی ہوئی پلیٹوں کو صاف کرنے لگیں۔

"بلکل۔"جب کے وہ دھیرے سے بولتا ہوا واپس سے گاڑی کی چابی کو اپنی انگلی کے پور پر گھماتے ہوئے ڈائنگ ایریا سے باہر نکلنے لگا تھا۔اب اس کے قدم ہال سے ہوتے ہوئے داخلی دروازے کی جانب تھے۔

اپنے مرحہ آپی اور زوہا کے مشترکہ کمرے میں اپنی والی سائڈ کے بیڈ پر بیٹھی وہ موبائل میں کوئی نیا گانا لگائے کانوں میں ایئر فون ٹھونسے دنیا سے بے خبر دیکھائی دیتی تھی۔بیڈ کراون سے ٹیک لگائے پیروں کو سیدھا کیے وہ گانا سنے کے ساتھ ساتھ پیروں کو ہلانے کا کام بھی سر انجام دے رہی تھی۔کمرے کے وسط میں بنی کھلی کھڑی سے آتی سورج کی کرنیں

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR LIFE

ٹھیک اس کے چہرے پر پڑتے ہوئے اس کی گندمی رنگت کو نکھار رہی تھی۔ بلاشبہ وہ گندمی رنگت کی حامل تھی۔ لیکن چہرے پر چھائی کشش اسے خوبصورت بنانے کا کام باخوبی انجام دیتی تھی۔

سنہری آنکھیں موبائل کی اسکرین کو دیکھتے ہوئے پل پل بعد گانا چینج کر رہی تھی۔ جبکہ ایک ہاتھ بھورے بالوں میں رینگتا ہوا بالوں کو سنوارنے اور بکھیرنے کا کام کر رہا تھا۔ ابھی وہ ایسے ہی بیٹھی ہوئی تھی کے کوئی دروازے پر دستک دے کر اندر آیا۔ اور ٹھیک اسی وقت اس کی نگاہ دروازے کی سمت اٹھی۔ اور سامنے کھڑے شخص کو کمرے کے دروازے میں کھڑے دیکھ وہ سیدھا اٹھ بیٹھی اور اپنے پاس رکھی کتاب کو جلدی سے اٹھا کے منہ کے سامنے کر لیا۔ جس سے اس کا چہرہ چھپ سا گیا تھا۔ اندر آنے والا بھی اس کی اس کاروائی سے غافل نا رہا تھا۔ اور چھوٹتے ہی اس کی اس حرکت کو یکسر نظر انداز کرتا ہوا گویا ہوا۔

"زوہا کہاں ہے۔؟؟"

اس شخص کی آواز میں سختی نمایاں تھی۔ یا شاید اسے دیکھ کر آجاتی تھی۔ یہ بات اس بیڈ پر بے ترتیب سی حالت میں بیٹھی لڑکی نے شدت سے محسوس کی تھی۔

"آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں۔؟"

مشعل جو اسی کے بولنے کی منتظر تھی۔ اس کے پوچھنے پر کتاب کو چہرے سے ہٹاتے ہوئے انجان بن کر پوچھتی ہے۔ اپنے نزدیک وہ سامنے کھڑے شخص کو یہ دیکھا رہی تھی کے وہ تو کتاب پڑنے میں مگن ہے۔

"تمھارے علاوہ اور بھی کوئی ہے کیا اس کمرے میں ابھی۔؟"

وہ شخص دو قدم کمرے میں اندر آ کر ضبط سے سوال کر گیا۔

"نہیں وہ'۔۔۔ زوہا نیچے گئی ہے امی کے کسی کام سے۔"

مشعل کتاب کو سائڈ پر رکھ کر بیڈ سے کھڑی ہوتی بولی۔ اس کی بات پر سامنے کھڑے شخص نے اپنی سرمئی آنکھوں کو لمحے بھر کے لیے سختی سے بند کیا تھا اور ساتھ ساتھ اپنی گردن بھی ترچھی کی تھی۔ پھر جیسے کچھ سوچ کر اسے دیکھ کر بے زاریت سے بولا۔ مشعل کی سنہری آنکھیں تو اسی کی جانب گامزن تھی۔ وہ جب جب اس کے سامنے آتا تھا وہ اسی طرح سے اسے دیکھنے لگتی تھی کے جیسے اس کے علاوہ دنیا میں کوئی دوسرا شخص موجود ہی نہیں ہے۔

"تم مجھے اسکا چارجر دے سکتی ہو، مجھے اپنا فون چارج کرنا تھا کیونکہ میرا چارجر خراب ہو گیا ہے۔"

عالیار سنجیدہ تاثر سے کہتا ہے۔

"جی میں ابھی دیتی ہوں۔"

اس کے کہنے پر وہ یکدم اسے دیکھنے سے خود کو باز رکھتے ہوئے کھڑی ہوئی۔ پھر زوہا کی سائڈ ٹیبل کی طرف بڑھ کر اس کی دراز سے اسکا چارجر نکال کر اس شخص کی طرف بڑھایا۔ جس کو عالیار نے سہولت سے تھام لیا۔ پھر جانے ہی لگا تھا کہ جیسے کچھ یاد آنے پر پلٹا اور پھر کہنے لگا۔

"تمھاری اطلاع کے لیے بتاتا چلوں کہ کتاب کو ہمیشہ سیدھا پکڑ کر پڑھا جاتا ہے، نا کے الٹا!!۔"

عالیار طنزیہ کہتا ایک لمحے کے لیے بھی رکے بغیر وہاں سے جا چکا تھا۔ جبکہ مشعل ہکا بکا سی اپنی بے عزتی پر شرمندہ ہوتی ہوئی واپس سے بیڈ پر بیٹھ گئی۔ پہلی جیسی حالت میں بیٹھی وہ اپنے سائڈ میں رکھی کتاب کو اٹھا کر پھر سے دیکھنے لگی تھی۔ اور عالیار کی بات کو سوچتے ہوئے بے اختیار مسکرا اٹھی۔

ابھی وہ ایسے ہی بیٹھی ہوئی تھیں کہ یکدم ہی زوہا کمرے میں داخل ہوئی۔ اور آتے کے ساتھ ہی یہاں وہاں کمرے میں چکر کاٹنے لگی۔ اسکے چہرے سے واضح طور پر غصہ کے تاثرات تھے۔ مشعل کتاب کو سائڈ ٹیبل کی دراز پر رکھ کر باغور جانچتی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ پھر اسے دیکھتی ہوئی دھیرے سے پوچھنے لگتی ہے۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کیا ہوا اتنے غصے میں کیوں نظر آ رہی ہو، کیا کچھ ہوا ہے ؟؟۔"

اس کے استفسار کرنے پر زوہا اپنے قدموں کو روکتی ہوئی۔ چند قدم چل کر اسکے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"میری زندگی میں ذوھان صدیقی کے علاوہ بھی کبھی کچھ برا ہوا ہے۔"

انداز سوالیہ سا تھا۔ وہ اسے اپنے غصے کی وجہ بتانے کے بجائے۔ بلکہ اس سے جتا کر پوچھنے لگتی ہے۔

"ہوا کیا ہے ؟؟، کیوں تم ذوھان کو ایسے بول رہی ہو ؟؟۔"

مشعل نا سمجھی سے سوال کرتی اسے اور سلگا گئی۔

"مشعل تم اتنی انجان ہو نہیں جتنی ابھی بن رہی ہو، تم اچھے سے جانتی ہو میں کیا کہہ رہی ہوں ابھی۔"

زوہا اسے غصے سے گھورتے ہوئے زوہا دو بدو بولی۔

"دیکھو میں جانتی ہوں تمھیں ذوھان سے مسئلہ رہتا ہے، لیکن ابھی تم اتنی غصے میں کیوں ہو یہ مجھے کیسے پتا ہو گا، جب تک تم خود نہیں بتاؤ گی یار۔"

مشعل سنجیدگی سے کہتی اپنی کہی بات اس پر واضح کر گئی۔

غور سے اس کی بات سنتی۔ وہ گہری سانس اپنے اندر اتارتے ہوئے بیڈ پر اس کے ساتھ بیٹھ چکی تھی۔ پھر اسے اپنے غصے کی وجہ بتانے لگی۔ جیسے جیسے وہ اسے بتا رہی تھی مشعل کے چہرے کے سنجیدہ تاثرات مسکراہٹ میں ڈھلنے لگے تھے۔ یکدم ہی زوہا کی نگاہ اس کے مسکراتے لبوں کی طرف گئی۔ تو اس نے مزید سیخ پا ہوتے ہوئے کہا۔

"یہاں مجھے غصہ آرہا ہے، اور تمھیں ہنسی آرہی ہے ؟؟۔"

زوہا نے گھور کر کہا۔ اور یہاں مشعل کی ہنسی فوارے کی صورت پھوٹی تھی۔ وہ بغیر اس کی پرواکرے کھل کر ہسنے لگی تھی۔ اس وقت زوہا کو اس کی ہنسی سخت زہر لگی۔ اور اس نے تیزی سے بیڈ پر رکھے کشن کو اٹھا کر مشعل کو دے مارا تھا۔ جو مشعل کے سر سے ٹکراتے ہوئے زمین بوس ہوا تھا۔

"تم سے تو بات کرنا ہی بے کار ہے۔"

پھر اسے فقط اتنا کہہ کر کمرے میں موجود باتھ روم میں جا کر بند ہو گئی تھی۔ پیچھے مشعل "ارے سنو تو 'زوہا میں مذاق کر رہی تھی بس، سن تو لو میری بات، ارے سنو تو۔" کرتی رہ گئی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اگلے دن کی صبح اور زیادہ لاہور کے باسیوں کے لیے دھند میں لپٹی دیکھائی دیتی تھی۔ ساتھ بادلوں سے ڈھکا آسمان عجیب سحر انگیز نظر آرہا تھا۔ جیسے سورج نکلے بھی کافی وقت بیت گیا تھا لیکن بادلوں میں چھپا سورج اپنی کرنیں آج لاہور کے رہنے والوں کے لیے نکالنے سے جیسے انکاری ہی ہو چکا تھا۔ ویسے ہی دوسری طرف حسن آرا منزل میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

ڈائنگ ٹیبل پر بیٹھا ہر فرد جیسے خاموشی سے ناشتہ کرنے میں مگن نظر آتا تھا۔ سربراہی کرسی پر بیٹھے خادم حسین صاحب اور ان کی دائیں جانب والی کرسی پر براجمان حسن آرا بیگم نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر جیسے ناشتہ کرتی حسن آرا بیگم کچھ سوچ کر ٹھہر ٹھہر کر بولیں تھیں۔

"ہماری مرحہ کے لیے ایک رشتہ آیا ہے، اور وہ لوگ اسی ہفتے اسے دیکھنے کے لیے آرہے ہیں۔"

حسن آرا بیگم اپنی مخصوص آواز میں بولتی ہوئیں ڈائنگ ٹیبل پر بیٹھے سب ہی لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کر گئی تھیں۔ ان کی اچانک سے کہی بات پر سب نے اپنا ناشتہ کرنا بھول کر انھیں دیکھنا ضروری سمجھا تھا۔ کچھ چہروں پر خوشی تھی تو کچھ کے چہروں کی چمک مانند پڑی تھی۔

"مگر اتنی جلدی کیا ہے اماں، ہمیں تو فیملی کا بھی نہیں پتا کے لوگ کیسے ہیں، رشتہ کیسا ہے، اس لیے مناسب یہ ہے کے آپ ان رشتے والوں کو انکار کر دیں۔"

جعفر صاحب سے اس وقت یہی بات بن سکی تھی۔ ان کے انکار پر ذولفقار صاحب نے بھی ان کی بات کی تائید کی تھی۔ جبکہ شہرام کو اپنا دل ایک دم سے خالی سا محسوس ہوا۔ جبکہ مرحہ اداسی سے اپنی انگلیاں مروڑنے لگی تھی۔

"تمھیں کیا اپنی بیٹی کی شادی نہیں کرنی جعفر۔؟؟"

حسن آرا بیگم نے سختی سے پوچھا۔ سربراہی کرسی پر بیٹھے خادم حسین صاحب خاموشی سے ماں بیٹے کی گفتگو کو سن رہے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کے انکا بولنا کسی کام نہیں آئے گا کیونکہ آخر چلنی تو حسن آرا بیگم کی ہی تھی۔

"بھلا کوئی باپ ایسا چاہ سکتا ہے اماں۔"

جعفر صاحب نے سنجیدگی سے کہا۔ شہرام سے اب وہاں بیٹھے رہنا مشکل سا ہونے لگا اس لیے وہ اپنی کرسی سے کھڑے ہوتے ہوئے سب پر ایک نگاہ ڈالتے ہوئے بولا۔

"ایکسکیوز می مجھے آفس کے لیے دیر ہو رہی ہے۔"

پھر اپنی کرسی چھوڑتے ہوئے وہ وہاں کی باتوں کو نظر انداز کرتا۔ اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔ پیچھے ڈائنگ ٹیبل پر چھائی خاموشی کو حسن آرا بیگم کی آواز نے ایک بار پھر توڑا تھا۔ مرحہ نے گردن موڑ کر ایک نظر جاتے ہوئے شہرام کو نا سمجھی سے دیکھا تھا۔

"تو پھر تو تمھیں اس آئے ہوئے رشتے پر سہی معنوں پر غور کرنا چاہیے۔"

حسن آرا بیگم نے سنجیدہ تاثر سے کہا۔ اپنی ماں کی بات پر جعفر صاحب کش مکش کا شکار ہوئے مرحہ کی جانب دیکھنے لگے۔ جو اپنے باپ کو امید بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے کی اداسی ان کی آنکھوں سے چھپی نارہ

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR LIFE

سکی۔ اس سے پہلے کے ابھی وہ کچھ بولتے کے خادم حسین صاحب جو خاموشی سے ماں بیٹے کی باتیں سن رہے تھے۔ اب کی بار درمیان میں اپنا بولنا ضروری سمجھتے ہوئے دھیرے سے گویا ہوئے۔

"میرے خیال سے اب ناشتہ کر لیا جائے تو بہتر ہو گا، یہ باتیں اس کے بعد بھی ہو سکتی ہیں۔"

ان کے کہنے پر ایک بار پھر سب ہامی بھرتے ناشتے کی جانب متوجہ ہوئے۔

چند منٹ کے بعد ڈائنگ ایریا نفوسوں کی بیٹھک سے خالی ہونا شروع ہو گیا تھا۔ ناشتہ کر کے سب اپنے اپنے کاموں کو لگ گئے۔ جعفر صاحب بھی کسی کام کی غرض سے اپنے کمرے میں جا چکے تھے۔ ابھی وہ جمیلہ کے ساتھ کھڑی غائب دماغی کے ساتھ ڈائنگ ٹیبل سے برتن سمیٹ رہی تھی۔ کے جعفر صاحب ڈائنگ ایریا میں اس کے پاس چلے آئے۔ برتن اٹھاتی جمیلہ انھیں دیکھ کر اگلے ہی پل کچن میں چلی گئی۔ وہ اپنے بابا کو دیکھ کر ہاتھ میں پکڑی پلیٹوں کو واپس سے ٹیبل پر رکھ کر کچھ کہنے ہی لگی تھی کے جعفر صاحب اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولے۔

"میرے بچے نے پریشان نہیں ہونا، میں بی جان سے بات کروں گا فیکٹری سے آ کر، جو تم چاہو گی وہی تمھارا باپ کرے گا۔"

وہ اسے دیکھ کر یقین دلانے والے لہجے میں گویا ہوئے۔ اپنے باپ کے یقینی انداز پر مرحہ دل سے مسکرائی تھی۔ اور سر کو اثبات میں ہلا ڈالا۔ اسے کہہ کر جعفر صاحب فیکٹری جانے کے لیے باہر کی طرف بڑھ گئے تھے۔ جبکہ وہ ایک بار پھر اپنے کام میں مگن ہو گئی۔

وہ تیز تیز قدم بڑھاتا گارڈن سے ہوتے ہوئے پتھریلی روش سے گزرتے ہوئے کار پورچ کی جانب چلا آیا تھا۔ ایک ہاتھ میں آور آل ڈالے دوسرے ہاتھ میں گاڑی کی چابی پکڑے وہ گاڑی کا دروازہ کھولتا اگلے ہی پل اپنے آور آل کو گاڑی کے اندر پھینک چکا تھا۔ اسے ہسپتال کے لیے کافی سے زیادہ دیر ہو چکی تھی اور اب وہ مزید دیر نہیں کر سکتا تھا۔ اسی لیے ہر کام جلدی جلدی کر رہا تھا۔ ابھی وہ گاڑی میں بیٹھنے ہی لگا تھا کہ کسی جانی پہچانی آواز پر خود کو گاڑی میں بیٹھنے سے باز رکھا۔ وہ جو جلدی جلدی اس کے ساتھ جانے کے لیے ناشتے کی ٹیبل سے جلدی جلدی ناشتہ کر کے تیزی سے تیار ہونے بھاگی تھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس کو اپنے کمرے سے نکلتا دیکھ تیزی سے اپنا یونیورسٹی بیگ کندھے پر ڈال کر زوہا کو سوتا چھوڑ تیزی سے اس کے پیچھے بھاگتی ہوئی کارپورچ تک آگئی تھی تا کہ اس کے ساتھ جا سکے۔ لیکن جیسے ہی اسے گاڑی میں بیٹھتے دیکھا تو یکدم ہی پیچھے سے اسکا نام لیتی ہے۔

"بات سنیں عالیار۔؟"

شولڈر بیگ کو کندھے پر لٹکائے کتابوں کو ہاتھ میں پکڑے وہ قدرے بلند آواز میں اسے پکارتی ہے۔ وہ پلٹ کر سوالیہ نظروں سے اسے بے زاریت سے دیکھنے لگتا ہے۔ کیونکہ اسے ویسے ہی دیر ہو رہی تھی۔ اور یہ لڑکی مزید دیر کروانے آگئی تھی۔

"کیا آپ مجھے یونیورسٹی چھوڑ دینگے۔؟؟"

وہ اس کو اپنی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھتا پا کر فوری طور پر بولی۔

"کس خوشی میں۔؟؟"

لہجے میں بے زاریت واضح طور پر دیکھی جا سکتی تھی۔

"وہ زوہا آج جا نہیں رہی نہ اور بابا بھی فیکٹری چلے گئے ہیں، بس اسی لیے۔"

مشعل کو اب اپنا کہنا بے معنیٰ سا لگ رہا تھا۔ کیوں کے سامنے کھڑے شخص کو تو اس کی ذات سے کوئی سروکار ہی نہیں تھا۔

"ٹھیک ہے، جلدی آکر بیٹھو۔"

وہ کچھ سوچ کر اسے اجازت دیتا۔ خود گاڑی میں بیٹھ گیا۔ مشعل خوش ہوتی اس کی بات پر کتابوں کو سنبھالتی ابھی اس کی گاڑی کی طرف بڑھنے ہی لگی تھی کہ پیر میں آئے ایک چھوٹے سے پتھر سے اسے ٹھوکر لگی۔ اور وہ کتابوں سمیت زمین پر جا گری گارڈن کی گھاس پر جمی گیلی مٹی اس کے کپڑوں کے ساتھ ساتھ خود اسے بھی گندا کر گئی۔ عالیار نے کوفت بھری نگاہ سے اسے دیکھا۔ اور اسے اٹھانے کے بجائے وہ گاڑی اسٹارٹ کرتا اسے دیکھ کر طنزیہ بولا تھا۔

"میرے خیال سے اب تمھارے کپڑے اس قابل نہیں رہنے دیے تم نے کے تم یونیورسٹی جا سکو، اس لیے اندر جا کر خود کو اب صاف ستھرا کر لو، مجھے ہسپتال کے لیے دیر ہو رہی ہے اس لیے میں جا رہا ہوں۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ یہ کہہ کر چند پل بھی رکے بغیر گاڑی کو حسن آرا منزل سے نکالتا چلا گیا تھا۔ پیچھے وہ کھڑی ہوتی ہوئی اپنے گالوں پر یکدم ہی نکل کر بہہ جانے والے آنسوں کو پونچھتے ہوئے اندر کی جانب بڑھی۔

جیسے ہی مغرب کی اذانیں سر بلند ہوئیں۔ آسمان پر چھائی روشنی اندھیرے میں بدلنے لگی۔ لاہور کے رہائشی اپنے اپنے گھروں سے نکل کر مسجدوں کا رخ کرنے لگے۔ ٹھیک اسی وقت حسن آرا منزل میں جعفر صاحب کی گاڑی داخل ہوئی۔ اور تھکے ہارے ہوئے سے جعفر صاحب گاڑی سے نکل کر گھر کے داخلی دروازے سے ہوتے ہوئے اپنے کمرے کا رخ کرنے لگے۔ انکا ارادہ فریش ہونے کے بعد بی جان کے کمرے میں جانے کا تھا۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر تھوڑی دیر فریش ہونے کے بعد وہ اپنے کمرے سے نکلتے ہوئے بی جان کے کمرے کی طرف جانے لگے۔

انھیں ہر حال میں اپنی بیٹی کی خوشی درکار تھی جس کے خاطر وہ اپنی ماں کے آگے بھی بولنے کی ٹھان چکے تھے۔ بی جان کے کمرے کے دروازے پر دستک دے کر وہ اندر داخل ہوئے۔ اور کمرے میں موجود بی جان کو نماز میں پورے طریقے سے مشغول دیکھ وہ کمرے میں موجود کرسی کو اٹھاتے ہوئے بیڈ کے سامنے لگا کر اس پر بیٹھ کر ان کے نماز ختم کر لینے کا انتظار کرنے لگے۔

ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کے بی جان سلام پھیرتے ہوئے جاں نماز تہہ کرتی ہوئیں قدم قدم اٹھاتی بیڈ تک آکر اس پر بیٹھ گئیں۔ ان کو بیٹھتے دیکھ جعفر صاحب خود کو بات کرنے کے لیے تیار کرنے لگے۔ مگر منہ سے بولے کچھ نہیں۔ تبھی بی جان جو انھیں منتظر نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ انھیں خاموش دیکھ دھیرے سے بولیں۔

"ہاں بولو جعفر کیا بولنا چاہتے ہو۔؟؟"

وہ جیسے کچھ کچھ ان کے اس وقت آنے کے مقصد کو جانتی تھیں۔ تبھی بغیر کسی تمہید کے کہہ گئیں۔

"اماں ایسا نہیں ہے کے میں مرحہ کی شادی کرنا نہیں چاہتا، میں کرنا چاہتا ہوں، لیکن کچھ ٹائم بعد، ابھی نہیں۔"

جعفر صاحب ان کے سوال پر سنجیدگی سے اپنے موضوع پر آئے۔

"کہنا کیا چاہتے ہو، کیا مرحہ خوش نہیں ہے؟؟ یا مجھے اس کی خوشی کا احساس نہیں ہے۔؟؟"

حسن آرا بیگم اپنے بیٹے کی کہی بات سے یہی مطلب سمجھ سکی تبھی ہی سنجیدگی سے قدرے بھرم لہجے میں پوچھنے لگی۔

"ایسی بات نہیں ہے اماں، وہ بس کچھ ٹائم کے لیے جاب کرنا چاہتی ہے، شاید وہ ابھی شادی نا کرنا چاہے۔"

جعفر صاحب ٹھہر ٹھہر کر بولے تھے۔

"جاب؟؟، تم جانتے ہو نا جعفر ہمارے خاندان میں لڑکیوں کو جاب کی اجازت نہیں ہے، میں ہر گز بھی اس کے حق میں نہیں ہوں۔"

حسن آرا بیگم جیسے انھیں اپنی روایت کے بارے میں بتا گئیں۔ زوہا جو ان کے کمرے کے باہر سے گزرتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف جا رہی تھی۔ دادا جان کے کمرے سے آتی اپنے باپ اور بی جان کی آواز پر ٹھہر سی گئی۔ اور چند قدم چل کر دروازے سے آ لگی۔

"اماں اب زمانہ بدل رہا ہے، اب کے دور میں لڑکیوں کے جاب کرنے کو اتنا برا نہیں سمجھا جاتا، ویسے بھی مرحہ ڈبل ایم اے ہے، اگر ہم اس کی خواہش کو مد نظر رکھتے ہوئے اجازت دے دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

جعفر صاحب ٹھہر ٹھہر کر بولتے ہوئے حسن آرا بیگم کو قائل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ مگر دوسری طرف بھی انکی اماں تھیں اپنی بات کی پکی۔

"زمانہ بدل رہا ہے لیکن ہم اور ہماری روایت آج بھی وہی ہیں جعفر جو پہلے ہوا کرتی تھیں، اور کسی ایک کی وجہ سے ہم اپنی روایت بدل نہیں سکتے، ویسے بھی مرحہ کے ساتھ ساتھ گھر کی باقی لڑکیوں کو بھی میں نے صرف تعلیم کی اجازت دی ہے، کیونکہ تعلیم بہت ضروری ہے۔"

ان کے اٹل لہجے پر جعفر صاحب اب کی بار کچھ نا بول سکے۔ اور کسی گہری سوچ میں چلے گئے۔ انھیں سمجھ نہیں آ رہا تھا کے وہ کیسے مرحہ کو بتائیں گے کے اس کا باپ اس کی خواہش کو پورا کرنے کے لیے ناکام ٹھہرا ہے۔ بی جان کی بات پر باہر کھڑی زوہا کے چہرے کے رنگ بھی مدھم پڑے تھے۔ اپنے بیٹے کو کسی گہری سوچ میں غرق دیکھ حسن آرا بیگم چند لمحے انھیں نارمل سے تاثر سے دیکھتی رہی پھر کچھ سوچ کر بولیں۔

"گھر کی سب سے بڑی بیٹی ہے مرحہ، آج اس کی بارے میں نہیں سوچوں گے تو پھر کب سوچو گے؟؟، ستائس برس کی ہو گئی ہے آج اس کے لیے رشتے آ رہے ہیں کل کو اگر نہیں آئے تو کیا کرو گے؟، مجھے باقی لڑکیوں کی فکر نہیں ہے کیوں کے مشل اور زوہا کے لیے تو عالیار اور ذوھان کا رشتہ تھا میری نظر میں جو میں نے سب بچوں کے بچپن میں ہی

تہہ کر دیا تھا میں نے، تم لوگوں کی رضامندی جان کر۔"

حسن آرا بیگم تفصیل سے کہتی کہتی پل بھر کو ٹھہری۔ پھر بات کو جاری رکھتے ہوئے پھر سے جعفر صاحب کو دیکھ کر کہنے لگی جواب کسی گہری سوچ میں غرق ہونے کے باوجود بھی بی جان کی بات کو بغور سن رہے تھے۔

"اگر شہرام مرحہ سے ایک سال چھوٹا نا ہوتا تو میں ان کے بچپن میں ہی ان دونوں کا بھی رشتہ جوڑ دیتی، لیکن بس خاندان والے کیا بولیں گے، اسی سوچ کے تحت میں نے اس پر عمل نہیں کیا، ورنہ یہ بات تو تم جانتے ہی ہو کے نفیسہ تو خود مرحہ کو اپنے شہرام کے لیے بچپن میں ہی مانگ چکی تھی، مگر میں نے ہی اسے منا کر دیا تھا، خیر اب تم کیا چاہتے ہو اپنی بیٹی کے لیے وہ تم خود سے بہتر سوچ سکتے ہو، کیونکہ اب الفت تو ہے نہیں تو دونوں بیٹوں کی ذمہ داری تمھیں خود اٹھانی ہے، باپ کے ساتھ ساتھ ماں بن کر بھی سوچو۔"

حسن آرا بیگم نے کہتے ساتھ غور سے جعفر صاحب کے چہرے کے تاثرات جانچنے چاہے جو کسی بھی قسم کے تاثر سے عاری تھے۔

"جی اماں آپ کی ساری باتیں درست ہیں، میں آپ کی ساری باتوں سے اتفاق کرتا ہوں، ٹھیک ہے تو پھر آپ ان لوگوں کو بلا لے تاکہ ہم لڑکے اور اس کے گھر والے کو دیکھ بھال لے پھر جیسا بھی ہو گا دیکھ لیں گے۔"

جعفر صاحب سنجیدگی سے فیصلہ کن انداز میں بے بسی سے بولے۔ ان کے ہامی بھرنے پر بی جان پر سکون نظر آنے لگی تھی۔ جبکہ بال کھڑی زوہا تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھی تھی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

کمرے میں موجود بیڈ پر بیٹھی وہ اپنے ڈاکومنٹس کو جائزہ لیتی نگاہ سے دیکھ رہی تھی۔ پاس ہی بیڈ پر لیپ ٹاپ بھی کھلا پڑا تھا۔ دوسرے بیڈ پر مشعل بے خبری کی نیند سونے میں مشغول دیکھائی دیتی تھی۔ ہاتھوں میں ایک نیلے رنگ کی فائل پکڑے ابھی وہ اس کے پنے الٹ پلٹ کر کے دیکھ ہی رہی تھی کے زوہا کمرے میں داخل ہوتی ہے اور چند قدم چلتے ہوئے ڈریسنگ ٹیبل کی دراز سے کچھ نکال کر اپنے بیڈ پر بیٹھ جاتی ہے۔ پھر ہاتھ میں پکڑی ہوئی اس چیز سے اپنے ناخنوں کو ترتیب دینے لگتی ہے۔ اپنے کام میں مصروف مرحہ ایک نظر اسے دیکھ کر پھر سے اپنے کام میں مگن ہو جاتی ہے۔

اسے یقین تھا کے بابا بی جان کو منا لینگے تبھی ہی بے فکری سے اپنے سارے ڈاکومنٹس نکال کر چیک کر رہی تھی۔ تا کہ انٹرویو کے لیے لے جا سکے۔ ابھی وہ ہر چیز سے لا تعلق بنی اپنی شہد رنگ آنکھیں فائل پر جمائے ہوئے تھی کے زوہا جو ابھی ابھی بی جان کے کمرے کے باہر سے بی جان اور اپنے بابا کی ساری باتیں سن کر آئی تھی۔ تو اس لیے وہ قدرے پریشان دیکھائی دے رہی تھی۔ اس سے اب خود پر کنٹرول رکھنا مشکل سا ہونے لگا۔ اسی لیے کسی سوچ کے تحت وہ ناخنوں کو ترتیب دیتی مرحہ کو پکارا اٹھی۔

"مرحہ آپی؟؟۔"

وہ سوالیہ نظروں سے دیکھ کر دھیرے سے گویا ہوئی۔

"ہمہ 'بولو زوہا۔"

وہ مصروف سے انداز میں کہتی ہے۔

"مشعل بتا رہی تھی کے بی جان آپ کے پھر کسی رشتے کا بتا رہی تھیں بابا کو، اگر بابا مان گئے اس رشتے پر، تو کیا آپ بھی مان جائے گی۔"

اس نے بات کو یہی سے نکالنا مناسب سمجھا۔ تبھی ہی ڈائریکٹ بتانے کے بجائے پہلے مرحہ کی سوچ پڑ لینا چاہی۔

"نہیں اب ایسا بھی نہیں ہے، بابا بی جان سے بات کرینگے کہ میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی، پہلے جاب کرنا چاہتی ہوں۔"

وہ سامنے رکھے لیپ ٹاپ کو بند کرتے ہوئے بے فکری سے بولی۔

"یہی تو مسئلہ ہے کے بی جان کی نظر میں ہم لڑکیوں کی خواہش کی کوئی ویلیو نہیں ہے۔"

اپنی بہن کی بات کو سنتے ہوئے زوہا تاسف سے بولی۔ یہ کہتے ہوئے اس کے چہرے سے بے بسی کے تاثرات واضح ہوئے تھے۔

"کیا مطلب۔؟؟"

لیپ ٹاپ بند کر کے اسے سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے وہ نا سمجھی سے پوچھ بیٹھی۔ اسے واقعی سمجھ نہیں آ رہا تھا کے زوہا کیا کہنا چاہ رہی ہے۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"یہی کے بی جان ہم میں سے کسی کو جاب کی اجازت ہرگز نہیں دے گی۔"

وہ بغور مرحہ کو دیکھتے ہوئے کہہ گئی۔ فائلر کرتا ہاتھ اب قدرے تھم گیا تھا۔ اور وہ ہلکا سا دائیں جانب گھومتے ہوئے اپنے پیروں کو زمین سے لٹکا گئی تھی۔

"میں نے بابا سے کہا ہے وہ بات کریں گے بی جان سے۔"

اس کی بات وہ اپنی شہد رنگ آنکھوں کو اس پر جماتے ہوئے یقینی انداز میں بولی۔ وہ دونوں اب ایک دوسرے کے رُوبرو بیٹھے پوری توجہ سے ایک دوسرے کی باتوں کو سنے لگی تھی۔ ان کے درمیان بس اتنا فاصلہ باقی رہ گیا تھا کے ایک بیڈ پر مرحہ بیٹھی تھی تو اس کے بائیں جانب والے بیڈ پر زوہا براجمان تھی۔

"اگر میں کہوں کہ بابا بات کر چکے ہیں بی جان سے، اور بی جان کو منانے کے بجائے وہ خود ان کی باتوں سے کنوینس ہو گئے ہیں، تو پھر آپ کیا کریں گی آپی۔؟؟"

وہ دھیرے سے کہتی جیسے اس کی اطلاع کے لیے اسے خاص انفرمیشن دے رہی تھی۔ تبھی انداز کچھ رازدارانہ سا ہوا تھا۔

"صاف صاف بتاؤ کہہ کیا رہی ہو۔"

مرحہ الجھی ہوئی سی پریشان زدہ سی پوچھنے لگی۔ اسے زوہا کی باتیں سمجھ آنے لگی تھی مگر یقین ہرگز نہیں آ رہا تھا۔ تبھی ہی تصدیق کے لیے سنجیدگی سے پوچھ بیٹھی۔

"مرحہ آپی میں ابھی ابھی بی جان کے کمرے کے باہر سے آ رہی ہوں، اور میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے کے بابا بی جان کو آپ کے جاب کرنے کے لیے قائل نہیں کر پائے، البتہ بی جان ہمیشہ کی طرح اپنی بات منوا چکی ہیں، بابا کی آواز بھی قدرے بے بس سنائی دے رہی تھی۔"

وہ گہری سانس اپنے اندر اتارتے ہوئے اسے تفصیلی بتا گئی۔ اس کی بات پر مرحہ کا چہرہ تاریک ہوا اور وہ کسی غیر مرئی نقطے کی طرف بیڈ پر رکھی اپنی فائلوں کو دیکھنے لگی۔ پھر جیسے کچھ سوچ کر اداسی سے پوچھ بیٹھی۔

"کیا بابا واقعی بہت پریشان دیکھائی دے رہے تھے زوہا۔؟؟"

وہ اداسی سے پوچھنے لگتی ہے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ناصرف پریشان بلکہ بے بس بھی، ان کی خاموشی صاف بتارہی تھی کے وہ ناکام ٹھہرے ہیں، وہ کبھی ہماری کسی خواہش کے لیے کچھ نہیں کرسکتے۔"

زوہا اداسی سے بولتی آخر میں اپنے لہجے کو قدرے سخت بنا چکی تھی۔

"تمھیں کیا ہو گیا ہے زوہا تم ایسے کیوں بول رہی ہو، ویسے بھی میں بابا کو ایک بے بس باپ کے روپ میں ہر گز نہیں دیکھ سکتی، اس سے تو بہتر ہے کے میں اپنی خواہش کو کبھی زبان پر نا لاؤ، کیونکہ میرے لیے میرے اپنوں کی خوشی اور ان کی خواہش زیادہ معنیٰ رکھتی ہے، نا کہ اپنی خواہش۔"

وہ اپنے لہجے کو قدرے سخت بناتے ہوئے اسے جتا کر کہہ گئی۔ پھر جیسے اندر ہی اندر کچھ فیصلہ کر گئی تھی۔

"لیکن آپی۔"

وہ اس کی بات سے اختلاف کرتے ہوئے ابھی فقط اتنا ہی کہہ سکی کہ مرحہ اس کی بات کاٹتے فوری طور پر بولی۔

"میں ابھی آئی۔"

وہ ایک بھرپور نگاہ ڈال کر کہتی کمرے سے چلی گئی تھی۔ پیچھے وہ اسے جاتے ہوئے دیکھ اپنی گردن کو ترجیح کرکے ایک سرد سانس اپنے اندر اتارتے ہوئے کہنے لگی۔

"لیکن میرے لیے ہر چیز سے بڑھ کر میرے خواب ہیں میں سب کچھ برداشت کر سکتی ہوں، لیکن اپنے ادھورے خواب نہیں۔"

اس نے ایک ایک لفظ دانتوں کو بھینچ کر ادا کیا تھا۔ پھر اپنے سیاہ اسٹیپس میں کٹے ہوئے بالوں کو جوڑے کی شکل دیتی اپنی سائیڈ ٹیبل سے کچھ کاغذ نکال کر انھیں دیکھنے لگی تھی۔ جن میں کپڑوں کے منفرد منفرد ڈیزائن موجود تھے۔ جو خود اس نے اپنے ہاتھوں سے بنائے تھے۔ ڈیزائنگ ناصرف اس کی فیلڈ کا حصہ تھی۔ بلکہ اس کے خوابوں کا بھی ایک بڑا حصّہ تھی۔

وہ بے دھیانی میں جعفر صاحب کے کمرے سے نکلتی ہوئی راہداری میں چلی آئی۔ وہ زوہا کی بات سن کر کچھ دیر پہلے ہی بابا کے کمرے میں ان سے بات کرنے کی غرض سے گئی تھی انھیں یہ کہنے گئی تھی کے وہ اپنی خواہش سے دستبردار تو

ہو سکتی ہے مگر انھیں پریشان ہر گز نہیں دیکھ سکتی۔ وہ کہہ آئی تھی کے وہ جہاں کہے گے وہ وہاں شادی کر لے گی۔ اور رہی بات اس کی خواہش کی تو وہ کہہ آئی کہ "زندگی میں انسان کی ہر خواہش پوری نہیں ہوتی اور جو خواہش پوری نا ہو سکے اس کے پیچھے بھاگا نہیں کرتے۔" اس کی اس بات پر جعفر صاحب اسے شرمندہ سے دیکھائی دیے تھے۔ لیکن جیسے تیسے وہ انھیں مطمئن کر آئی تھی۔ کیونکہ وہ اپنے سے زیادہ دوسروں کے بارے میں سوچنے والوں میں سے تھیں۔ اور اپنے باپ کی خوشی تو اسے ہر چیز سے بڑھ کر عزیز تھی۔

وہ بابا کو مطمئن کر کے خود ہر گز بھی مطمئن نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے سست رفتار سے چلتی ہوئی راہداری سے گزرتے ہوئے اوپری حصے کو جاتی سیڑھیوں کی طرف بڑھنے لگی۔ ابھی اس سے پہلے کے وہ سیڑھیاں چڑھتی۔ یکدم ہی کسی نے اسے پکارا اور وہ پلٹ کر اپنے پیچھے نفیسہ چاچی کو دیکھنے لگی جو اسے نیند میں ڈوبی ہوئی سی نظر آئی تھیں۔

"مرحہ۔"

نفیسہ بیگم نے جمائی لیتے ہوئے اسے پکارا۔ جس پر پلٹ کر وہ ان کی جانب دیکھنے لگی پھر چند قدم چل کر ان کے پاس چلی آئی۔

"جی چچی۔؟؟"

اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھ کر پوچھا۔

"بیٹا شہرام ابھی تک آیا نہیں ہے، میری بات ہوئی تھی اس سے کچھ دیر پہلے اس نے کہا تھا کہ وہ دیر سے آئے گا، تو کیا جب وہ آجائے گا تو تم اسے کھانا دے دو گی، مجھے بہت نیند آرہی ہے، اور یہ بھی نہیں معلوم کے نجانے کب تک آئے گا یہ لڑکا۔"

نفیسہ بیگم نارمل سے لہجہ اپناتے ہوئے مجبوری کے تحت بولی۔ وہ ہر گز بھی اسے نا کہتی اگر انھیں واقعی نیند نا آرہی ہوتی۔

"ارے 'ارے کیا ہو گیا ہے چچی جان، آپ مجھے پہلے ہی کہہ دیتی تاکہ آپ کی اب تک نیند تو خراب نا ہوتی، آپ جائے سو جائیں آرام سے میں انتظار کر لوں گی اس کا، اور اسے کھانا بھی دے دونگی، آپ بے فکر ہو جائے۔"

وہ انھیں دیکھتے ہوئے اپنائیت سے بولی۔ اس کے کہنے پر نفیسہ بیگم پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتی ہوئی اپنے کمرے

کی طرف بڑھ گئی۔ جبکہ وہ سیڑھیاں چڑھنے کے بجائے ہال سے ہوتے لاؤنج میں ایک سنگل صوفے پر آکر بیٹھ گئی۔ جہاں سے داخلی دروازے کا منظر واضح طور پر دیکھا جاسکتا تھا۔

ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے وہ صوفے کی پشت سے اپنا سر ٹکائے ابھی نیند کی وادیوں میں جانے ہی لگی تھی کہ اس کی آنکھ گاڑی کی آواز کی وجہ سے یکدم کھلی۔ اور وہ فوری طور اپنی جگہ سے کھڑی ہوتی ہوئی چند قدموں کا فاصلہ مٹاتے ہوئے داخلی دروازے کی طرف بھاگی۔ جہاں سے شہرام رف سے حلیے میں کندھے پر نیوی بلو رنگ کا کورٹ لٹکائے اندر آرہا تھا۔ اور ہال کے داخلی دروازے پر مرحہ کو کھڑے دیکھ وہ چونکا۔ سنہری آنکھوں میں الجھن صاف دیکھائی دینے لگی تھی۔ اور اپنی یہ الجھن وہ اس سے پہلے دور کرتا۔ مرحہ بھی اسے اندر آتا دیکھ سوال کرتی ہے۔

"کہاں رہ گئے تھے شہرام اتنی دیر کردی تم نے یہ کوئی ٹائم ہے گھر آنے کا۔"

وہ قدرے سنجیدگی سے برہم ہو کر پوچھتی ہے۔ کیونکہ وہ بھلے ہی چچی کو اخلاقی طور پر سونے کے لیے بھیج چکی تھی مگر ان کے لاڈلے نے تو انتظار کروا کروا کر اسے ہی نیند سے دوچار کردیا تھا۔

"کیا آپ میرا انتظار کر رہی تھیں۔"

وہ پل بھر کو بے یقین ہوا۔ وہ دروازے میں ہی کھڑا اندر جانے کے بجائے اپنے سوال کا جواب جاننا چاہ رہا تھا۔

"کیا یہی کھڑے رہ کر ساری باتیں کر لوگے، یا اندر بھی آؤ گے۔"

مرحہ اس کے سوال کی بے تابی کو سمجھے بغیر کہتے ہوئے لاؤنج میں چلی آئی۔ شہرام بھی اس کی پیروی کرتے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے لاؤنج میں چلا آیا۔ پھر اپنے سوال کو دوبارہ دھرانا نہیں بھولا۔

"کیا آپ میرا واقعی انتظار کر رہی تھیں۔"

وہ بے تابی سے پوچھنے لگا۔

"ہاں کر رہی تھی۔"

وہ پلٹتے ہوئے ٹھہر کر دھیرے سے بولی۔ اس کی بات پر دل یکدم کھل اٹھا تھا۔ لیکن پھر اس کے اگلے جملے پر اس کی سنہری آنکھوں کی چمک ماند پڑی۔

"کیونکہ چچی جان کو بہت نیند آرہی تھی، اور انھوں کہا کے تم آؤ تو میں تمہیں کھانا دے دوں، بس اسی لیے جاگ رہی تھیں۔"

مرحہ اس کی حالتِ سے بے خبر تفصیلی اسے بتا گئی۔ وہ یکسر انجان رہی تھی اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات سے۔

"اوہ 'اچھا، پھر تو میں بلاوجہ ہی خوش فہم ہو گیا تھا۔"

وہ دھیرے سے بے اختیار کہہ گیا۔ سنہری آنکھیں ادھر اُدھر دیکھ رہی جبکہ شہد رنگ آنکھیں اپنے سامنے کھڑے اپنے کزن کو دیکھنے میں مشغول تھیں۔

"کیسی خوش فہمی۔؟؟"

وہ بغور اسے دیکھ کر جانچتی نظروں سے پوچھ بیٹھی۔

"کچھ نہیں، آپ کھانا نکالے میں بس ابھی فریش ہو کر آیا۔"

سنجیدہ تاثر سے کہتے وہ اپنے کورٹ کو ہاتھ میں پکڑے اوپری منزل کی سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ اس کے جاتے ہی وہ ناسمجھی سے کندھے آچکاتے ہوئے کچن کی طرف بڑھ گئی۔

ڈائنگ ٹیبل کی بائیں جانب والی پہلی کرسی کھینچ کر بیٹھے ہوئے ابھی اسے زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ سیڑھیوں کو پار کرتے ہوئے شہرام اسے اپنے نزدیک آتا دیکھائی دیا۔ بلیک رنگ کی جینز کے ساتھ سرمئی رنگ کی ڈھیلی ڈھالی سی ٹی شرٹ پہنے وہ اسے اب خاصہ تروتازہ دیکھائی دے رہا تھا۔ اس کے نزدیک پہنچ کر وہ چند پل میں ہی مرحہ کے سامنے والی کرسی کھینچ کر اس پر بیٹھ چکا تھا۔ کچھ پل یونہی کھانا کھاتے ہوئے خاموشی کی نظر گزرنے لگے۔ ابھی وہ کھانے سے فارغ ہونے ہی لگا تھا کے مرحہ اس کو کھانے سے فارغ ہوتا دیکھ اپنی کرسی سے کھڑی ہوتی جانے کے لیے کھڑی ہوئی۔ اسے جاتا دیکھ شہرام جو پوری توجہ سے کھانا کھانے میں مگن تھا۔ کھانے سے اپنا ہاتھ کھینچتے ہوئے ناچاہتے ہوئے بھی کہہ اٹھتا ہے۔

"ابھی تو میں نے کھایا بھی نہیں ہے، اور آپ ابھی سے جا رہی ہیں۔"

شہرام نے بغور اسے کہہ کر روکنا چاہا۔

"تم فارغ ہی ہونے لگے تھے کھانے سے تو، میں نے سوچا۔۔"

وہ شرمندگی سے کہتی ہوئی واپس سے اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔ البتہ نظریں کہہ کر شہرام پر سے ہٹالی۔ جبکہ وہ تو کھاتے ہوئے بھی وقفے وقفے بعد اس پر نگاہ ڈالنا نہیں بھول رہا تھا۔

"اٹس اوکے، ویسے کیا آپکے ہاتھ کی چائے مل سکتی ہے۔؟؟"

وہ اس کے ہاتھ کی چائے کی فرمائش کرنا نہ بھولا۔

"ہاں کیوں نہیں، تم جب تک کھانا کھاؤ میں تب تک چائے بنا کر لے آتی ہوں۔"

وہ کھڑی ہوتی ہوئی مُسکرا کر بولی۔ پھر چائے بنانے کی نیت سے کچن کی جانب بڑھ گئی۔ پیچھے شہرام کھانا ختم کرکے لاؤنج میں چلا آیا تھا۔ اور لاؤنج میں رکھے ڈبل صوفے پر بیٹھ کر اسکا انتظار کرنے لگا۔ تقریباً دس منٹ بعد وہ اسے ہاتھ میں چائے کی ٹرے پکڑے لاؤنج میں آتی ہوئی نظر آئی۔ اور وہ جو اپنی نگاہ ہی کچن کی جانب کیے بیٹھا تھا یکدم ہی اپنی نگاہ کا ارتکاز بدل گیا۔ ہاتھوں میں چائے کی ٹرے پکڑے وہ ایک کپ اسے دے کر اور دوسرا خود تھام کر سنگل صوفے پر براجمان ہو چکی تھی۔ ابھی چند ہی پل گزرے تھے کے کپ کو لبوں سے لگاتا وہ بے اختیار اس سوال کو آپنی زبان پر لے آیا جو صبح سے اسے بے چین کر رہا تھا۔

"پھر کیا سوچا آپ نے مرحہ جی۔؟"

وہ اسے دیکھ کر سوالیہ نظروں سے پوچھ بیٹھا۔ وہ جو چائے کا ابھی ٹھیک سے ایک سپ بھی نہ لے سکی تھی۔ شہرام کی یکدم سے کی جانے والی بات پر نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھنے لگتی ہے۔ پھر الجھے ہوئے انداز کے ساتھ پوچھنے لگی۔

"کس بارے میں۔؟؟"

وہ ہاتھ میں پکڑے کپ کو سامنے رکھی کانچ کی ٹیبل پر رکھتے ہوئے دھیرے سے گویا ہوئی۔

"جو آپ کے لیے رشتہ آرہا ہے، اس بارے میں۔؟؟"

سنہری آنکھوں میں ایک عجیب سی سرخی در آئی تھی یہ کہتے ہوئے۔

"جو بابا کو ٹھیک لگے گا، میں اس پر راضی ہوں، وہ جو فیصلہ کرے گے وہ بہتر فیصلہ کرے گے میرے لیے۔"

وہ مُسکراتے ہوئے سنجیدہ تاثر سے کہتے ہوئے اپنے دائیں جانب بیٹھے شخص کو تڑپا گئی تھی۔

"مطلب آپ راضی ہے،؟؟ آپ نے تایا جان کو ہاں بول دی۔؟؟"

وہ بے قراری سے سوال کر گیا۔اس کی سنہری آنکھوں میں سرخی کے ساتھ ساتھ نمی بھی اگلنے لگی۔ جس کو وہ مرحہ کی نظر سے بہت ہی مہارت سے چھپا گیا۔

"ہاں۔"

وہ بے دلی سے بولتی ہوئی۔ ایک بار پھر اپنے کپ کو ٹیبل سے اٹھاتے ہوئے اپنے لبوں سے لگا گئی۔اس کے منہ سے نکلے ہاں کو سنتے ہوئے شہرام کو اپنا آپ بکھرا ہوا سا محسوس ہوا۔

"اور آپ کی جاب کی خواہش کا کیا ہو گا۔"

وہ پوچھنا نہیں چاہتا تھا مگر نجانے کیوں پوچھ بیٹھا تھا۔ مرحہ جو چائے گھونٹ گھونٹ پی رہی تھی اور اس کے بعد یہاں سے جانے کا ارادہ رکھتی تھی۔اس کو اداسی سے دیکھنے لگتی ہے پھر اپنی شہد رنگ آنکھیں اس پر گاڑتے ہوئے کہتی ہے۔

"ہر خواہش پوری کہاں ہوتی ہے شہرام،ویسے بھی یہ تو میری ایک چھوٹی سی خواہش ہے، نا بھی پوری ہو تو کسے فرق پڑتا ہے۔"وہ اداسی سے کہتی چلی گئی۔

"کسی کو فرق پڑے یا نا پڑے لیکن مجھے پڑتا ہے۔"

اس کے کہنے پر وہ جواباً دل میں خود کہتا ہے۔اس کی روبرو کہنے کی ابھی اس میں اتنی ہمت کہاں سے آئی تھی۔ جو خود سے کہنے کے بجائے اسے کہتا۔ لیکن پھر اس کو اپنی جانب دیکھتا پا کر وہ بغیر سوچے سمجھے سوال کرتا ہے۔

"تو پھر آپ کی بڑی خواہش کیا ہے۔؟؟"وہ بے اختیار پوچھ بیٹھا۔

"تم سنو گے نا تمھیں عجیب لگے گی بہت،اس لیے رہنے دو۔"

خود سے خود ہی اپنی خواہش کو سوچتے وہ مسکرا اٹھیں۔

"میں جاننا چاہوں گا۔"شہرام کچھ متجسس ہوا۔

"میری خواہش ہے،کے کوئی مجھے اتنا چاہے کے میں رشک کروں اپنی قسمت پر۔"

وہ سنجیدگی سے اسے اپنی اولین خواہش کا بتا گئی۔

"سمجھے پھر تو یہ پوری ہوگئی ہے۔" وہ ہاتھ میں پکڑے کپ کو دیکھتے ہوئے ہولے سے بولا۔

"کیا مطلب۔؟؟" مرحہ نے ناسمجھی سے سوال کیا۔ اسے شہرام کی بات سہی طریقے سے سمجھ نہیں آسکی تھی۔

"میرا مطلب ہے، کے آپ تو اتنی پیاری ہیں آپ کو تو کوئی بھی چاہ سکتا ہے۔"

پہلی بار وہ اس ساری باتوں کے درمیان اب اس سے مستقل طور پر نگاہ ملاتے ہوئے بات کر رہا تھا۔

"اچھا اب ایسا بھی نہیں ہے۔" وہ کچھ کنفیوز سا بول کر بے اختیار مسکرا اٹھی۔

"آپ کو نہیں لگتا لیکن ایسا ہی ہے۔"

انداز یقینی سا ہوا تھا۔ اس کے یکدم سے کہنے پر اس کی مسکراہٹ سمٹی۔ پھر جانچتی نگاہوں سے اسے دیکھ کر استفسار کر بیٹھی۔

"وہ کیسے۔؟؟" اس کی نگاہوں میں واضح طور پر اس بات کو جاننے کا تجسس صاف طور پر دیکھائی دے رہا تھا۔

"کیونکہ میں خود۔۔۔۔"

وہ بے اختیار کہتے کہتے ٹھہر سا گیا۔ سنہری آنکھیں شہد رنگ آنکھوں سے ٹکرائی تھی۔ لمحوں کے کھیل میں شہرام کی آنکھیں دل میں چھپے بھید کو عیاں کرنے لگی۔ جن کو وہ آج تک کسی پر بھی واضح نہیں کرتا آیا تھا۔ مگر اگلے ہی پل مرحہ کے چہرے کے بدلتے تاثرات دیکھ وہ خود کو سنبھالتے ہوئے بولا۔

"میں خود اس بات کا گواہ ہوں کہ آپ کو جو کوئی بھی چاہے گا بڑی ہی شدت سے چاہے گا، کیونکہ اس کی چاہت عام ہرگز نہیں ہوگی۔"

وہ بات کو طول دیتا ہوا بات بنا گیا۔ پھر کچھ سوچ کر اسے خاموش دیکھ کر کہہ گیا۔

"میرے خیال سے اب مجھے نیند آنا شروع ہوگئی ہے، میں چلتا ہوں مرحہ جی۔"

وہ کہہ کر چند پل بھی رکا نہیں اور اسے یونہی خاموش بیٹھے دیکھ وہاں سے جا چکا تھا۔ جبکہ دوسری طرف اس کے لفظوں پر مرحہ کا دل ایک عجیب سی کش مکش سے دوچار ہوا کہ آخر وہ کیا کہنے والا تھا۔ کیا وہ یہی کہنے والا تھا جو اس نے ابھی کہا؟؟ یا کچھ اور؟؟" بیٹھے بیٹھے وہ اب خود سے سوچنے لگی۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

کمرہ مکمل اندھیرا میں ڈوبا تھا۔ بس ایک لیپ کی روشنی ہی تھی جو کمرے میں موجود رائٹنگ ٹیبل پر رکھا مدھم سا جل رہا تھا۔ مدھم روشنی میں کمرے کی کسی بھی چیز کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔ اگر کسی چیز کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا تو وہ تھا اس رائٹنگ ٹیبل کی کرسی پر بیٹھا وجود جس کے ہاتھ برق رفتاری سے چلتے ہوئے ٹیبل پر رکھی ہوئی اپنی ڈائری پر اپنے حرف چھوڑتے جارہے تھے۔ اس کی سنہری آنکھوں کے ساتھ ساتھ آج اس کے لفظ بھی اداس دیکھائی دے رہے تھے۔ وہ انتہائی اذیت سے خود پر جبر کرتا اپنے خوبصورت لفظوں کو اس ڈائری کی زینت بنا رہا تھا۔ آج تک یہ محبت بھرے لفظ وہ جس انسان کے لیے لکھتا آرہا تھا۔ آج ان لفظوں میں محبت کے ساتھ ساتھ شکوہ بھی شامل تھا وہ شکوہ جو اپنے تصور کے ذریعے وہ اس انسان سے ڈائری میں لکھ رہا تھا۔

"میری ڈائری کا ایک ایک لفظ میری محبت کے نام" وہ اپنی ڈائری کے ہر پنے کا آغاز انھیں لفظوں سے کرتا تھا۔ پھر اپنے باقی کے لفظوں کو ڈائری کے ہر پنے کی زینت بنا دیتا تھا۔

کیا لفظوں سے خود کو تول دوں میں

اپنی کہانی اوروں پر کھول دوں میں۔

میں ایسا تو نہیں جیسے پڑھ سکے کوئی۔

پھر کیا اپنی ذات کے پنوں کو پھاڑ دوں میں۔

کوئی خوش نہیں ہوتا مجھے خوش دیکھ کر

تو کیا لوگوں کے خاطر جینا چھوڑ دوں میں۔

میری آنکھوں میں اذیت کے کئی رنگ ہیں

تو کیا اس ڈر سے آنکھیں کھولنا چھوڑ دوں میں!

(تنزیلہ خان)

رات کے ساتھ ساتھ وہ بھی اداسی سے لفظوں کو لکھتا جا رہا تھا۔ نا صرف اسکا دل آج اداس تھا بلکہ اس کی روح تک پر اداسی نے اپنا قبضہ جما لیا تھا۔ لکھتے لکھتے یکدم ہی وہ اپنے ہاتھوں کو روک گیا۔ پھر کسی سوچ کے تحت خود سے بڑبڑاتے ہوئے کہتا ہے۔

"کیا میرے لفظ صرف مجھ تک ہی رہے گے، کبھی آپ تک نہیں جاسکے گے، کیا کبھی آپ کو میری محبت کا علم نہیں ہوسکے گا۔"

وہ افسردگی سے کہتا کہتا کرسی کے پشت پر اپنے سر کو گرا گیا تھا۔ کھڑکی سے دیکھائی دیتا آسمان کا منظر تاریکی سے چھٹتے ہوئے نیلاہٹ میں تبدیل ہونا شروع ہو گیا تھا۔

سورج کی نرم گرم دھوپ جب کھلی کھڑکی سے جھانکتے ہوئے اس کے چہرے پر پڑنے لگی۔ تو وہ یکدم ہی نیند سے بیدار ہوئی۔ بیڈ پر بیٹھی وہ جمائیاں لیتی خود کو پھر سے سونے سے باز رکھنے لگی۔ البتہ سنہری آنکھوں میں ابھی بھی نیند کی رمق دیکھی جاسکتی تھی۔ بلاشبہ اس نے اپنی آنکھوں اور بالوں کا رنگ اپنے بھائی سے چرایا تھا۔ پھر ایک نظر اپنے دائیں جانب والے دونوں بیڈ کی جانب دیکھا جو مرحہ اور زوہا کی موجودگی سے خالی تھے۔

پھر اپنے ہلکے بھورے گھنگھریالے بالوں کو کیچر میں قید کرتی وہ تیزی سے بیڈ سے اتر کر کمرے میں موجود واش روم کی سمت بڑھی تھی۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ وہ واش روم سے تروتازہ ہو کر باہر نکلی۔ اور نکلتے کے ساتھ ہی کمرے میں رکھی تین پھڑ والی الماری کی سمت چلی آئی جو اس کی زوہا اور مرحہ آپی کی تھیں۔

کچھ پل کی مشقت کے بعد آخر کار وہ اس میں سے ایک سیاہ رنگ کا سوٹ نکالنے میں کامیاب ہو کر پھر سے واش روم کی طرف بڑھی۔ اور اس بار اس کی واپسی قدرے دیر سے ہوئی تھی۔ سیاہ رنگ کی کرتی کے ساتھ سیاہ ہی ٹراوزر پہنے وہ بالوں کو تولیے میں لپیٹتے واش روم سے باہر نکلی۔ پھر اگلے ہی پل آئینہ کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ چند پل کی تیاری کے بعد وہ خود کو جائزہ لیتی نگاہ سے آئینہ میں دیکھتی۔ مطمئن ہوتی کمرے سے نکلتے ہوئے راہداری میں چلی آئی۔

راہداری سے گزر کر اب اس کے قدم دھیرے دھیرے بڑھتے ہوئے نیچی کی منزل پر جانے کے لیے بڑھنے لگے۔ سیڑھیوں کو پار کرتی وہ اگلے ہی پل نیچے کی منزل پر پہنچ کر ہال میں چھائی خاموشی کو محسوس کر گئی تھی۔ ابھی وہ سوچتی نگاہوں سے یہاں سے وہاں دیکھ رہی تھی کہ یکدم کچن سے آتی آوازوں پر وہ بغیر کچھ سوچے سمجھے کچن کی طرف بڑھی۔ کچن کے اندر قدم رکھ کر پہلی نگاہ اس کی مرحہ سے گزرتے ہوئے حمنہ چچی پر آکر ٹھہری تھی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

پھر چند قدم چل کر کاؤنٹر کے ساتھ لگی ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے نارمل سے انداز بولی۔اس کے برعکس حمنہ بیگم کچن میں رکھی چھوٹی سی ٹیبل پر ڈھیر ساری سبزیاں رکھے ان کی کانٹ چھانٹ کر رہی تھیں۔جبکہ مرحہ سلپ کے سامنے کھڑی سموسے بھرنے کا کام سرانجام دے رہی تھی۔

"کیا کر رہی ہیں آپ لوگ چچی جان۔؟؟"

وہ ناسمجھی سے باری باری ان دونوں پر نگاہیں ڈال کر حمنہ بیگم سے پوچھنے لگی۔اس کی موجودگی سے دونوں ہی لاعلم نہیں رہی تھی مگر کام زیادہ ہونے کی وجہ سے فرصت سے اس پر ایک بھرپور نگاہ بھی نہیں ڈال پائیں۔

"کل مرحہ کو دیکھنے لڑکے والے آرہے ہیں نا بس اسی لیے کل کے لیے کچھ چیزوں کا اہتمام کر رہے ہیں،اور کچھ تیاریاں رمضان کی بھی ہو رہی ہیں،کیونکہ اب دن بھی تو نہیں رہ گئے نا۔"

حمنہ بیگم مصروف سے انداز میں اسے ایک نظر دیکھ کر بتانے لگی۔ البتہ ہاتھ سبزیوں کی کٹنگ کرنے میں مشغول تھے۔دوسری طرف کھڑی مرحہ نے اپنے دل میں ایک اداسی کو گھلتے محسوس کیا۔وہ بے دلی سے سب کام کر رہی تھی۔لیکن اس کی بے دلی کو اب تک کسی نے محسوس نہیں کیا تھا۔کیونکہ وہ محسوس کروانا نہیں چاہتی تھی۔

"کیا واقعی ایسا ہے،اگر ایسا ہے تو کتنا مزہ آئے گا۔؟؟"

وہ خوشی سے کہہ کر ایک نظر حمنہ بیگم کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے مرحہ کو دیکھنے لگتی ہے۔ مشعل کو اپنی جانب مسکرا کر دیکھتا پا کر مرحہ بھی پھیکا سا مسکراتی ہے۔پھر چند پل تک وہ اپنی جگہ پر بیٹھے ان دونوں کو خاموشی سے اپنا کام کرتے ہوئے دیکھنے لگتی ہے۔پھر جیسے کچھ محسوس کرتے ہوئے استفسار کرتی ہے۔

"ویسے اتنی خاموشی کیوں ہے پورے گھر میں،باقی لوگ نظر نہیں آرہے،باہر ہال میں بھی کوئی موجود نہیں تھا خیر تو ہے۔"

وہ بغور حمنہ بیگم کی جانب دیکھ کر نارمل سے لہجے میں پوچھنے لگی۔

"تمھارے بابا اور تایا اور چاچو فیکٹری گئے ہیں، شہرام آفس گیا ہے، داداجان اپنے کمرے میں آرام کر رہے ہیں، رہی بات بی جان کی تو وہ نفیسہ بھابی کے ساتھ کسی کی عیادت کو گئی ہیں، زوہا کسی دوست کے گھر گئی ہے، عالیار کل گیا تھا نائٹ ڈیوٹی پر ابھی تک تو آیا نہیں ہے کسی بھی وقت آتا ہو گا، اور ذوھان اپنے کمرے میں ہو گا کوئی نیا ویڈیو گیم لایا تھا تو وہی

کھیل رہا ہے۔"

حمنہ بیگم اس کے استفسار کرنے پر ایک ایک فرد کے بارے میں اسے تفصیل سے بتاتی چلی گئیں۔

"اواچھا' خیر میں کچھ مدد کرواؤں آپ لوگوں کی۔"

وہ چچی جان کے بتانے پر فقط اتنا بول کر ان دونوں کی مدد کروانے کے لیے اپنی ذات کی پیش کش ان کے آگے کرنے لگی۔اس کے کہنے پر مرحہ کے ساتھ ساتھ حمنہ بیگم نے بھی بغور اسے پر سوچ نگاہوں سے ایک نظر دیکھا۔پھر ایک دوسرے کو دیکھتی ہوئی۔ کچھ سوچ کر حمنہ بیگم ٹھہر ٹھہر کر بولی تھی۔

"ہاں بیٹا کیوں نہیں بس دھیان سے کرنا، تاکہ کوئی بھی کام بس بگڑے نہیں۔"

بھلے سے ہی وہ ہر کام بگاڑ دیتی تھی مگر حمنہ بیگم کی تو گویا جان بستی تھی مشعل میں وہ انھیں سب سے زیادہ عزیز تھی۔ تبھی تو انھوں نے اپنے عالیار کے لیے اسے چنا تھا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ وہ بھلے کتنی ہی پھوہڑ اور لاپرواسہی مگر وہ دل کی صاف اور اچھی ہے۔اور ان کی نظر میں ایک ایسی ہی لڑکی کی ان کے سب سے قابل بیٹے کو ضرورت تھی۔

"جی چچی جان میں آرام سے کروں گی، آپ بس بتادیں کیا کرنا ہے۔؟؟"

اس نے حمنہ بیگم کے کہنے پر مسکراتے ہوئے سادگی سے کاؤنٹر کے آگے لگی کرسی پر سے اٹھتے ہوئے کہا۔مرحہ جو اپنے کام میں مصروف جلدی جلدی سموسوں کو بھر رہی تھی۔بے اختیار اسے دیکھنے لگتی ہے۔نجانے کیوں اس کے دل میں خیال آیا کے "مشعل آج پھر سے کام کرنے کے بجائے کام بگاڑ دے گی"

"وہ اوپر اس کیبنیٹ میں چنے کی دال کا ڈبا ہے بڑا والا اسے آرام سے اتار کر تھوڑی سی چنے کی دال نکال کر مجھے بین کر دے دو، تاکہ میں شامی کباب کے قیمے میں ڈال دوں۔"

حمنہ بیگم اسے اشارے سے کیبینٹ کی جگہ بتاتے ہوئے دھیرے سے کہتی ہیں۔

"جی اچھا میں بس ابھی کر دیتی ہوں۔"

وہ ان کے بتانے پر کہتی ہوئی ان کے بتائے ہوئے مخصوص کیبنٹ کی طرف چلی آئی پھر اسے کھول کر دال کے ڈبے کی جانب دیکھنے لگی جو قدرے اوپر کو رکھا ہوا تھا۔بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ اپنی سنہری آنکھوں سے اسٹول کی تلاش کرنے لگی تبھی اسٹول اسے اپنے بائیں جانب رکھا ہوا دکھائی دیا اور وہ چند قدم چل کر اس اسٹول کو اٹھاتے

ہوئے اس کیبنیٹ کے نیچے سیٹ کرنے لگی۔ پھر سنبھال کر اس پر چڑھ گئی۔ مرحہ ڈر ڈر کر پل پل بعد اس کی کاروائی کو دیکھ رہی تھی جبکہ حمنہ بیگم مطمئن ہوتی اپنے کام میں مگن تھی۔ ان کے نزدیک وہ اتنا سا کام تو کر ہی لے گی۔ وہ اوپر چڑھی اس دال کے ڈبے کو ہاتھ بڑھا کر اتارنے کی مشقت کرنے لگی جو ابھی بھی اس کی پہنچ سے دور تھا۔

چند پل کی مشقت کے بعد جب ڈبہ اس کی پہنچ میں نا آیا تو وہ پنجوں کے بل کھڑے ہو کر دال کے ڈبے کو پکڑنے میں کامیاب ہو گئی۔ ابھی وہ ڈبے کو ہاتھوں میں لے ہی پائی تھی کے لکڑی کا اسٹول جو اس کے اچکنے سے ہلنے لگا تھا اور تیزی سے ہلا پڑا۔ بس لمحوں کا کھیل تھا اور وہ یکدم ہی دال کے بڑے سے ڈبے کے ساتھ نیچے آ گری۔ اور دال کا ڈبہ کھل کر ڈھڑام سے زمین بوس ہوتے ہوئے ڈبے میں موجود دال کو کچن کی پورے فرش پر بکھیر گیا۔

اس کے گرنے پر مرحہ اس کی مدد کرنے اس کی طرف بڑھی تھیں۔ جب کے حمنہ بیگم بے اختیار ایک ہاتھ اپنے سر پر مارتے ہوئے اسے ضبط بھری نگاہ سے دیکھنے لگیں۔ ابھی اس سے پہلے کے حمنہ بیگم یا مرحہ کچھ بولتے۔ اور وہ شرمندہ ہوتی۔ وہ اس شرمندگی سے بچنے کے خاطر کھڑی ہوتی ہوئی اپنی کونی میں لگی چوٹ کو نظر انداز کرتی جو اوپر سے گر کر اسے لگی تھی وہ فوری طور پر کچن سے باہر کی جانب بھاگی تھی۔ اس کے جاتے ہی مرحہ نے اپنی چچی کو دیکھ کر کندھے آچکائے تھے۔ جبکہ حمنہ بیگم تاسف سے سر ہلاتی ہوئی ایک بار پھر اپنے کام میں جت گئی تھی۔ کیونکہ اس کام کے بعد انھیں یہ کام بھی کرنا تھا جو مشعل بی بی پھیلا کر گئیں تھیں۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ شرمندگی سے بچنے کے خاطر کچن سے نکل کر گارڈن میں چلی آئی تھی۔ اور اب گارڈن میں رکھی کرسی پر بیٹھتے ہوئے اپنی کونی میں لگی چوٹ کو دیکھنے لگی۔ جو دیکھنے میں تو معمولی سی تھی مگر مشعل بی بی کے لیے بہت بڑی تھی۔

گارڈن میں رکھی لکڑی کی کرسی پر بیٹھے وہ اپنی دائیں کونی کو اٹھاتے ہوئے جائزہ لیتی نگاہ سے دیکھنے لگی۔ پھر دل ہی دل میں سوچنے لگی کے آخر کو ہر کام اس سے سنوارنے کے بجائے بگڑ کیوں جاتا ہے۔

وہ جتنا کام کو سنبھل کر کرتی ہے اس سے کوئی نا کوئی گڑبڑ ہو ہی جاتی ہے۔ اس لیے اس نے آج تک صرف اس ڈر کی وجہ سے زیادہ کسی کام کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ ابھی وہ ایسی ہی بیٹھی اپنی کونی کی چوٹ کو دیکھ رہی تھی کہ اچانک اس کی نگاہ گارڈن کی گھاس کی جانب گئی۔ جو سوکھی ہوئی سی معلوم ہوتی تھی۔ یکدم اس کی سنہری آنکھوں میں پر سوچ سی لکیر

ابھری اور وہ کچھ سوچ کر کھڑے ہو کر چلتی ہوئی پانی کے ٹینکر کی طرف آگئی۔ جہاں دیوار کے ساتھ ایک بڑا سا نیلے رنگ کا پائپ رکھا ہوا تھا۔ جو گارڈن کے اندورنی حصے میں تھا۔

وہ پائپ کو اٹھاتے ہوئے دیوار پر لگے نلکے سے فکس کرتی پائپ کو کھولتی ہوئی پائپ کو کھینچ کر اپنے ساتھ لاتے ہوئے پھر وہی آگئی تھی جہاں اب سے چند پل پہلے بیٹھی ہوئی تھی۔ پھر ایک نظر گھاس کو دیکھتی ہوئی پھر سے ٹینکر والے حصہ میں آکر نلکے سے پانی کھولتی واپس سے اسی طرف آجاتی ہے اور پھر زمین سے پائپ کو اٹھاتے ہوئے جس میں سے لبالب پانی بہنا شروع ہو گیا تھا وہ گارڈن کے چاروں اطراف گھومانے لگی تھی۔ مسکراتی ہوئی ابھی وہ ہر بات سے غافل ہاتھ میں پکڑے پائپ کو چاروں اطراف گھوماتے ہوئے گارڈن کی خشک ہوتی گھاس کو تر کر رہی تھی کہ ٹھیک اسی لمحے چوکیدار بابا نے حسن آرا منزل کا داخلی انٹیرنس کا دروازہ کھولا۔ ایک سفید رنگ کی گاڑی کار پورچ میں داخل ہوتے ہوئے رکی اور اس میں سے سفید پینٹ پر بلیک شرٹ پہنے بکھیرے ہوئے سے بالوں کے ساتھ عالیار باہر نکلا۔ ہاتھ میں آور آل ڈالے اس کی سرمئی آنکھوں میں نیند کی رمک نمایاں دیکھائی دیتی تھی۔ وہ بڑے بڑے قدم لیتا کار پورچ سے ہوتے ہوئے گارڈن میں ابھی داخل ہوا ہی تھا کے اس کی نظر سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھ کر ٹھہر سی گئی۔ جو سیاہ سوٹ زیب تن کیے پودوں کو پانی دے رہی تھی۔

وہ اندر بڑھنے کے بجائے بے اختیار اس لڑکی کی طرف بڑھا جس کی پشت سے اس کو پہچان پانا مشکل تھا لیکن اس کے پشت پر لہراتے اسکے بھورے گھنگھریالے بال چند پل میں ہی اس لڑکی کی شناسائی اس کو کروا گئے۔ اور وہ بلا ارادہ ہی اسے پکارتا ہے۔

"مشعل۔"

وہ نارمل سے لہجے میں اسے مخاطب کر گیا تھا۔ اس کے مخاطب کرنے پر مشعل جو اس کی موجودگی سے یکسر انجان ہاتھ میں پائپ پکڑے اسے گھما گھما کر پودوں کو پانی دینے میں مگن تھی۔ کسی جانی پہچانی آواز پر یکدم ہی پلٹتی ہے۔ اور نا صرف پلٹتی ہے بلکہ ہاتھ میں پکڑے پائپ سے اپنے پیچھے کھڑے اس شخص کو بھی نہلا دیتی ہے۔ عالیار اس حملے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اور یکدم ہی اپنے اوپر پائپ سے پانی پڑنے پر دونوں ہاتھوں کو اپنے آگے لا کر پانی کو خود پر پڑنے سے روکتے ہوئے قدرے بلند آواز میں کہتا ہے۔

"کیا کر رہی ہو مشعل، بند کرو اسے تمھارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا، بند کرو۔"

وہ خود کو بچاتے ہوئے تقریباً چیخ ہی تو پڑا تھا۔ عالیار کو اپنے پیچھے دیکھ اور پائپ کے پانی سے اسے گیلے ہوتے دیکھ مشعل کے تو اوسان ہی خطا ہونے لگے۔ اور وہ پائپ کو عالیار کے ہی منہ کے سامنے رکھے پائپ کو نا سمجھی سے آگے کی سمت سے بند کرنے لگتی ہے۔ اسے اس وقت کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کے وہ کیا کر رہی اسکا دماغ یکدم ہی کام کرنا بند کر گیا تھا۔ اور وہ ابھی بھی پائپ کو عالیار کے سامنے کرے منمناتے ہوئے کہتی ہے۔

"میں کر رہی ہوں، لیکن یہ بند ہی نہیں ہو رہا ہے، میں کیا کروں۔"

وہ پائپ کو اور شدت سے آگے سے بند کرنے کی کوششیں کرنے لگی۔ مگر وہ بند تو جب ہو تا جب وہ وہاں سے بند ہونے والا ہوتا۔ ایسے ہی کرتے کرتے وہ عالیار کو تقریباً پورا ہی بھیگا گئی تھی۔ ابھی وہ ایسے ہی کر رہی تھی کے عالیار ایک ہاتھ آگے بڑھتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے خود کے چہرے کو بچاتے ہوئے اس کے ہاتھوں سے پائپ کو لے چکا تھا۔ اور فوری طور پر اسے زمین پر پھینکتے ہوئے خود پر ضبط کرتا قدرے غصے سے چیخ پڑا۔

"بند نہیں ہو رہا تھا تو زمین پر تو پھیکا جا سکتا تھا نا اسے، کیا اتنی بھی سمجھ نہیں ہے تم میں، پورا بھیگا کر رکھ دیا یار، حد ہے تم سے۔؟؟"

وہ تقریباً قدرے بلند آواز میں بولا۔ اس کے کہنے پر مشعل کچھ کہنا چاہتی تھی مگر اس کو اس قدر غصے میں دیکھ خود کو کچھ بھی کہنے سے باز رکھے۔ وہ شرمندگی کے مارے گارڈن کی گیلی گھاس کو گھورنے لگی جس کو گیلا کرنے کے چکر میں وہ عالیار کو ناراض کر گئی تھی۔ اس کو خاموش پا کر وہ ایک سرد نگاہ سے اسے دیکھتے ہوئے اپنے گیلے کپڑوں کو ہاتھوں سے جھاڑتا تیزی سے اندر کی طرف بڑھا۔ پیچھے وہ اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے غصے سے خود سے بڑبڑائی۔

"ایک کام 'ایک کام مشعل بی بی، جو تم ٹھیک طرح سے کر لو، شاید نہیں وہ کام تو اب تک بنا ہی نہیں دنیا میں میرے لیے، جسے میں ٹھیک طرح سے کر سکوں۔" وہ خود سے خود کو ہی طنزیہ انداز میں لتاڑنے کے بعد اب گارڈن کے چکر کاٹنے لگی تھی۔ پھر گہری سانس اپنے اندر اتارتے ہوئے برق رفتاری سے خود بھی اندر کی طرف بڑھی۔ اب اس کے قدموں کی رفتار نے عالیار کے کمرے کے باہر ہی جا کر رکنا تھا اتنا اسے معلوم تھا۔

____

وہ ہلکی سی دستک دیتی عالیار کے کمرے میں داخل ہوئی۔ اور اسے کمرے میں ناپا کر بے وجہ ادھر اُدھر دیکھنے لگتی ہے۔ تبھی اسے کمرے میں موجود واش روم سے شاور سے پانی گرنے کی آواز آتی سنائی دیں۔ اور اس کی موجودگی کو کمرے میں ہی محسوس کرتی وہ اس کا انتظار کرنے کی غرض سے کمرے میں موجود جہازی سائز بیڈ پر ٹک سی گئی۔ ابھی وہ ایسے ہی یہاں وہاں نگاہیں دوڑا رہی تھی کے اس کی نگاہیں بیڈ کراؤن سے ہوتے ہوئے بیڈ کی بیک سائیڈ کی دیوار پر لگی تصویروں پر ٹھہر سی گئی۔

نگاہیں جمائے ابھی وہ دیوار پر لگی ہوئیں عالیار کی بچپن کی تصویروں کو ہی مسکراتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ کے وہ تولیہ سے سر رگڑتے ہوئے واش روم سے باہر نکلا۔ اور کمرے میں موجود مشعل کو دیکھ کر اس کے ماتھے پر کئی شکنیں ابھر کر واضح ہوئی۔ اور اب کی بار وہ ہر لحاظ بھلائے اس سے سخت بے زار ہوتا ہوا بولا۔

"تمھیں چین نہیں ہے کیا؟؟، یا ابھی بھی کوئی کسر باقی رہ گئی تھیں، جو منہ اٹھا کر یہاں چلی آئی۔؟؟"

وہ آج ہر لحاظ بھول جانا چاہتا تھا۔ آخر کو وہ کیوں کرتا اسے برداشت۔ اسے سخت چڑ ہوتی تھی مشعل جیسی لڑکیوں سے۔ اور اسی کو منگیتر بنا کر گھر والوں نے اس کے سر پر سوار کر دیا تھا۔ وہ جو بیڈ پر بیٹھی اس کی تصویروں کو بڑی ہی محبت سے دیکھ رہی تھی۔ اچانک سے اس کے واش روم سے نکلنے اور اسے دیکھ کر آگ بگولہ ہو کر کہنے پر اسے اپنی ہتک کا احساس ہوا اور وہ چند لمحوں تک تو کچھ کہہ ہی نہیں سکی۔ پھر قدرے سنبھل کر دھیرے سے اپنی صفائی پیش کی۔

"میں وہ' معافی مانگنے آئی تھی، میں نے جان بوجھ کر نہیں کرا ایسا۔"

وہ بیڈ سے اٹھتی ہوئی بولی۔ وہ ہرگز بھی اس کی نگاہوں میں اپنے لیے غصہ نہیں دیکھ سکتی تھی مگر وہ آج دیکھ رہی تھی۔ اور پچھلے پانچ سال سے اکثر ایسا ہی دیکھتی آ رہی تھی۔

"کس' کس سے اور کب تک اپنے کارناموں کی معافی مانگتی رہو گی مشعل بی بی، کبھی تو خود کو سدھر جانے کا موقع بھی دو، تاکہ لوگوں کو تمھاری وجہ سے نقصانات نا پہنچے۔"

وہ طنزیہ انداز میں دو قدم اس کی جانب بڑھتے ہوئے بولا۔ پھر ہاتھ میں پکڑے تولیہ کو بیڈ پر اچھال دیا۔

"میں کبھی بھی کچھ بھی جان کر نہیں کرتی ہوں، یہ تو بس نجانے کیوں۔"

اس کے طنزیہ انداز پر وہ ضبط کرتی بے بسی سے کہہ ہی رہی تھی کے وہ اس کی بات کو بیچ میں کاٹتے ہوئے بولا۔

"خود سے ہو جاتا ہے یہی کہو گی نا۔"

وہ جیسے اس کے لفظوں کو جانتا تھا۔ تبھی طنزیہ مسکراہٹ لبوں پر سجاتے ہوئے جتا گیا۔ اس کے لہجے کی چبھن بہت اندر تک مشعل کو محسوس ہوئی تھی۔ اس وقت اسے اپنی تذلیل شدت سے محسوس ہوئی۔

"اگر اتنی ہی خامیاں ہیں مجھ میں تو آپ سوچ لے ہمارے رشتے کے بارے میں، میرے ساتھ زندگی کہی مشکل نا ہو جائے آپکی۔"

ناجانے کیوں وہ بڑے ہی ضبط سے یہ سب کہہ گئی تھی۔ آج اس کی طنزیہ گفتگو پر اسے اپنی ذات کا عکس اس کی آنکھوں میں صاف نظر آیا تھا۔ اسے نظر آیا تھا کہ جس کی اس کے دل میں آتی اہمیت ہے۔ اس کی نظر میں تو خود اس کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے۔

"وہ رشتہ جس کی ویلیو میری نظر میں کبھی بنے گی ہی نہیں، تم چاہتی ہو میں اس کے بارے میں سوچوں۔"

وہ جوابی طنزیہ مسکراہٹ سے سوال کر گیا۔

وہ آج اس سے بات کلیر کر لینا چاہتا تھا۔ کیونکہ وہ اب اور اس سب میں پھنس کر نہیں رہ سکتا تھا۔ وہ چاہتا تو خود بھی بی جان کو منا کر کے کب کا یہ رشتہ ختم کروا سکتا تھا۔ مگر وہ خود برا بننا نہیں چاہتا تھا کم سے کم اپنی ماں کی نظر میں تو ہرگز نہیں۔ اور وہ یہ بات بھی اچھے سے جانتا تھا کے مشعل اس کی ماں کو کتنی پسند ہے۔

اس لیے وہ اب تک خاموش رہا تھا۔ لیکن اسے موقعے کی تلاش تھی تا کہ مشعل خود اس رشتے کو ختم کروا دے۔ اس لیے آج موقع ملنے پر وہ مشعل کو اس قدر بے زار کر دینا چاہتا تھا خود سے کے وہ خود ہی رشتہ ختم کروا دے۔ مگر یہی تو اس کی سب سے بڑی بھول تھیں کے اس سے رشتے کو ختم کروا کے وہ کبھی سکون سے بیٹھ سکے گا۔

"اگر ایسا ہی ہے میں اتنی ناقابلِ برداشت ہوں آپکے لیے، تو اب تک یہ رشتہ ختم کیوں نہیں کیا آپ نے۔؟؟"

وہ بولتے بولتے بے بسی کی آخری انتہا پر دیکھائی دیتی تھی۔ آج عالیار کی بے رخی اس کے دل کے ساتھ ساتھ اس کی ذات پر بھی گہرے نشان چھوڑ رہی تھی۔ وہ نشان جو اب اس کی ذات میں ایک عجیب تبدیلی لے کر آنے والے تھے۔

"یہی تو مجبوری ہے میری، کے تم سے یہ رشتہ اب تک جڑا ہوا ہے، اگر تم ماں کی فیوریٹ نا ہوتی تو میں کب کا اس رشتے کو ختم کروا دیتا۔"

وہ سنجیدگی سے کہتا اسے حیران کر گیا۔ مشعل بس اسے ضبط سے دیکھے گئی۔ پھر بغیر کچھ کہے وہاں سے چلی گئی۔ جب کے عالیار کو اس کا یوں خاموشی سے چلے جانا سمجھ نہیں آیا تھا۔ اس کے نزدیک اسے لگ رہا تھا کے وہ واویلا کرے گی پھر بات بڑے گی اور یوں ان دونوں کا رشتہ ختم ہو جائے گا۔ مگر مشعل تو اس سب کے برعکس خاموشی سے وہاں سے چلی گئی تھی۔ اور یہ بات عالیار کو پریشان کرنے کے لیے کافی تھی۔

نجانے کا رات کونسا پہر تھا جب اس کی آنکھ بھوک کی شدت کی وجہ سے کھلی اور وہ یکدم ہی اٹھ بیٹھی۔ وہ شام میں دوست کے گھر سے آنے کے بعد ایسے ہی سو گئی تھی۔ اور تب سے اب تک کچھ نہیں کھایا تھا۔ اور اب بھوک کی شدت نے اسے ناچاہتے بھی اٹھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ کمرے میں مکمل تاریکی اس بات کی نشاندھی کر رہی تھی کے باقی دونوں نفوس بھی سونے میں مشغول تھے۔ سائڈ ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھاتے اس کی لائٹ اون کرتی وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔ ہاتھ میں پکڑے فون کی لائٹ بند کرتی وہ دھیرے دھیرے راہداری سے گزرتے ہوئے نیچے کی منزل پر چلی آئی۔

اب اس کی قدم برق رفتاری سے کچن کی جانب تھے۔ بلیک ڈھیلے سے ٹراوزر پر گلابی رنگ کی ڈھیلی ڈھالی سی کرتی پہنے وہ بالوں کو جوڑے میں قید کرے ہوئے تھی۔ کچن میں قدم رکھ کر وہ دائیں جانب والے کیبینیٹ کی طرف آ گئی پھر اس کو کھولتی اس میں سے ایک پیکٹ نما چیز بر آمد کرتی وہ چولے کے پاس چلی آئی۔ پھر چولہے پر ایک چھوٹی دیگچی کو چڑھا کر تھوڑا پانی ڈالتی وہ اس میں اس پیکٹ کو کھالی کرتے ہوئے اس میں دھیرے دھیرے چمچہ چلانے لگی۔ ڈھیلے سے جوڑے میں دو چار آوارہ لٹیں جوڑے سے نکلتے ہوئے چہرے پر جھولنے لگی تھی۔

ابھی وہ ایسے ہی اپنے کام مگن تھی کے ذوھان کچن میں داخل ہوا اور اسے رات کے اس وقت دیکھ کر قدرے چونکا۔ زوہا بھی اس کی موجودگی سے لاعلم نہیں رہ پائی تھی۔ مگر پھر بھی اسے نظر انداز کرے وہ اپنے کام میں مگن دیکھانے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔ ذوھان جو اپنے کسی کام سے آیا تھا۔ اپنے کام کو بھلائے بغیر کچھ کہے بغور کھڑا اسے دیکھتا

رہا۔ زوہا جو اس کے جانے کی خواہش مند تھی مگر اس کے اسی طرح کھڑے ہو کر اسے دیکھنے پر آخر کار زچ ہو کر کہنے لگتی ہے۔

"تم جو کام کرنے آئے تھے وہ کرو اور جاؤ یہاں سے۔"

وہ چمچے کو پتیلے پر پھینکنے کے انداز میں رکھتی ہوئی بولی۔

"کرنے تو کچھ اور ہی آیا تھا، مگر کیا کرو کسی کی موجودگی نے مجھے وہ کام ہی بھلا دیا۔"

وہ اسے دیکھ کر شوقیہ انداز میں گویا ہوا۔

"دیکھو تم نا زیادہ فلرٹ کرنے کی کوشش مت کیا کرو مجھ سے۔"

وہ چڑتے ہوئے قدرے سرد انداز میں ذوھان کو اور اکسا گئی۔ کیونکہ زوہا کا چڑنا ہی تو اسے پسند تھا۔

"فلرٹ تو وہاں کروں نا میں جب چیز میری اپنی ناں ہو، اور الحمدللہ آپ تو فقط میری ہیں۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولتا سامنے کھڑی لڑکی کو آگ ہی تو لگا گیا تھا۔

"میں۔۔۔ تمھیں۔"

وہ ضبط سے کہتے کہتے اپنے دائیں ہاتھ کو غصے سے اس کی طرف بڑھاتے ہوئے رکی۔ پھر جیسے کچھ سوچ کر اپنی مُٹھی بند کرتے ہوئے ذوھان کو ضبط کے قدرے آخری مراحل پر دیکھائی دی۔ اس کے ایسا کرنے پر ذوھان کی مسکراہٹ گہری ہوتی چلی گئی اور وہ ایسے ہی کھڑا اسے پھر سے اپنے کام میں مشغول دیکھنے لگا۔ پھر ایک نظر پتیلے میں جھانک کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نوڈلز بنا رہی ہو۔؟؟" دیکھنے کے باوجود بھی وہ استفسار کرے بغیر نا رہ سکا۔

"دیکھائی نہیں دے رہا جو پوچھ رہے ہو۔؟؟"

وہ بھی دوبدو طنزیہ انداز میں لفظوں کو چبا چبا کر کہہ گئی۔ پھر پاس رکھے چمچے کو اٹھاتے ہوئے ایک بار پھر سے دیگچی میں چلانے لگی۔ جس میں تیار ہوتے نوڈلز تقریباً آخری مرحلے میں تھے۔

"ٹھیک ہے تو، تھوڑے سے مجھے بھی دینا۔"

وہ کہتے ہوئے پلٹ کر دائیں جانب کی کیبنیٹ سے فوگ اور ایک باؤل نکالنے لگا۔

"میں تمھیں ہر گز بھی نہیں دونگی تمھیں کھانی ہے تو بنالو اپنے لیے۔"

وہ اس کی پشت کو گھورتے ہوئے قدرے سختی سے بولی۔ وہ پلٹ کر آنکھیں چھوٹی کر کے اسے گھورتا ہے۔ پھر اس تک آکر اسے دیکھتے ہوئے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہتا ہے۔

"جو تمھارے ساتھ زندگی شئیر کرنا چاہتا ہے تم اس کے ساتھ ایک میگی شئیر نہیں کر سکتی لڑکی۔"

وہ تاسف کا مظاہرہ کرتے ہوئے دھیرے سے گویا ہوا۔

"ٹھیک ہے میں میگی شئیر کروالیتی ہوں، تم بدلے میں میری جان چھوڑ دو۔"

وہ اس کی بات پر جیسے کچھ سوچ کر کہتی ہے۔

"کیا مطلب۔؟؟"

وہ باؤل کو سلپ پر رکھتے ہوئے ناسمجھی سے پوچھنے لگا۔ کیونکہ اسے واقعی زوہا کی بات سمجھ نہیں آئی تھی۔

"میں تمھیں میگی دے دیتی ہوں، تم کسی اور سے شادی کرلو سمپل۔"

وہ اسے دیکھ کر عام سے لہجے میں بولی۔ جیسے کے بہت عام بات کر رہی ہو۔ اس کی بات پر ذوھان چونکتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے پر یکدم ہی سختی در آئی۔

"تم ایک چیز کے بدلے مجھ سے میری زندگی مانگ رہی ہو۔؟؟"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ اب قدرے سنجیدہ ہو چکا تھا۔ اسے ذرا پسند نہیں آئی تھی زوہا کی یہ بات۔

"زندگی نہیں مانگ رہی، بس ایک ڈیمانڈ کر رہی ہوں۔"

وہ نارمل سے انداز میں کندھے آچکاتے ہوئے کہہ گئی۔

"جو تم مانگ رہی ہونا، وہ میرے لیے میری اپنی زندگی سے بھی زیادہ قیمتی ہے سمجھی تم۔"

وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں قدرے سنجیدگی سے جتاتے ہوئے کہہ کر وہاں رکا نہیں تھا۔ بلکہ کچن سے نکلتا چلا گیا تھا۔ پیچھے وہ اسے جاتا ہوا دیکھ خاموشی سے لاپرواہ بنی ایک بار پھر اپنے کام میں لگ جاتی ہے۔ پھر جلدی جلدی ذوھان کے نکالے گئے باؤل میں نوڈلز کو انڈیلتے ہوئے طریقے سے ہر لائٹ کو بند کرتی ہوئی کچن سے باہر نکل کر اوپری حصے کی طرف بڑھنے لگتی ہے۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر ابھی اس نے ایک ہاتھ میں باؤل پکڑے ہوئے دوسرے ہاتھ سے موبائل کی لائٹ ہی جلائی تھی کے لائٹ کی روشنی کمرے کے اطراف سے ہوتی ہوئی بیڈ پر بیٹھی کھوئی ہوئی سی کیفیت میں مبتلا مشعل پر پڑی جو اس کے جانے سے پہلے تو سو رہی تھی۔ لیکن اب بیڈ پر بیٹھی جاگ رہی تھی۔ اس کو ایسے بیٹھے دیکھ زوہا تجسّس سے اس کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھ گئی۔

"مشعل کیا ہو گیا تم جاگ رہی ہو، تم ٹھیک تو ہو۔؟؟"

وہ اسے دیکھتے ہوئے فکر مندی سے استفسار کرنے لگی۔ ایک ہی پوزیشن میں کھڑی وہ اس کو سیاہ آنکھوں سے بغور دیکھنے لگی۔ ہاتھ میں پکڑی ہوئی فلیش لائٹ ٹھیک مشعل کے چہرے سے گزرتے ہوئے کمرے کو روشن کرنے میں بھی کامیاب ہو رہی تھی۔ درمیان والے بیڈ پر مرحہ ان دونوں سے غافل بے خبر نیند سو رہی تھی۔ مشعل جو کسی گہری سوچ میں غرق تھی۔ اس کے پوچھنے پر یکدم ہی اپنی سوچوں کو جھٹکتے ہوئے کہتی ہے۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں، سو جاؤ تم بھی مجھے بھی نیند آ رہی ہے۔"

اس کے سوالوں سے بچنے کے خاطر دھیرے سے کہہ کر لیٹ جاتی ہے۔ اور چادر کو منہ تک اوڑھ لیتی ہے۔ جب کے اس کے بیڈ کی پائنتی کی طرف کھڑی زوہا نا سمجھی سے الجھتے ہوئے اپنے بیڈ پر آ کر بیٹھ جاتی پھر ایک الجھی ہوئی سی نظر مشعل پر ڈال کر ہاتھ میں پکڑے نوڈلز کے باؤل کی جانب متوجہ ہو جاتی ہے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

حسن آرا منزل میں آج صبح سے ہی افرا تفری کا راج قائم تھا۔ ہر کوئی کچھ نا کچھ کرنے میں مگن دیکھائی دیتا تھا۔ حسن آرا منزل کے اندر قدم رکھے تو آپ کو گارڈن میں ایک وجود ہاتھ میں فٹبال لیے کھیلتا ہوا دکھائی دے گا۔ گھر میں کاموں کی افرا تفری کے ساتھ ساتھ گھر والوں کی بھی بھاگم ڈور دیکھ کر بھی اس کی ذات میں خاصہ کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ وہ اپنی مستی میں مگن فٹبال لیے ناشتے کرنے کے بعد سیدھا گارڈن میں ہی چلا آیا تھا۔ اور تب سے اب تک وہ فٹبال ہی کھیل رہا تھا۔ ابھی اسے فٹبال کھیلتے تقریباً آدھے سے ایک گھنٹہ ہی گزرا تھا کہ صدیقی صاحب جو اپنے فیکٹری کے کسی کام کے لیے جا رہے تھے۔ گارڈن سے گزرتے ہوئے ان کی نظر ذوھان پر پڑی اور وہ اسے یوں بے فکری سے کھیلتا دیکھ قدرے طیش میں اسی کی جانب چلے آئے۔

"بہت خوب گھر میں کام ہے اور آپ جناب یہاں فٹبال کھیلنے میں مصروف ہیں، کسی ذمہ داری کا احساس بھی ہے تمھیں۔؟؟"

وہ قدرے سخت لہجے میں کہتے ہوئے اسے اپنی جانب متوجہ کرواگئے۔

"میرے نزدیک ذمہ داریاں بڑوں کے نبھانے کی ہوتی ہیں، رہی بات میری تو میں تو ابھی بچہ ہوں نا بابا۔"

وہ بڑی ہی معصومیت سے بولتا ہوا۔ صدیقی صاحب کو تپا گیا۔ ہاتھ میں ابھی بھی فٹبال کو پکڑے ہوئے وہ بے فکری سے کھڑا تھا۔ سامنے اپنے باپ کو دیکھ کر بھی اس میں ذرہ برابر بھی کوئی فرق نہ آیا۔ حمنہ بیگم جو کسی کام سے اسی طرف آنکلی تھی صدیقی صاحب کو قدرے غصے میں ذوھان سے بات کرتے دیکھ وہ ان دونوں کے پاس آگئی۔

"اور کب تک بچے رہو گے ذرا یہ بھی بتا دو، ایک ڈگری لے کر گھر میں پڑے رہتے ہو، نا جاب کرنے کا شوق ہے نا فیکٹری آنے کا، ابھی شادی کی بات کا پوچھو تو جھٹ سے راضی ہو جاؤ گے، کیا کسی کی لڑکی کو ایسے ہی بیا کر لے آؤ گے۔"

وہ قدرے ضبط سے کہتے ہوئے اس سے کہہ پڑے۔ پھر پلٹ کر ایک نظر اپنے پیچھے کھڑی اپنی شریک حیات کو دیکھا جو خاموشی سے آکر بے ارادہ ہی ان باپ بیٹے کی باتیں سنے لگی تھیں۔

"کسی دوسرے کی لڑکی کو نہیں، صرف تایا جان کی لڑکی کو بیاہ کر لاؤں گا بابا تصحیح کر لیں۔"

وہ دوبدو مسکراتے ہوئے جیسے انھیں بتانے لگا کے کسی اور کا کیوں بول رہے ہیں وہ کیونکہ لڑکی تو گھر میں ہی موجود ہے۔

"کیوں ماما سہی کہہ رہا ہوں نا میں۔"

پھر کہہ کر ایک نظر اپنے باپ کے پیچھے کھڑی اپنی ماں سے تصدیق چاہی۔ لیکن لاپرواانداز میں کھڑی حمنہ بیگم نے ان دونوں کے بیچ میں بولنے سے گریز کیا۔

" کیا سہی کہہ رہے ہو، بھائی صاحب سے بات کروں گا میں کہ تم جیسے نکھٹو کو تو ہرگز نا دیں اپنی بیٹی۔"

صدیقی صاحب جیسے اسے ڈرانے کو سنجیدہ تاثر سے بولے۔ کیونکہ وہ بھی اس بات سے انجان نا تھے کے وہ زوہا کو کتنا پسند کرتا ہے۔ وہ اوپری بھلے ہی اس کے لیے غصہ دیکھاتے تھے۔ مگر ان کا لاڈلا ہونے کا اعزاز بھی اسے ہی حاصل

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

تھا۔ اور وہ اسے سناتے بھی بس اسی لیے تھے۔ تا کہ وہ اپنی ذمے داریوں کو سمجھے۔ مگر وہ 'وہ ذوھان ہی کیا جو سمجھ سکے۔ اس لیے وہ آج تک ناکام ٹھہرے تھے۔

"آپ ایسا ہر گز نہیں کرے گے بابا۔"

اس بات پر وہ سنجیدہ ہو چکا تھا۔ اس کی چہرے کے رنگ اس ایک بات نے اڑا دیے تھے۔ وہ مدد طلب نظروں سے اپنی ماں کو دیکھنے لگا جبکہ حمنہ بیگم انجان بنتے ہوئے دل ہی دل میں مسکرائیں تھیں۔

"میں ایسا ہی کرو گا، اور ہاں گھر سے باہر مت جانا آج میں فیکٹری جا رہا ہوں کسی کام سے اور شہرام بھی آج صبح ہی آفس چلا گیا تو بھائی صاحب کو ضرورت ہو گی کسی کام کے لیے گھر میں کیونکہ مرحہ کو دیکھنے لڑکے والے آ رہے ہیں آج، ویسے تو عالیار بھی آج گھر پر ہی ہے لیکن تم بھی یہی رہنا کہی جانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ ٹھہر ٹھہر کر کہتے جیسے اسے تنبیہ کر رہے تھے۔ پھر اس کا جواب سنے بغیر ایک بھرپور نگاہ اپنی شریک حیات پر ڈالتے ہوئے مسکراتے ہوئے وہاں سے باہر کی طرف چل دیے۔ حمنہ بیگم بھی جوابی دھیرے سے مسکراتے ہوئے انھیں جاتا ہوا دیکھنے لگیں۔

"آپ نے دیکھا یہ آپ کے شوہر صاحب کس طرح دھمکی دے کر گئے ہیں مجھے، اور آپ نے کچھ کہا بھی نہیں ماما؟؟" وہ اپنی بھوری آنکھیں اپنی ماں پر جماتے ہوئے بے یقینی سے پوچھنے لگا۔

"بیٹا جی تم جانو اور تمہارے بابا اب میں بیچ میں نہیں بولو گی ہر گز بھی۔"

حمنہ بیگم اس کے استفسار کرنے پر انجان بنتی ہوئی لاپرواہی سے بولتی ہوئی پھر سے اندر کی جانب بڑھ گئی۔ اور وہ بے یقینی سے اپنی ماں کے انداز پر حیران ہی ہو تا رہ گیا۔ پھر سر جھٹکتے ہوئے ہاتھ میں تھامی ہوئی فٹبال کو ایک بار پھر زمین پر پھینک کر کھیلنے لگا۔ ابھی وہ کھیل میں اس قدر مشغول تھا کے۔ زوہا جو ابھی ابھی یونیورسٹی سے لوٹی تھی اور حسن آرا منزل کے داخلی دروازے سے اندر آتے ہوئے گارڈن سے گزر کر اندر کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ذوھان کو فٹبال کھیلتے دیکھ سخت بے زار ہوئی۔ اور کوفت بھری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے اندر کی طرف بڑھ گئی۔ اسے جو سب سے زیادہ ناپسند تھا ذوھان میں وہ یہی بات تھی کہ وہ اپنے کیریئر پر فوکس کرنے کے بجائے موج مستی میں لگا رہتا تھا۔

\-----------

یہ منظر حسن آرا منزل کے ڈرائنگ روم کا تھا۔ جہاں اس وقت گھر کے تمام نفوس براجمان تھے۔ سوائے شہرام، مشعل اور صدیقی صاحب کے۔ ڈرائنگ روم میں نگاہ ڈالیں تو ڈرائنگ روم کی شیشے کی ٹیبل پر مہمانوں کے لیے رکھے جانے والا ریفریشمنٹ جو کا تو ہی پڑا ہوا اب ٹھنڈا پڑنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے ہی مرحہ کے لیے آئے ہوئے رشتے والے جن کو نا صرف جعفر صاحب بلکہ خود بی جان ہی ایک نظر دیکھ کر انکار کر چکی تھی۔

انھوں نے کسی سے پوچھے بغیر ہی ان آئے ہوئے لوگوں کو بس چائے پر ٹرخا کر رشتہ کرنے سے صاف منع کر دیا تھا۔ کیونکہ لڑکا نا صرف مرحہ سے عمر میں کافی بڑا تھا۔ بلکہ بول چال سے تھوڑا ہکلاتا بھی تھا۔ اور اس لیے وہ لوگ منہ بناتے ہوئے بغیر کچھ کھائے پیے بغیر یہاں سے چلے گئے تھے۔ لاؤنج میں اس وقت خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اور اس خاموشی کو حسن آرا بیگم کی آواز نے یکدم توڑا تھا۔

"ارے ہماری مرحہ میں کیا کمی ہے جو سکینہ نے ایک ایسا بے میچ رشتہ بھیجا ہماری مرحہ کے لیے، میں پوچھوں گی سکینہ سے، بس جاب اچھی ہونے سے کیا ہوتا ہے، لڑکا بھی تو اچھا ہونا چاہیے۔"

حسن آرا بیگم نے ایک نظر نفیسہ بیگم کے برابر میں بیٹھی مرحہ کو دیکھ کر قدرے ضبط سے کہا۔ انھوں نے جب سے لڑکے کو دیکھا تھا ان کا غصہ تھا کے کم ہو کر نہیں دے رہا۔

"چھوڑے اماں ہم نے انکار کر دیا نا، ہمیں ویسے بھی اپنی بچی کی ایسی جگہ نہیں کرنی۔"

جعفر صاحب تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے صاف گوئی سے بولے۔ اپنے باپ کی بات پر مرحہ کے دل میں اطمینان نے اپنی جگہ بنائی۔

"لیکن میں پھر بھی بات تو کروں گی سکینہ سے، اور تم دیکھنا جعفر جلد ہی کوئی بہت اچھا رشتہ آئے گا ہماری مرحہ کے لیے۔" حسن آرا بیگم کہتی ہوئی یقینی انداز میں بولیں۔

"انشاللہ اماں انشاء اللہ، کیونکہ ہماری مرحہ ہے ہی اتنی پیاری۔"

ان کی بات پر نفیسہ بیگم جوابی بولیں جبکہ جعفر صاحب نے فقط سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

کچھ دور بیٹھا ذوھان جو بڑوں کی باتوں کو سنتے ہوئے لمحے بھر لمحے بعد اپنے سے دور سنگل صوفے پر بیٹھی لاتعلق بنی زوہا کو دیکھ رہا تھا اچانک پینٹ کی جیب میں رکھے موبائل کو جو کب سے وائبریٹ ہو رہا تھا۔ نکال کر اپنی نگاہوں کے

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

سامنے کیا۔ پھر اگلے ہی پل موبائل کی اسکرین پر جگمگاتے شہرام کے نام کو دیکھ کر کھڑا ہوتا ہوا ڈرائنگ روم سے باہر گیا۔ زوہا جو بظاہر تو لاتعلقی کا اظہار کر رہی تھی اس کے جانے پر بے زاریت سے اسے جاتا ہوا دیکھ کر پھر سے سب کی باتیں سنے لگی۔

"ہمہ' ویسے رمضان کے چاند کا کیا بنا آج ہوا یاں نہیں۔"

حسن آرا بیگم نے سوالیہ نظروں سے ذولفقار صاحب کو دیکھ کر پوچھا جو سب کے درمیان بیٹھے ہونے کے ساتھ ساتھ موبائل میں بھی مگن دیکھائی دیتے تھے۔

"نہیں اماں ابھی تو شہادتیں موصول نہیں ہوئیں ہیں دیکھو کیا کرتے ہیں یہ لوگ، آج نہیں ہوا تو کل تو پھر چاند ہونا ہی ہونا ہے۔"

ذولفقار صاحب مصروف سے انداز میں موبائل میں ہی نگاہیں جمائے بتانے لگے۔ حسن آرا بیگم ان کی بات سن کر بس سر ہلانے لگی۔ ان سب باتوں کے درمیان خادم حسین صاحب خاموشی سے مغرب کی نماز ادا کرنے کے لیے جا چکے تھے۔

"ہاں پھر تو کل ہی ہوگا اگر آج چاند نہیں ہوا تو بھائی صاحب۔"

حمنہ بیگم نے بھی اب کی بار گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں ایسا ہی ہے کل تو پھر ہونا ہی ہونا ہے۔"

ذولفقار صاحب موبائل سے نظریں ہٹا کر بولے۔ ابھی سب لوگ آپس میں محو گفتگو تھے کہ عالیار جو سب سے الگ تھلگ بیٹھا خاموشی سے سب کو سن رہا تھا۔ اندر ہی اندر بے چینی اور اضطراب کا شکار ہو رہا تھا۔ اس کی نگاہیں بار بار کل ہوئی مشعل سے باتوں کے بعد مشعل کو ڈھونڈ رہی تھی۔ مگر مشعل تھی کے کل کے بعد اسے ابھی تک نظر نہیں آئی تھی۔ اس کے نزدیک اسے لگ رہا تھا کہ وہ کل ہوئی باتوں کے بعد فوری طور پر ہی ہنگامہ کھڑا کر کے اس کا اور اپنا رشتہ ختم کروا دے گی۔ جو اس کے لیے خوشی کا باعث ہوتا لیکن مشعل تو کل سے اسے کہیں دیکھائی ہی نہیں دے رہی تھی۔ اور اب وہ خود پر جبر کرتا سب کے درمیان بیٹھا خاموشی سے سب کو بے دلی سے سن رہا تھا۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

شہرام جو صبح ہی صبح گھر سے نکل کر آفس چلا گیا تھا۔ اور آفس جا کر بھی پورا وقت بے دلی سے ہر کام کر تا رہا تھا۔ اور پھر وہاں سے فارغ ہونے کے بجائے گھر جانے کے بجائے آفس کے قریبی پارک میں ہی چلا آیا تھا۔ اور اتنا وقت پارک کی ایک بینچ پر بیٹھ کر گزارنے کے بعد جب اس سے برداشت نا ہوا تو وہ ہاتھ میں پکڑے موبائل سے ایک نمبر ملانے لگا۔ مگر کافی دیر اس نمبر پر کال جاتی رہی تھی۔ جب دوسری طرف سے کوئی جواب موصول نا ہوا تو وہ کرب سے آنکھیں میچ کر اپنے سر کو بینچ کی پشت سے ٹکا گیا۔ اسے اپنا آپ قدرے بے بس محسوس ہو رہا تھا۔ اس کا دل کر رہا تھا کے وہ چیخ چیخ کر روئے مگر پارک میں موجود لوگوں کی بھیڑ کو دیکھ وہ ایسا نا کر سکا۔ وہ بیٹھے بیٹھے اپنے دل کے درد کو لفظوں کے ذریعے اپنے ذہن میں بننے لگا تھا۔

"محبت کے سمندر میں
اترنے سے ذرا پہلے
تمھیں یہ سوچنا ہو گا
محبت ایک صحرا ہے
جہاں پاؤں بڑھانے سے
قدم چپ چاپ جلتے ہیں
محبت ایسی دنیا ہے
کہ اس میں جس طرف جائیں
کوئی راستہ نہیں ملتا
محبت آگ جیسی ہے
یہ سینوں میں سلگتی ہے
محبت آنسوں جیسی ہے
محبت دھوپ جیسی ہے
کہیں سایا نہیں ملتا

محبت بارشوں جیسی ہے

یہ آنکھوں سے برستی ہے

محبت فضاؤں جیسی ہے

ہمیشہ درد ملتا ہے

محبت کے جزیرے پر

جدائی بین کرتی ہے

محبت ایک دیا سا ہے

جو جلتا ہے ہواؤں میں

محبت ہے سزا جیسی

محبت ہے خزاں جیسی

محبت ہے پھول جیسی

جدا ہو جب شاخ سے یہ

بکھرتی ٹوٹ جاتی ہے

محبت کے سمندر میں

اترنے سے ذرا پہلے

تمھیں یہ سوچنا ہو گا

تمھیں یہ سوچنا ہو گا"

لفظوں کی چھیڑ چھاڑ کو اپنے ذہن میں ہی روکتے وہ ایک بار پھر سے موبائل کو اپنے سامنے کرے اسی نمبر پر پھر سے کال کرنے لگا۔ جس پر ابھی کچھ دیر پہلے کر رہا تھا پھر فون کر کے دوسری طرف سے فون اٹھائیں جانے کا انتظار کرنے لگا۔ڈرائنگ روم سے نکل کر وہ باہر لاؤنج میں چلا آیا تھا۔ اگلے ہی پل ہاتھ میں پکڑے ہوئے موبائل کو دیکھتے ہوئے

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

جس پر شہرام کالنگ لکھا ہوا آرہا تھا وہ اٹھاتے ہوئے کان سے لگا گیا۔ایک ہاتھ سے فون پکڑے دوسرے ہاتھ کو پینٹ کی جیب میں ڈالے وہ نارمل سے انداز میں بولا۔

"ہاں شہرام بھائی بولیں کیا ہوا۔؟؟"

اس نے کان سے فون لگائے اپنی مخصوص آواز میں کہا۔

"گھر میں سب کیسا چل رہا ہے۔؟؟"

بینچ پر بیٹھا وہ قدرے بکھرا ہوا سا دیکھائی دے رہا تھا۔

"سب ٹھیک ہے کیوں کچھ ہونا تھا کیا۔؟؟"

وہ اس کے حال سے بے خبر سوالیہ شوقیہ انداز میں پوچھنے لگا۔

"نہیں وہ 'مرحہ کا رشتہ آنا تھا نا آج گھر پر، کیا بنا اسکا۔؟؟"

وہ اپنے دل میں اٹھتی انتہائی تکلیف کی لہر کے باعث بھی ٹھہر ٹھہر کر استفسار کر بیٹھا۔

"کیا مطلب کیا ہونا تھا، انکار ہو گیا ہے، اور وہی ہونا تھا، کیونکہ ہمیشہ کی طرح تایا جان کو رشتہ پسند نہیں آیا، اور آج تو بی جان بھی اس بات سے اتفاق کرتی تھی، اور آپس کی بات ہے ہم سب کی بھی یہی رائے تھی۔"

وہ شہرام کے پوچھنے پر جیسے اسے ہر بات سے آگاہ کرتے ہوئے۔شہرام کو اندر تک خوشی سے سرشار کر گیا۔

"کیا واقعی تم سچ کہہ رہے ہو۔؟؟"

وہ بے یقینی سے پوچھتے ہوئے بینچ سے کھڑا ہوا۔

"ہاں شہرام بھائی میں بھلا آپ سے جھوٹ کیوں بولوں گا، ویسے آپ اب تک گھر نہیں آئے، خیر تو ہے۔"

ذوھان نے کہتے ساتھ ہی فکرمندی سے پوچھ لینا ضروری سمجھا۔

"نہیں وہ ایک ضروری کام سے آیا تھا، بس آرہا ہوں گھر۔" وہ کہہ کر فون کاٹ چکا تھا۔اور پارک سے باہر کی جانب نکلنے لگا تھا۔جبکہ دوسری طرف موجود ذوھان اس کے یکدم فون کاٹنے پر کندھے اچکا کر رہ گیا۔

پچھلے کئی دنوں کے مقابلے آج آسمان پر سورج کی کرنیں بھرپور طریقے سے اجاگر تھی۔ قریب دوپہر کے وقت وہ بیدار ہوا تھا۔ اور پھر جلدی جلدی ہسپتال جانے کی تیاری کرنے لگا۔ الجھے سلجھے ذہن کے ساتھ اپنی تیاری مکمل کرتا وہ اپنے کمرے سے نکلتے ہوئے بے ارادہ ہی مشعل کے کمرے کی سمت اپنے قدموں کو بڑھانے لگا۔ وہ اس سے پوچھنا چاہتا تھا کے وہ اب تک خاموش کیوں ہے۔ اس نے اب تک رشتہ ختم کرنے کی بات بی جان یا کسی اور سے کیوں نہیں کی۔ کیونکہ آج ان کی تلخ کلامی ہوئے تیسرا روز تھا۔

اور اب تک مشعل کی طرف سے خاموشی دیکھ وہ اندر ہی اندر مزید الجھ رہا تھا۔ پھر ان دن کے بعد سے وہ اسے نظر بھی تو نہیں آئی تھی اب تک۔ اسی لیے یہ سوچ کر کے وہ اپنے کمرے میں ہوگی اس وقت وہ ہسپتال جانے سے پہلے اس سے بات کرنا چاہتا تھا۔ تاکہ اپنے اندر اٹھتی پریشانی کو ختم کرسکے۔ ابھی وہ اس کے کمرے کے باہر پہنچ کر گہری سانس بھرتا اندر ہی بڑھا تھا کہ کمرے کو خالی دیکھ وہ سخت بے زار ہوا۔ پھر یکدم ہی ایک فریم پر نظر پڑتے ہی وہ دو قدم چلتا کمرے میں رکھی رائٹنگ ٹیبل کی جانب چلا آیا۔

جہاں تینوں لڑکیاں آپس میں کھڑی مسکراتے ہوئے ایک فریم میں ساتھ تھی۔ عالیار کی نگاہیں ناجانے کیوں مرحہ اور زوہا سے ہوتی ہوئی مشعل پر ٹھہر سی گئی۔ ابھی وہ ایسے ہی کھڑا فریم کو اٹھا کر دیکھنے لگا تھا۔ کے بائیں جانب بنے واش روم کا دروازہ کھول کر مشعل باہر نکلی۔ دروازے کی چرچراہٹ پر عالیار نے پلٹ کر واش روم کے دروازے سے مشعل کو نکلتے دیکھا۔ جو اسے خاصی بے رونق سی دیکھائی دی پچھلے دنوں کے مقابلے۔

پھر فریم کو واپس سے اپنی جگہ پر رکھتے ہوئے جلدی جلدی میں رائٹنگ ٹیبل پر رکھے گلاس کو ہاتھ لگا بیٹھا۔ جس سے گلاس میں موجود پانی ڈھلک کر ٹیبل پر رکھی ہوئی فائل پر آکر فائل میں موجود پیپرز کو گیلا کرگیا۔ مشعل بھی اس کی موجودگی سے انجان نہیں رہی تھی۔ اور اسے نظرانداز کرتی اپنے بیڈ سے بیگ اٹھاتے ہوئے سائڈ ٹیبل سے اس میں کچھ چیزیں بھرنے لگی۔ مشعل کو خود کو نظرانداز کرتا دیکھ وہ سائڈ ٹیبل پر رکھی فائل کو جو گیلی ہوچکی تھی اسے نظرانداز کرتے ہوئے اس کی طرف بڑھ کر بولا۔

"مشعل تم نے۔"

وہ چند قدم بڑھاتے ہوئے ابھی اس کے سامنے جا کر فقط اتنا ہی بولا تھا کہ مشعل جو بیگ میں کچھ ضروری سامان رکھ رہی تھی۔ اس کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ۔ اس کے بات پوری کرنے سے پہلے ہی خود بول پڑتی ہے۔

"بے فکر رہے عالیار جیسے ہی مجھے سہی موقع ملے گا، میں بی جان سے بات کر کے آپ کو اس رشتے سے آزاد کروا دوں گی۔"

اپنی نگاہوں کو بغیر اس سے ملائے وہ اسے کچھ بھی کہنے سے باز رکھے سنجیدگی سے بلکل سپاٹ لہجے میں بولتی ہوئی اسے حیران ہی تو کر گئی تھی۔ ابھی اس سے پہلے وہ کچھ کہتا کے یکدم ہی مرحہ جلدی میں کمرے داخل ہوتی ہوئی مشعل کو دیکھتے ہوئے بولتی ہے۔

"مشعل جلدی چلو یار شہرام باہر گاڑی میں کب سے ہمارا انتظار کر رہا ہے، اور پھر ہمیں آنا بھی تو ہے۔"

وہ کمرے میں آکر نارمل سے لہجے میں بولتی ہے۔ پھر اچانک ہی اس کے دماغ میں کمرے میں موجود عالیار کو دیکھ کر سوچ کی لکیر ابھرتی ہے۔ اور وہ جانچتی نظروں سے دونوں کو باغور دیکھنے لگی۔ وہ لوگ اس وقت رمضان کے لیے کچھ ضروری سامان کی شاپنگ کرنے جا رہی تھی۔ جس کے لیے انھیں نفیسہ بیگم نے کہا تھا۔ کیونکہ اپنے گھٹنوں کے درد کی وجہ سے وہ جا نہیں سکتی تھی۔ اور آج پہلی سحری بھی تھی۔ اس لیے انھوں نے مرحہ اور مشعل کو شہرام کے ساتھ جا کر گھر کی گھریلوں اشیاء خرید کر لانے کو بولا تھا۔

"ہاں'ہاں چلیں میں بس آ ہی رہی تھی مرحہ آپی۔"

وہ نارمل سے انداز میں کہتے ہوئے بیگ کو کندھے پر ڈال کر عالیار کو نظر کرتی۔ مرحہ کو باہر چلنے کا کہتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔ اس کو جاتا ہوا دیکھ مرحہ بھی باہر کی طرف بڑھی تھی۔ جبکہ عالیار اس کے انداز پر بری طرح حیران ہوا تھا۔ اسے یقین نا آیا کے یہ وہی مشعل تھی جو اس کو کبھی نظر انداز کرنا بھی گناہ سمجھتی تھی۔ مگر آج وہ اسے نظر انداز کر گئی تھی۔ اس بات کا احساس اسے اب ہونے لگا تھا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

گاڑی رینگنے کے انداز میں چلتی ہوئی لاہور کی سرمئی سڑکوں پر سے گزرتے ہوئے۔انارکلی بازار کی سمت گامزن تھی۔
ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا شہرام مستقل مزاجی سے بیک ویو مرر کو بار بار درست کرتے ہوئے پیچھے کا منظر دیکھ رہا تھا۔وہ منظر جس کو دیکھ کر اس کے دل کو سکون پہنچتا تھا۔وہ لوگ دوپہر سے نکلے تھے۔اور اب تقریباً سارا ہی سامان وہ لوگ خرید چکے تھے۔بس دو تین چیزیں ہی باقی رہ گئی تھی جس کے لیے وہ اب انارکلی بازار جا رہے تھے۔
ڈرائیونگ سیٹ کے برابر والی کرسی پر بیٹھی مشعل ہر بات سے انجان بے دلی سے گاڑی کے باہر کے مناظر کو دیکھ رہی تھی۔جبکہ پیچھے بیٹھی مرحہ شہرام کی کاروائیوں سے انجان نا تھی۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ بیک ویو مرر کو شہرام بار بار کیوں سیٹ کر رہا ہے۔ابھی وہ یہی سوچ رہی تھی کہ شہرام نے گاڑی انارکلی بازار کے واسط میں جا کر روکی۔اور وہ تینوں باہر نکل کر اپنی مطلوبہ چیزیں لینے کے لیے باہر نکلے۔
پھر کچھ دیر بعد چیزیں لے کر واپس سے گاڑی میں آکر بیٹھ گئے۔ابھی شہرام پھر سے گاڑی اسٹارٹ ہی کرنے لگا تھا کہ یکدم ہی مشعل کو جیسے کچھ یاد آتا ہے۔اور وہ دائیں بائیں جانب سیٹ کے ادھر ادھر کچھ ٹٹولتے ہوئے ہاتھ کو سر پر مارتے ہوئے بے اختیار کہتی ہے۔
"رک جائیں بھائی میں اپنا موبائل تو گروسری والے کی دکان پر ہی بھول آئی ہوں۔"
وہ جیسے یاد کرتے ہوئے بولتی ہے۔اس کی بات پر مرحہ بھی تاسف سے اسے دیکھنے لگتی ہے۔
"تو کوئی بات نہیں میں ابھی جا کر لے آتا ہوں۔"
شہرام اپنی جان سے پیاری بہن کے لاپرواہ انداز کو کبھی بھی خاطر میں نا لایا تھا۔اور اس کی ہر نادانی پر بھی اس سے ایسے ہی محبت سے بات کرتا تھا۔
"نہیں آپ بیٹھے میں یوں گئی اور یوں آئی۔"
وہ اپنے بھائی کو جانے سے روکتی ہوئی بولی۔جو جانے کے لیے اپنی طرف کا دروازہ کھول چکا تھا۔پھر شہرام کے ہامی بھرنے پر اپنی طرف کا دروازہ کھولتے ہوئے باہر نکل کر انارکلی بازار کے اندر کی طرف بڑھنے لگی۔
اس کے جانے کے بعد بے ارادہ ہی مرحہ نے بیک ویو مرر میں ایک بار پھر اپنی شہد رنگ آنکھیں اٹھا کر دیکھا تھا۔کے جو اسے لگ رہا ہے وہ سچ ہے بھی یا اس کا وہم ہے۔ٹھیک اسی وقت شہرام نے بھی بیک ویو مرر سے پیچھے کی جانب دیکھا

تھا جہاں وہ بیٹھی تھی۔ چند پل کے لیے نظریں ملی تھی۔ اور یکدم ہی مرحہ نظریں پھیر گئی۔ جبکہ شہرام اس بات سے بے خبر تھا کے وہ اس کو بیک ویو مرر سے بار بار دیکھنے والی اس کی چوری پکڑ چکی ہے۔ وہ کچھ سوچ کر اسے دیکھتے ہوئے نارمل سے لہجے میں کہتا ہے۔

"ویسے مرحہ جی میں نے سنا ہے، جو رشتہ کل آپکے لیے آیا تھا اس کے لیے انکار کر دیا تایا جان نے، آپ تو خوش ہو نگی یہ جان کر۔"

وہ مدھم سا مُسکراتے ہوئے عام سے لہجے میں گویا ہوا۔

"میں خوش کیوں ہو نگی۔؟؟"

وہ اس کے یکدم سوال پر نا سمجھی سے پوچھتی ہے۔

"نہیں وہ آپ ایسا نہیں چاہتی تھیں نا بس اسی لیے۔"

وہ عام سے انداز میں اپنی سنہری آنکھیں بیک ویو مرر سے مرحہ کے دیکھائی دیتے عکس پر جمائے ہوئے بولا۔

"تم سے کس نے کہہ دیا کے میں ایسا نہیں چاہتی تھیں، میری خوشی وہی ہے جو بابا کی خوشی ہو گی، اور میں ہر گز بھی ان کے خلاف نہیں جاؤ گی۔"

وہ قدرے روڈ انداز میں کہتے ہوئے اسے حیران کر گئی تھی۔ اس کے لہجے میں نا غصہ تھا نا ناراضگی مگر کچھ تھا جو شہرام کو ٹھٹکنے پر مجبور کر گیا تھا۔ اور وہ بلا ارادہ ہی کہہ بیٹھا۔

"کیا آپ مجھ سے ناراض ہیں؟؟، یا میری کوئی بات آپ کو بری لگی ہے مرحہ جی، جو آپ کے لہجے کی مٹھاس اس وقت میرے لیے ختم ہو گئی ہے۔"

وہ اسے بغور دیکھتے ہوئے استفسار کرنے لگا۔ وہ سب کچھ برداشت کر سکتا تھا مگر اپنے لیے مرحہ کا روڈ ہو جانا وہ ہر گز برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

"مجھے اس وقت تم سے کوئی بات نہیں کرنی شہرام اور بہتر ہو گا تم بھی کوئی بات نا کرو۔"

وہ قدرے بے زار انداز میں بولتی ہوئی پھر سے گاڑی کے باہر کے منظر کو دیکھنے لگی۔ وہ ہر گز بھی شہرام سے روڈ نہیں ہونا چاہتی تھی مگر اپنے دل میں ابھرتے ایک خدشے کے زیر اثر وہ روڈ ہو چکی تھی۔

جب کے شہرام ایک گہری نگاہ سے اسے دیکھتا ہوا مشعل کا انتظار کرنے لگا۔ کیونکہ اس کے لیے بھی اب ناقابلِ برداشت ہو رہا تھا مرحہ کا رویہ۔ کچھ دیر یونہی خاموشی کی نظر گزر گئے۔ وہ باہر کے منظر کو دیکھتی رہی اور شہرام آگے بیٹھا خود پر جبر کرتا رہا تبھی ہی مشعل گاڑی کے اندر آ بیٹھی۔ اور شہرام بغیر کچھ کہے گاڑی اسٹارٹ کر گیا۔ اور اب گاڑی پھر سے لاہور کی سرمئی سڑکوں پر رواں دواں ہو گئی تھی۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

جونہی مغرب کی اذانیں سربلند ہوئی۔ مسجدوں میں ماہِ رمضان کی مبارکبادیں دی جانے لگیں۔ اور تراویح کا وقت بھی بتایا جانے لگا۔ اپنے اپنے کاموں میں لگے لاہوری رمضان کی تیاریاں مکمل کرنے کی بھرپور کوششیں کرنے لگے۔ وہی حسن آرا منزل میں وہ نیچے کی منزل سے ہوتے ہوئے ابھی ابھی اوپری منزل پر پہنچ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگی۔

کمرے میں پہنچ کر وہ اپنے تھکن زدہ وجود کو اپنے بستر پر گرا گئی تھی۔ بیڈ پر گرنے کی حالت میں لیٹے وہ خود کو بہت تھکا ہوا سا محسوس کر رہی تھی۔ کیونکہ وہ ابھی ابھی حمنہ چچی کے ساتھ درزی کے یہاں سے ہو کر آئی تھی۔ وہ ان کے ساتھ نہیں جانا چاہتی تھی اور ان کو کسی بھی طرح ٹال دینا چاہتی تھی۔ لیکن نفیسہ چچی کے کہنے پر وہ انھیں منا نہیں کر سکی کیونکہ حمنہ چچی اپنے کام کے ساتھ ساتھ نفیسہ بیگم کے بھی کپڑے درزی کو ڈالنے جا رہی تھی۔ کیونکہ نفیسہ چچی اپنے گھٹنوں کے درد کی وجہ سے جا نہیں سکتی تھی۔ اور ان کے اسرار پر وہ انھیں منا نہیں کر سکی اور حمنہ چچی کے ساتھ چلی گئی۔

وہ منع کرنا بھی چاہتی تب بھی وہ نفیسہ بیگم کو منع نہیں کر سکتی تھی کیونکہ ایک وہی تھی جن کی باتوں کو وہ سب سے زیادہ مانتی تھی گھر میں۔ کیونکہ اس کی اپنی ماں تو اس کی خود کی پیدائش کے وقت ہی پانچ سال کی مرحہ اور چند منٹ کی اسے چھوڑ کر اس دنیا سے چلی گئی تھی۔

اور تب سے اب تک نفیسہ چچی نے ہی مرحہ اور اسے ماں بن کر پالا تھا۔ ابھی وہ ایسے ہی بیڈ پر اڑا ترچھا لیٹے ہوئے اپنی تھکن اتار رہی تھی کے۔ یکدم ہی اس کی نگاہیں سامنے دیوار سے ہوتے ہوئے رائٹنگ ٹیبل پر رکھی اپنی فائل پر سے گزرتے ہوئے پانی کے گرے ہوئے گلاس پر جا ٹھہری اور وہ یکدم ہی اٹھ بیٹھی۔ اور تیزی سے اپنی فائل کی جانب

بڑھی۔ گلاس کو اٹھاتی سائڈ پر رکھتے ہوئے وہ تیزی سے اپنی ڈیزائن کی فائل کو اٹھا کر دیکھنے لگی۔ فائل کے پیپروں کا الٹ پلٹ کر دیکھتے اس کے آنکھوں میں حیرانی کے ساتھ ساتھ یکدم غصہ نظر آنے لگا۔

اور جیسے وہ اگلے ہی پل کچھ سوچ کر خود پر ضبط کرتے ہوئے فائل کو ایک ہاتھ میں پکڑے تیزی سے کمرے سے باہر نکلتے ہوئے نیچے کی طرف بڑھی۔ سیڑھیوں کو پار کرتی وہ جیسے ہی نیچے پہنچی تو اس کی نظریں لاؤنج میں بیٹھے گھر والوں پر پڑی۔ ان گھر والوں میں اسے سوائے ذوھان کے سب نظر آئے۔ اور وہ پلٹتے ہوئے ذوھان کی تلاش میں واپس سے اوپری منزل کی طرف بڑھی۔ اوپری منزل پر پہنچ کر اس کے قدم ذوھان کے کمرے کی جانب تھے۔ کے جیسے اسے علم ہو وہ اس وقت کیا کر رہا ہو گا۔

ذوھان کے کمرے میں پہنچ کر اس کی نگاہوں کو اسے زیادہ تلاش نہیں کرنا پڑا تھا۔ اور وہ برق رفتاری سے اس کے کمرے میں لگی ایل سی ڈی سسٹم کی جانب چلی آئی جہاں ایل سی ڈی پر ویڈیو گیم لگائے وہ دنیائے مافیا سے بے خبر قالین پر بیٹھا ہاتھ میں وڈیو گیم ریموٹ پکڑے گیم کھیلنے میں مگن تھا۔ زوہا نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھوں میں پکڑے ریموٹ کو چھیننے کے انداز میں پکڑ کر اپنی دسترس میں لیا۔

ذوھان جو گیم کھیلنے میں مصروف تھا۔ اچانک سے ہوئے حملے پر سنبھلتے ہوئے کھڑا ہوا۔ اور نا سمجھی سے سامنے کھڑی زوہا کو دیکھنے لگا جو نہایت ہی غصے میں دیکھائی دے رہی تھی۔ زوہا نے اس کے متوجہ ہونے پر ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریموٹ کو تیزی سے زمین پر پٹخنے کے انداز میں زور سے پھینکا تھا۔ ذوھان نا سمجھی سے اسے دیکھتے ہوئے زمین پر پڑے ہوئے ویڈیو گیم کے ریموٹ کو دیکھنے لگا۔ پھر انتہائی ضبط سے بولا۔

"یہ کیا حرکت ہے زوہا۔؟؟"

وہ قدرے ضبط سے پوچھنے لگا۔ اسے زوہا کی یہ حرکت ناگوار گزری تھی۔

"وہی تو میں تم سے پوچھنے آئی ہوں کہ آخر تم مجھے زچ کرنا کب چھوڑو گے، اور اگر مجھے زچ کرنے کا اتنا ہی شوق ہے تو کم سے کم میرے پرسنل سامان کو تو چھوڑ دیتے، یہ میرا یونیورسٹی کا اسائمنٹ تھا، جسے میں نے دن رات لگا کر بنایا تھا، تم نے اسے بھی خراب کر دیا۔؟؟"

وہ غصے سے ہاتھ میں پکڑی فائل کے پیجز کو کھول کر اس کے سامنے کرتی ہوئی بولی۔اس کی بات پر ذوہان نے غور سے فائل کے گیلے پیجز کو نا سمجھی سے دیکھا جس میں بنے ہوئے کپڑوں کے نت نئے ڈیزائن پانی گرنے کی وجہ سے خراب ہو چکے تھے۔اور وہ بے اختیار اپنی صفائی میں بولتا ہے۔

"یہ میں نے نہیں کیا زوہا، ٹرسٹ می میں نے نہیں کیا۔"

وہ اپنی صفائی میں فقط اتنا ہی کہہ سکا تھا کے۔زوہا اس کی بات کاٹتے ہوئے بولی۔

"اتنے بھولے مت بنو ذوہان میں تمھاری نس نس سے واقف ہوں، آخر تم نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا، کیوں میری محنت کو برباد کیا۔"

وہ غصے میں اسے گھورتے ہوئے سوال کرتی ہے۔

"زوہا میں سچ کہہ رہا ہوں تم سے ہنسی مذاق اپنی جگہ لیکن تمھاری محنت ضائع کرنے کے بارے میں' میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا۔"

وہ کمزور سے لہجے میں اسے یقین دلانے والے انداز میں دھیرے سے گویا ہوا۔اسے پتا تھا وہ یقین نہیں کرے گی مگر دل پھر بھی اس کو یقین دلانا چاہتا تھا۔

"دیکھو ذوہان۔۔۔"

اس کو جھوٹا سمجھتے ہوئے زوہا ابھی اور بھی کچھ کہنے ہی والی تھی کہ اپنے کمرے میں موجود عالیار جو کچھ دیر پہلے ہی اسپتال سے ڈیوٹی دے کر آیا تھا۔اور اب آرام کی غرض سے لیٹا ہی تھا۔کے پاس ہی ذوہان کے کمرے سے آتی آوازوں پر اپنے کمرے سے نکلتے ہوئے ذوہان کے کمرے کا رخ کرتا ہے۔اور اس کے کمرے میں آکر قدرے بلند آواز میں کہتا ہے۔

"کیا ہو گیا ہے کیوں اتنی آوازیں آرہی ہے تیرے کمرے سے ذوہان۔؟؟"

وہ اندر آکر کہتا ہے۔پھر زوہا کو کمرے میں دیکھ بے اختیار پوچھنے لگتا ہے۔عالیار کے اچانک سے آنے پر زوہا خود کو کچھ بھی کہنے سے باز رکھے احتراماً خاموشی اختیار کر جاتی ہے۔

"زوہا تم یہاں۔؟؟"

عالیار اسے دیکھ کر پوچھتا بیٹھا۔

"دیکھیں نا عالیار بھائی، ذوھان نے میرے اسائمنٹ پر پانی گرا دیا، اور میرے سارے ڈیزائن خراب کر دیے ہیں۔"

زوہا نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی فائل کو عالیار کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔ اس کے کہنے پر ذوھان خاموش تماشائی بنے کھڑا رہا۔ جبکہ عالیار پر سوچ نگاہوں سے فائل کی جانب دیکھنے لگا۔

"اوہ' یہ فائل۔"

اس فائل کو دیکھتے ہوئے عالیار کو آج صبح ہوئی بات یاد آجاتی ہے۔ اور وہ اپنے ماتھے کو مسلتے ہوئے زوہا کو دیکھ کر شرمندگی سے کہتا ہے۔

"یہ فائل تو مجھ سے گیلی ہو گئی تھی آج صبح، جب میں کسی کام سے تم لوگوں کے کمرے میں گیا تھا اور مجھ سے انجانے میں اس پر پانی گر گیا، میں تمھیں بتانا چاہتا تھا لیکن اسپتال جانے کی وجہ سے بتا نہیں سکا۔"

وہ قدرے شرمندہ دکھائی دیتا تھا۔ عالیار کی بات پر زوہا بس اسے دیکھ کر رہ گئی۔ اور شرمندگی کے مارے ایک نظر بھی ذوھان پر ڈال نا سکی۔ پھر عالیار کی شرمندگی کو زائل کرنے کے خاطر جلدی سے بولی۔

"کوئی بات نہیں بھائی میں پھر سے کرلوں گی۔"

وہ مسکراتے ہوئے دھیرے سے کہنے لگی۔ اس کی بات پر عالیار مطمئن ہو کر کمرے سے چلا گیا۔ جبکہ پیچھے خاموشی سے اپنی جگہ پر کھڑا ذوھان جو تاسف سے زوہا کو دیکھ رہا تھا۔ اسے خاموشی سے کمرے سے سرکتے ہوئے دیکھ بلا ارادہ پکار اٹھتا ہے۔

"زوہا۔؟؟"

اپنی جگہ پر ہی کھڑے وہ اسے پکارتا ہے۔

"کہو۔"

وہ جو یہاں سے فرار ہونا چاہتی تھی کیونکہ آج اپنے اندازے پر غلط ثابت ہوئی تھی۔ لیکن اس کے اچانک سے پکارنے

پر پلٹ کر بے نیازی سے کہتی ہے۔ ان دونوں کے درمیان دو قدم کے فاصلے کو مٹاتے ہوئے ذوھان اس کے سامنے آکھڑا ہوا۔ پھر اپنی بھوری آنکھوں کو جائزہ لیتی نگاہ سے اس پر ڈالیں کہتا ہے۔

"تم نے ایک بار بھی یقین نہیں کیا میرا، تم ایک بار تو یقین کر سکتی تھی نا میرا۔؟؟"

وہ اسے دیکھ کر سوالیہ نظروں سے پوچھنے لگا۔

"کیوں یقین کروں میں تمھارا؟؟ لگتے کیا ہو تم میرے ہاں۔؟؟"

وہ بے زاریت سے پوچھنے لگتی ہے۔

"یہ بھی تمھیں اب میں بتاؤں کے کیا رشتہ ہے ہمارا۔؟؟"

بھوری آنکھوں میں شکوہ نمایہ طور پر دیکھا جا سکتا تھا۔

"جس رشتے کو تم اتنی ویلیو دیتے ہو وہ میرے نزدیک کچھ نہیں ہے، اور جب تک کچھ نہیں رہے گا جب تک تم خود کو نا بدل لو، اور اگر تم خود کو نہیں بدل سکتے نا، تو مجھے سوچنا چھوڑ دو، تاکہ ہم میں سے کوئی ایک تو خوش رہے۔"

وہ اپنی باتوں سے اسے لاجواب کر گئی تھی۔ اور ایک پل بھی رکے بغیر ایک نظر اسے دیکھتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ جبکہ وہ بس اسے جاتا ہوا ہی دیکھتا رہا۔ اس کی نگاہ یکدم ہی دروازے سے ہوتے ہوئے زمین پر پڑے ہوئے ویڈیو گیم کے ریموٹ کی جانب گئی۔ اور کچھ سوچ کر وہ اس ریموٹ کو اٹھا کر زور سے زمین پر دے مارتا ہے۔ اسے اپنا آپ قدرے بے بس سا لگنے لگا۔ اسے اس بات کا اندازہ سہی معنوں میں آج ہوا تھا کے زوہا اس سے اس قدر بے زار کیوں رہتی ہے۔ کھڑے کھڑے ہی وہ چند پل میں ایک فیصلہ لے چکا تھا۔ وہ سوچ چکا تھا کے وہ ہر چیز سے دستبردار ہو سکتا ہے سوائے زوہا کے۔

جہاں آسمان پر رات کی تاریکی نے ابھی بھی اپنا بسیرا کر رکھا تھا۔ وہی دوسری جانب مسجدوں میں سائرن کی آوازیں سربلند ہوئی۔ رات کے آخری پہر پورا لاہور پہلی سحری کے اہتمام کے لیے جاگ چکا تھا۔ وہی دوسری طرف سحری کی تیاریاں کرنے کے لیے حسن آرا منزل میں بھی ہلچل دیکھی جا سکتی تھی۔ حسن آرا منزل کے بڑے سے گیٹ کو پار

کرے اگر آپ گارڈن سے گزرتے ہوئے ہال میں داخل ہو۔ تو اس وقت ہال کے ساتھ ساتھ پورا گھر آپ مصنوعی بتیوں سے اجاگر دیکھائی دے گا۔

ہال کو نظر انداز کر کے چند قدم چل کر تھوڑا آگے کو بڑھے گے تو ڈائنٹگ ٹیبل پر کچھ نفوس آپ کو سحری کرنے میں مگن دیکھائی دے گا۔ ڈائنگ ٹیبل سے ہوتے ہوئے کچن کی طرف بڑھے گے تو آپ کو مرحہ سلپ کے ساتھ کھڑی کپوں میں چائے چھانتی ہوئی دیکھائی دے گی اس کے ساتھ گھر کی باقی کی خواتین بھی کچھ نا کچھ کرنے میں مشغول تھی۔ پھر اپنے اپنے کاموں سے فارغ ہو کر وہ سب بھی ایک ایک کر کے کچن سے نکلتے ہوئے ڈائنگ ایریا میں چلی آئی تھی۔ اور اپنی اپنی کرسیاں سنبھالتے ہوئے اس پر بیٹھ چکی تھی۔ ابھی وہ لوگ بھی سحری کرنے میں مشغول ہوئی تھی کہ بی جان کو یکدم ہی تمام گھر والوں میں کسی کی کمی محسوس ہوئی۔ اور وہ ایک بھرپور نگاہ سے سب کو دیکھ کر بلند آواز میں استفسار کرتی ہے۔

"مشل نظر نہیں آرہی، کیا اسے سحری نہیں کرنی۔؟؟"

بی جان اپنی مخصوص آواز میں بولتی ہوئیں سب کو اپنی جانب متوجہ کر چکی تھیں۔ ان کے استفسار کرنے پر جہاں زوہا جوابی بولی تھی۔ وہی دائیں جانب والی تیسری کرسی پر بیٹھا عالیار بھی یہ بات کب سے غیر محسوس انداز میں محسوس کر چکا تھا۔ مگر وہ پھر بھی زبان سے استفسار نہیں کر سکا۔ آخر کو کیوں کرتا اسے کیا پڑی تھی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR LIFE

"وہ بی جان میں نے اسے اٹھایا تھا، لیکن اس نے منا کر دیا تھا۔"

زوہا دھیرے سے کہتی ہے۔ اس کے کہنے پر ذوھان جو خاموشی سے سحری کرنے میں مگن تھا ایک نظر اسے دیکھ کر پھر سے اپنی نگاہ کا ارتکاز بدل لیتا ہے۔

"تو بیٹا پہلی سحری ہے جاؤ اسے بلا کر لاؤ، اور کہو کے آکر تھوڑا سا کھالے۔"ا

ب کی بار بی جان کے دائیں جانب بیٹھے ذولفقار صاحب بی جان سے پہلے ہی فکر مندی سے بولے تھے۔ آخر کو مشعلِ ان کی صاحب زادی جو تھی۔

"جی چاچو میں لاتی ہوں اسے بلا کے۔"

زوہا اپنی کرسی چھوڑ کر کھڑی ہوتی ہوئی بولی۔ اور وہاں سے نکلتی چلی گئی تھی۔ اس کے جانے پر عالیار بھی بے اختیار اپنی جگہ سے کھڑا ہوا تھا۔ اسے اٹھتے ہوئے دیکھ حمنہ بیگم یکدم بولیں۔

"کیا ہوا بیٹا کیوں اٹھ گئے سحری تو کرو۔؟؟"

ان کے لہجے سے فکر مندی واضح طور پر جھلک رہی تھی۔ ان کے کہنے پر سب نے اسے دیکھا تھا۔

"بس امی کر لی ہے، میں سونے جا رہا ہوں صبح ہسپتال جانا ہے۔"

وہ ایک نظر انھیں دیکھتے ہوئے کہہ گیا۔ پھر بغیر کسی کو دیکھے وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ پیچھے حمنہ بیگم کی نظروں نے دور تک اسکا پیچھا کیا تھا۔ جبکہ باقی سب پھر سے سحری کرنے میں مشغول ہو چکے تھے۔

ٹیرس کے جھولے پر بیٹھی نجانے وہ کب سے آسمان پر چمکتے چاند کو دیکھ رہی تھی۔ اسے یہاں بیٹھے ہوئے کتنا ہی وقت گزر گیا تھا۔ دل میں ایک اداسی سی راج کر رہی تھی۔ مانو دل نے اب خوش ہونا ہی چھوڑ دیا تھا۔ ابھی وہ ایسے ہی جھولے پر بیٹھی ہر بات سے یکسر انجان چاند کو دیکھ رہی تھی کہ زوہا جو اس کو بلانے کے لیے کمرے میں جانے کے۔ بجائے سیدھا ٹیرس پر چلی آئی تھی۔ اور اسے ٹیرس میں دیکھ جیسے وہ کچھ حد تک مطمئن ہوئی تھی کہ جیسے اسے معلوم تھا کے وہ اس وقت اسے کمرے میں نہیں ملی تو کہاں مل سکتی تھی۔

سحری سے پہلے نیچے جانے سے پہلے وہ سب اٹھ گئی تھیں اور مشعل بھی اٹھ گئی تھی۔ مگر وہ ان کے ساتھ نیچے جانے کے بجائے اوپر ٹیرس پر چلی آئی تھی زوہا کو بتا کر تبھی ہی زوہا اس کے کمرے میں موجود ہونے کے بجائے یہاں موجود ہونے کے علم میں تھی۔ اور سیدھا اسے بلانے یہاں چلی آئی تھی۔

ٹیرس میں قدم رکھ کر وہ چند قدم کا فاصلہ مٹاتے ہوئے ٹھیک اس کے سامنے جا کر اسے مخاطب کرتی ہے۔ عالیار جو بے ارادہ ہی زوہا کی پیروی کرتے ہوئے ڈائنگ ایریا سے یہاں چلا آیا تھا۔ ٹیرس کے داخلی دروازے کے پیچھے ہو کر کھڑا ہو گیا تھا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مجھے پتا تھا تم نے یہی ہونا ہے، نیچے چلو چاچو سحری کے لیے بلا رہے ہیں۔"

وہ جھولے کے ہینڈل کو پکڑتے ہوئے بول کر اسے اپنی جانب متوجہ کر گئی۔

"میرا موڈ نہیں ہے زوہا کہا تو تھا تم سے۔"

وہ بے دلی سے اپنی نظروں کو آسمان سے جھانکتے چاند پر ہی ٹکائے ہوئے اپنا جواب اسے دے گئی۔

"کیا مطلب موڈ نہیں ہے، نیچے سب تمھارا پوچھ رہے ہیں، اور چاچو تو تمھیں بلا رہے ہیں۔"

وہ اسے دیکھ کر بتانے لگی۔

"ہاں تو کہہ دو دل نہیں چاہ رہا کچھ کھانے کا۔"

اس نے دھیرے سے کہا۔ آنکھیں ہنوز آسمان پر جمی تھی۔ اس کے کہنے پر زوہا اسے بس دیکھ کر رہ گئی۔

پھر کچھ سوچ کر ٹیرس پر رکھی پلاسٹک کی کرسی کو اٹھا کر اس کے سامنے رکھتے ہوئے اگلے ہی پل اس پر بیٹھ چکی تھی۔

پھر جائزہ لیتی نگاہ سے اسے دیکھ کر کہنے لگی۔ البتہ مشعل ابھی بھی لاپرواہی بیٹھی تھی۔ عالیار جو اندر کی خاموشی کو دیکھ واپس جانے کے ارادے سے پلٹنے ہی لگا تھا۔ زوہا کی آواز پر یکدم ہی اس کے قدم تھم سے گئے۔

"آخر کو کب تک عالیار بھائی کی بے رخی کا غم مناؤ گی۔؟؟"

وہ اسے دیکھ کر باغور اداسی سے پوچھنے لگی۔ کیونکہ اس سے اپنی بچپن کی دوست کی تکلیف دیکھی نہیں جا رہی تھی۔

مشعل بھلے ہی اس سے ایک سال بڑی تھی مگر وہ دونوں بچپن سے اپنی ہر بات شئیر کرتیں آئی تھیں ایک دوسرے سے۔ زوہا کے لفظوں نے باہر کھڑے عالیار کے قدموں کو زنجیر کیا۔ زوہا کے اچانک سے کہنے پر وہ اپنی نظروں کو چاند سے ہٹاتے ہوئے اپنے سامنے بیٹھی اپنی واحد دوست پر ڈال چکی تھی۔ اس کی آنکھوں میں اذیت کے کئی رنگ سامنے بیٹھی زوہا نے اس وقت شدت سے محسوس کیے۔

"بے رخی تو برداشت کر جاتا ہے انسان مگر اپنی ذات کی نفی برداشت نہیں ہوتی۔"

وہ اسے دیکھ کر تلخ مسکراہٹ اپنے لبوں پر سجاتے ہوئے بولی۔ اس کی مسکراہٹ زوہا کو کھوکھلی سی محسوس ہوئی۔ وہ اس کی تکلیف سے انجان نا تھی۔ کیونکہ وہ دونوں ایک دوسرے سے زیادہ دیر تک کچھ چھپا ہی نہیں پاتی تھی۔ باہر کھڑے عالیار نے اس کے ایک لفظی جملے پر خود کو سن سا ہوتا ہوا محسوس کیا۔

"چھوڑ دو نا انھیں ان کے حال پر، انھیں خود احساس ہو جائے گا۔"

وہ اسے دیکھ کر سمجھانے لگی۔ تاکہ اس کے موڈ کو کچھ تو بہتر کر سکے۔

"چھوڑ ہی تو دیا ہے، ویسے بھی آپ جب تک ہی کسی کو خود سے باندھ کر رکھ سکتے ہیں جب تک وہ انسان خود آپ کے ساتھ بندھے رہنا چاہے، اور میں نے اب خود عالیار کو آزاد کر دیا ہے اپنے سے جڑے رشتے سے۔"

وہ کسی غیر مرئی نقطے کو گھورتے ہوئے اذیت سے بولی۔

"پھر کس بات کا دکھ ہے تمھیں، کیوں پھر خود کو ہلکان کر رہی ہو۔"

وہ اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے سوال کر گئی۔ کیونکہ اس کے چہرے کی اذیت کچھ کہہ رہی تھی اور اس کے لفظ کچھ اور ہی روداد سنا رہے تھے۔

"یکطرفہ محبت کا زہر دنیا کے ہر زہر سے کڑوا ہوتا ہے، اور تم یقین کرو زوہا میں نے وہ زہر شہد سمجھ کر پیا ہے۔" کرب سے بولتے بولتے اس کی آنکھوں سے آنسو آنے لگے تھے۔ اور وہ زمین کو گھورتے ہوئے بے آواز رونے لگی تھی۔ بے اختیار ہی زوہا نے آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگایا تھا۔ باہر کھڑے عالیار سے اب وہاں کھڑے رہنا مشکل سا ہونے لگا۔ اس وقت اسے اپنا آپ سنگ دل سا لگا تھا۔ اور جیسے ہی وہ دبے پاؤں آیا تھا ویسے ہی واپسی کے لیے اپنے قدموں کو موڑ چکا تھا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

حسن آرا منزل میں پہلی افطاری سے فارغ ہو کر سب گھر والے نماز اور تراویح سے فارغ ہونے کے بعد کچھ دیر آرام کی نیت سے اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تھے۔ سب کے جیسے وہ بھی کچھ دیر اپنے کمرے میں آرام کرنے کی نیت سے گیا تھا۔ مگر جب دل بے سکونی کا شکار ہوا تو اپنی ڈائری کو ہاتھ میں پکڑتے ہوئے باہر گارڈن میں چلا آیا تھا۔ دل عجیب کش مکش سے دوچار تھا۔ اسے کل سے ہی مرحہ کے روڈ ہونے کی وجہ سمجھ نہیں آ سکی تھی۔

اسے اب تک سمجھ نہیں آیا تھا کے آخر کو مرحہ اس سے اچانک روڈ کیوں ہو گئی تھی۔ کچھ دیر گارڈن میں ٹہلتے رہنے کے بعد وہ گارڈن اور اندر کو جانے والی سیڑھیوں پر آ بیٹھا۔ پھر ہاتھ میں پکڑی ہوئی ڈائری کو کھول کر اس پر اپنے لفظوں کو اتارنے لگا۔

ابھی وہ ایسے ہی کھوئے ہوئے سے انداز میں اپنے لفظوں کو ڈائری پر اتار رہا تھا کہ یکدم ہی مین گیٹ کا دروازہ کھلا اور ایک سیاہ رنگ کی گاڑی ٹائر کی چرچراہٹ کی آواز پیدا کرتے ہوئے کار پورچ میں داخل ہوئی۔ اور اس میں سے عالیار باہر نکل کر گاڑی کا دروازہ بند کرتے ہوئے گارڈن کی طرف بڑھا۔ سست قدموں سے چلتے ہوئے گارڈن سے ہوتے ہوئے وہ اندر کو جانے والی سیڑھیوں کی طرف آکر بلاارادہ ہی ٹھہر سا گیا۔

سیڑھیوں پر بیٹھے شہرام کو دیکھ کر اس کی آبرو آپس میں مل کر جدا ہوئی۔ اور وہ چند قدم کا فاصلہ مٹاتے ہوئے اس سے قدرے فاصلہ بنائے اسی سیڑھیاں پر براجمان ہوگیا جہاں شہرام بیٹھا ہوا تھا۔ شہرام اس کی موجودگی سے لاعلم نہیں رہا تھا۔ پھر عالیار کے اپنے برابر بیٹھ جانے پر ڈائری کو بند کرتے ہوئے وہ اس کی جانب متوجہ ہوگیا۔ جب کے عالیار اپنی سرمئی آنکھوں سے اسے بغور دیکھنے لگا۔ پھر کچھ سوچ کر گویا ہوا۔

"کب تک چلے گا یہ سب۔؟؟"

عالیار سوالیہ نظروں سے دیکھ کر استفسار کر بیٹھا۔

"کیا سب۔؟؟" شہرام نے انجان بنتے ہوئے کہا۔

"یہی ڈائری میں لکھنے والا سلسلہ اور کب تک چلے گا؟؟، آخر تو اسے بتا کیوں نہیں دیتا اپنے دل کی بات۔؟؟"

وہ سید ھا مدعے کی بات پر آیا۔ کیونکہ اسے باتوں کو تول دینا بے معنی سا لگتا تھا۔ اس کے نزدیک باتوں کو تول دینا وقت کا ضائع کرنے جیسا ہے۔ کوئی تھا جو گارڈن میں کسی دوسرے ارادے سے آیا تھا مگر ان دونوں کی باتوں کو سنتے ہوئے خود کو بے ارادہ ہی ان دونوں سے چھپانے پر مجبور کر گیا اور متجسس ہو کر شہرام کے جواب کا انتظار کرنے لگا۔ اس کے کہنے پر شہرام نے ہاتھ میں پکڑی ڈائری کو اپنے دائیں جانب رکھا۔ پھر اپنے ہاتھوں کو باہم جھوڑتے ہوئے گہری سانس کو اپنے اندر اتارا تھا۔

"تو نے تہجد کی نماز کا تو سنا ہی ہوگا، اس میں بس محبت میں نماز ادا کری جاتی ہے، بتایا نہیں جاتا کے ادا کر کے آئے ہیں یا ادا کرنے جارہے ہیں۔"

وہ دھیرے سے کہتے ہوئے چند پل کو ٹھہر کر عالیار کا چہرہ دیکھنے لگا۔ جس کے چہرے سے صاف ظاہر تھا کے اسے اس

کی بات سمجھ نہیں آئی تھی۔ مگر وہ پھر بھی متجسس نگاہوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ صرف وہی نہیں تھا جیسے شہرام کی بات سمجھ نہیں آئی تھی۔ کوئی اور بھی تھا جو سمجھ نہیں سکا تھا۔

"میری محبت بھی کچھ ایسی ہی ہے اس سے، بتا کر مول گھٹ جائے گا اور بن کہے جان کر مول بڑھا دیں گی، ویسے بھی میرے لیے محبت ایک خوبصورت احساس ہے اگر یہ میرے پاس نا ہو تو میرا دل ویران ہے۔"

وہ کہتے کہتے ہولے سے مسکرایا تھا۔ پھر گارڈن کی نم گھاس کو بے معنیٰ سا دیکھنے لگا۔ اس کے کہنے پر عالیار اس کی بات کا مفہوم سمجھ چکا تھا۔ جبکہ گارڈن میں موجود تیسرا وجود قدرے الجھا ہوا سا دیکھائی دینے لگا۔

" جو تو کرتا ہے اسے محبت نہیں کہتے ہیں اسے عشق کہتے ہیں، اور میں چاہوں گا کے تو اسے بتا دے یوں خاموش محبت کر کے کچھ حاصل نہیں ہو گا تجھے، کہیں ایسا نا ہو دیر ہو جائے، اور وہ کسی اور کی۔۔۔"

اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے عالیار اسے سمجھانے کے خاطر قدرے دھیمے لہجے سے کہہ ہی رہا تھا کے شہرام بیچ میں ہی اس کی بات کاٹتے ہوئے بے اختیار کرب سے کہہ اٹھتا ہے۔

"ایسا کبھی نہیں ہو گا، میری خاموش محبت میں اتنی طاقت ضرور ہے کے مرحہ کو کسی اور کا نا ہونے دیں۔"

وہ جذب کے عالم میں بولتا ہوا عالیار کو کچھ اور کہنے سے باز رکھ چکا تھا۔ مرحہ کا نام بھی کسی اور کے ساتھ جڑ جائے وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ تو پھر کچھ اور سوچنا تو دور کی بات تھی۔ شہرام کی بات پر ان دونوں سے قدرے چھپ کر کھڑا وجود حیرانی کا شکار ہوا۔ اسے جیسے اپنے کانوں پر یقین نا آیا۔

"انشاللہ، اور میری دل سے خواہش ہے کے مرحہ کے دل تک تیرے دل کی بات پہنچ جائے، تا کہ تیری ان کہی محبت جیت جائے۔"

عالیار محبت سے بولا تھا۔ اس کے لہجے میں اپنے بھائی جیسے دوست کے لیے سچی دعائیں شامل تھیں۔

شہرام نے بدلے میں اسے محبت پاش نظروں سے دیکھا۔ جبکہ اس تیسرے وجود نے حیران ہوتے ہوئے اپنے قدموں کو ڈگماتے ہوئے محسوس کیا۔ پھر اپنے ان ہی ڈگماتے قدموں کو لیے گارڈن سے گھسیٹتے ہوئے اندر کی طرف بڑھنے لگا۔ اس وجود سے یکسر انجان وہ دونوں کچھ دیر یونہی بیٹھے ہلکی پھلکی باتوں کے بعد گارڈن کو بے رونق کرتے ہوئے اپنے اپنے کمرے میں جا چکے تھے۔ اس بات سے انجان کے کوئی تھا جو ان کی باتوں کو سن کر بے جان ہوا تھا۔

یونیورسٹی کے پیچھے والے گراؤنڈ میں بیٹھی وہ اس وقت ہاتھ میں پیپر پین پکڑے ڈیزائن بنا رہی تھی۔ روزے کی حالت میں یہ کام اسے کوفت میں مبتلا کر رہا تھا۔ وہ روزوں کی ہی وجہ سے دو دن بعد آج یونیورسٹی آئی تھی۔ وہ آج بھی نہیں آتی اگر اسے اپنی اسائمنٹ نہیں دینی ہوتی تو۔ مشعل نے آج چھٹی کی تھی کیونکہ اپنی اسائمنٹ وہ پہلے ہی جما کروا چکی تھی۔ وہ بھی وقت سے پہلے کروا دیتی اگر عالیار سے اس کی اسائمنٹ خراب نا ہوئی ہوتی تو۔ ابھی وہ ایسے ہی اپنے کام میں مشغول تھی کہ اس کی کچھ ہی دنوں پہلے بنے والی دوست اسے ڈھونڈتے ڈھونڈتے گراؤنڈ کے اس حصے میں چلی آئی جہاں وہ بیٹھی ہوئی تھی۔ صبا اس سے قدرے فاصلہ بنائے ہوئے بیٹھ کر اس کے فارغ ہو جانے کا انتظار کرنے لگی تاکہ اس سے اپنی مطلب کی بات کر سکے۔ زوہا نے کسی کی آہٹ پر گردن اٹھا کر اپنے سامنے دوزانو بیٹھی صبا کو دیکھا جو اس کو ہی منتظر نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ پھر اپنے ڈیزائن کو مکمل کرتی ہاتھ میں پکڑی فائل کو بند کرتے ہوئے بولی۔

"میں تمھیں ڈھونڈ رہی تھیں مگر تم مجھے پوری کلاس میں کہیں نہیں ملی آخر کو تم کہاں تھیں۔؟؟"

وہ سوالیہ نظروں سے دیکھ کر استفسار کرنے لگی۔

"مجھے لگا تم آج بھی نہیں آئی تبھی کلاس نا ہونے کی وجہ سے لائبریری چلی گئی تھی، مگر جب وہاں کسی سے پتا چلا کہ تم لیٹ آئی ہو، تو تمھیں ڈھونڈتے ڈھونڈتے یہاں چلی آئی۔"

صبا نامی لڑکی معصومیت سے بتانے لگی۔ البتہ اس کی نیت میں مکاری چھپی تھیں۔

"ہاں میں نہیں آتی کیونکہ مشعل بھی نہیں آ رہی تھی نا آج، مگر مجھے آنا پڑا کیونکہ اسائمنٹ جو جما کروانی تھیں۔"

وہ اپنے ہاتھ میں پکڑی اسائمنٹ کو کوفت بھری نگاہ سے دیکھتے ہوئے بتا گئی۔

"اچھا کیا نا آ گئی، ویسے بھی تم نے تو مجھے اب تک جواب ہی نہیں دیا تھا۔" صبا مکروہ انداز میں بولی۔

"کس بارے میں۔؟؟"

زوہا نا سمجھی سے دیکھ کر پوچھ بیٹھی۔ کیونکہ وہ سرے سے ہی بھول چکی تھی کے صبا کس بارے میں پوچھ رہی ہے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ابھی تین چار دن پہلے ہی تو ملے تھے ہم، اتنی جلدی بھول گئی کے کس متعلق پوچھ رہی ہوں۔"

صبا بے وجہ ہی مصنوعی ناراضگی کا اظہار کرنے لگی۔

"اوہ'اس بارے میں، ابھی سوچا نہیں ہے یار میں نے۔"

وہ جیسے کچھ یاد آنے پر بے فکری سے گویا ہوئی۔

"اور کتنا سوچو گی یار، میرے کزن کو اسلام آباد بھی جانا ہے، صرف تمھارے اوڈیشن میں جانے کی وجہ سے رکا ہوا ہے میں نے اسے، اور پھر یہ موقع سال میں ایک بار آتا ہے، اگر تمھیں نہیں کرنا تو مت کرو میں اسے منا کر دیتی ہوں تا کہ اس کا بھی وقت برباد نا ہو۔"

صبا قدرے بلند آواز میں کہتے ہوئے غصے کا اظہار کرتے ہوئے اپنا آخری حربہ آزما گئی۔

"میرے لیے آسان نہیں ہے یہ سب یار، تم سمجھو تو سہی ۔"

زوہا بے بسی سے بولی۔

"تو پھر اپنے خواب سے دستبردار ہو جاؤ، کیونکہ تمھارے گھر والے تو نا تمھیں ماڈلنگ کی اجازت دینگے نا تمھیں بوتیک کھلاوا کر دینگے تو بہتر ہے تم ایسی کوئی خواہش ہی اپنے اندر نہیں رکھو جس کی کوئی منزل نا ہو۔"

صبا طنزیہ انداز میں کہتی ہوئی اسے سلگا گئی۔

" تم ایسے کیسے کہہ سکتی ہو صبا تم جانتی ہو نا، میں کبھی ایسا سوچ بھی نہیں سکتی، میرے لیے آسان نہیں ہے اپنے خواب سے دستبردار ہونا، بوتیک کھولنا اپنا برینڈ کھولنا میری سب سے بڑی اور اولین خواہش میں سے ایک ہے، جس سے میں چاہ کر بھی دستبردار نہیں ہو سکتی۔"

زوہا سنجیدگی سے کہتی ہوئی بولی۔ اس کے کہنے پر سامنے بیٹھی صبا دل ہی دل میں خوش ہونے لگی کہ جیسا وہ چاہتی تھی ویسا ہی ہو رہا تھا۔

"تو پھر اتنا کیوں سوچ رہی ہو، بس میرے کزن سے مل کر اسلام آباد میں ماڈلنگ کے اوڈیشن دینے کا پروسس پوچھ لو، اس کے بعد ایک ہی دن کی بات ہو گی۔ تم خاموشی سے ایک دن کے لیے گھر سے نکل کر اوڈیشن دینے چلے جانا، پھر

جیسے ہی سلیکٹ ہو جاؤ تو پھر آ کر گھر والوں کو منالینا۔"

صبا تفصیلی بتا کر اس کی برین واشنگ کرنے لگی۔

اس کے نزدیک وہ اپنے کام کو انجام پذیر کر دینا چاہتی تھی۔ زوہا کے چہرے کے تاثرات دیکھ اسے اپنا مقصد کامیاب ہوتا دیکھائی دے رہا تھا۔ اس کی باتوں کو بغور سنتی ہوئی زوہا حامی بھرتے ہوئے اپنی ہاں کا عندیہ دے چکی تھی۔ وہی دوسری جانب آسمان پر سورج ڈھلتے ہوئے شام کو اجاگر کرنے لگا۔

عصر کی نماز ادا کرتے ہوئے وہ سیدھا کچن میں چلی آئی تھی۔ افطاری کا بہت سا کام ایسا تھا جو اسے خود سے کرنا تھا۔

کیونکہ جمیلہ تو اپنا کام کر کے دوپہر میں ہی چلی جاتی تھیں۔ اور حمنہ چچی اور نفیسہ چچی کی عمر اس بات کی اجازت نہیں دیتی تھی کے وہ اتنا کام خود سے کرتیں۔ اس لیے وہ خود سے ہی یہ ذمہ داری اپنے اوپر کتنے ہی سالوں پہلے سے لے چکی تھی۔ زوہا اکثر ہی اس کی مدد کروانے آجاتی تھی مگر آج یونیورسٹی جانے کی وجہ سے وہ یونیورسٹی سے آکر سوگئی تھی اور اب تک نہیں جاگی تھی۔ جبکہ مشعل اپنی کسی دوست کے یہاں افطار پارٹی میں گئی تھی۔

کچن میں موجود اس کے ہاتھ برق رفتاری سے چلتے ہوئے کبھی کچھ تو کبھی کچھ کرنے میں مگن تھے۔ چولہے پر چھولے کو ابالنے کے لیے رکھتے ہوئے۔ وہ کٹنگ بورڈ پر پیاز کاٹنے لگی۔ ہاتھ میں پکڑی چھری تیزی سے پیاز کے سلائسز نکال رہی تھی۔ ابھی وہ ایسے ہی پورے لگن سے کام کر رہی تھی کہ یکدم ہی شہرام کچن میں داخل ہوا اور اس کی نظر بے اختیار اس پر پڑی۔ اس سے نظریں ہٹا کر اس کے کٹنگ بورڈ پر چلتے ہاتھوں میں تیزی آگئی۔

وہ بہت جوش میں دیکھائی دے رہی تھی۔ شہرام جو کسی قسم کے برتن کچن میں رکھنے آیا تھا۔ مرحہ کو کچن میں دیکھ کر چونکا پھر جائزہ لیتی نگاہ سے اسے دیکھنے لگا جو اسے نظرانداز کرے۔ کٹنگ بورڈ پر اپنے ہاتھوں کو بڑی ہی برق رفتاری سے چلا رہی تھی۔ اس کی چلتے ہاتھوں کو دیکھ وہ خود کو کہنے سے باز نا رکھ سکا۔

"مرحہ جی آرام سے کرے کہیں آپ کو چوٹ نا آجائے۔"

وہ فکرمندی سے بولتا اسے دیکھنے لگا۔ اس کو یکسر نظرانداز کرے وہ ایسے ہی فرتی سے اپنے ہاتھ میں پکڑی چھری

چلاتی رہی۔ نگاہیں کٹنگ بورڈ پر رکھی ڈھیر ساری پیاز کی جانب تھی۔ جس کو وہ تیزی سے کاٹ رہی تھی۔ اس کی طرف سے جواب نا پا کر وہ بے اختیار پھر سے بولا۔

"میں کہہ رہا ہوں آرام سے کریں، کہیں آپ کو چوٹ نا آجائے۔"

وہ دو قدم آگے کو بڑھ کر قدرے بلند آواز میں کہتا ہے۔ اس کے نزدیک اسے لگا تھا کے مرحہ اسے سن نہیں سکی ہے۔ جبکہ وہ اسے یکسر نظر انداز کرے اپنے کام میں مگن دیکھانے کی بھرپور کوششوں میں تھی۔ کٹنگ بورڈ پر چلتا اسکا ہاتھ اور برق رفتاری سے چل رہا تھا۔

"میں آپ سے کہہ رہا ہوں اور آپ ہیں کے آہ۔"

اس کے پھر نظر انداز کرنے پر وہ نا چاہتے ہوئے بھی آگے بڑھتے ہوئے اس کے ہاتھ سے چھری کو بری طرح اپنی طرف کھینچتے ہوئے فقط اتنا ہی کہہ سکا تھا کہ چھری کو اپنی طرف کھینچنے پھر چھری اس کے انگوٹھے پر جا لگی۔ اور وہ اپنی بات پوری نا کر سکا اور چھری کو ایک طرف پٹک کر اپنے ہاتھ کے انگوٹھے کو بے ارادہ ہی دیکھنے لگا۔ مرحہ جو اس سے یہ توقع نہیں کر رہی تھی۔ اس کے ایسا کرنے پر قدرے بلند آواز میں اسے دیکھ کر چیختی ہے۔

"آخر کو مسئلہ کیا ہے تمھارے ساتھ کیوں میری جان نہیں چھوڑ دیتے۔؟؟"

اس کے لہجے سے نجانے کب سے چھپی ناراضگی جھلکنے لگی تھی۔

"کیا مطلب میں نے کیا 'کیا ہے۔؟؟"

شہرام اپنے انگوٹھے سے بہتے خون کو اس کے لہجے کا سرد انداز دیکھ نظر انداز کر گیا۔

"تم اتنے شریف تو ہرگز نہیں ہو کہ میری بات کا مفہوم سمجھ نا سکو شہرام ذوالفقار۔"

وہ لفظوں کو چبا چبا کر بولی۔ اس کے کہنے پر وہ اسے بغور دیکھنے لگا۔ اس کے لہجے کی سرد تپش اس کے دل کو جلانے کا کام شروع کر چکی تھی۔

"میں واقع نہیں سمجھ پا رہا کے یوں اچانک آپ کو ہوا کیا ہے؟؟، آپ کا لہجہ کیوں اس قدر بدل گیا ہے میرے لیے، میں نے آخر کیا کیا ہے۔؟؟"

وہ جیسے یہ پوچھتے ہوئے اسے بے بسی کی آخری انتہا پر دیکھائی دیا۔ کیونکہ پچھلے کئی دنوں سے وہ حد درجے بے سکونی کا

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

شکار رہا تھا۔ اس دن بازار کے بعد سے اسے اب موقع مل رہا تھا مرحہ کی ناراضگی جاننے کا۔ مگر وہ تھی کہ واضح طور پر بات ہی نہیں کر رہی تھی۔

"تمھارے مقاصد جان گئی ہوں میں، اور جیسا تم چاہتے ہو نا ایسا کبھی میں خواب میں بھی کبھی سوچ نہیں سکتی۔"

وہ اس کے جواب میں صرف اتنا کہہ کر دو دن پہلے ہوئی عالیار اور اس کے درمیان ہوئی باتوں کو سوچنے لگی۔ جو انجانے میں ہی سہی اس نے سن لی تھی۔ دوسری طرف شہرام ناسمجھی سے اسے دیکھنے لگتا ہے۔ پھر اپنی الجھن کو دور کرنے کے خاطر پوچھ بیٹھا۔

"کونسے مقاصد کی بات کر رہی ہیں آپ۔؟؟"

وہ ناسمجھی سے سوالیہ نظروں سے دیکھ کر پوچھنے لگا اس کے چہرے پر واضح طور پر ناسمجھی رقم تھی۔ انگھوٹے سے ٹپکتا خون کچن کی ماربل کی زمین کو داغ دار کرنے کا کام بھی ساتھ ساتھ انجام دے رہا تھا۔

"یہی کے تمھاری یکطرفہ محبت صرف یکطرفہ ہی رہے گی، اسے دوطرفہ سمجھنے کی بھول ہرگز مت کرنا۔"

وہ اپنی شہد رنگ آنکھیں اس کی سنہری آنکھوں میں گاڑتے ہوئے کہتی ہے۔ پھر اسے حیران کن تاثرات کے ساتھ چھوڑ کر کچن سے چلی جاتی ہے۔

پیچھے وہ حیرت سے نکلتے ہوئے سوچوں کی گہرائیوں میں ڈوبنے لگتا ہے۔ پھر کچھ سوچ کر بے اختیار اس کی پیروی کرتے ہوئے اپنے ذہن میں ابھرتے سوالوں کے جواب جاننے کے لیے اس کو تلاش کرنے کی خاطر اپنے زخمی انگوٹھے کو نظر انداز کرے کچن سے باہر کی طرف بڑھتا ہے۔

\-------------

وہ کچن سے سیدھا ٹیرس پر چلی آئی تھی اور آتے کے ساتھ ہی ٹیرس کی ریلنگ سے اپنے دونوں ہاتھوں کو اس پر ٹکائے وہ آسمان میں اڑتے پرندوں کو دیکھ کر دل ہی دل سوچ رہی تھی کہ یہ شہرام کو آخر اس سے یوں اچانک محبت کیسے ہو سکتی ہے اور اگر ہے بھی تو اسے کس نے حق دیا کے وہ اسے یوں عالیار کے ساتھ ڈسکس کرتا پھرے۔ اور اس کے کردار کو سوالیہ نشان بنوائے۔ اسے اس کے جذبات جان کر اتنا غصہ نہیں آیا تھا۔ جتنا یہ سوچ کر آیا تھا کے۔

وہ اسے ہر ایک سے ایسے ہی ڈسکس کرتا ہو گا جیسے اس دن عالیار سے کر رہا تھا اس کا ذکر اور یہی بات سب سے زیادہ اسے ناگوار گزری تھی۔ اور ابھی وہ بغیر اس کا لحاظ کرے اسے سنا آئی تھی۔ اسے بتا آئی تھی۔ کے اس کی نظر میں اس کی یکطرفہ محبت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ریلنگ سے دونوں ہاتھوں کو ٹکائے وہ اپنے غصے یہاں آکر کچھ کم کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کا چہرہ حد درجے غصے میں دیکھائی دینے لگا تھا۔

کچن سے نکل کر وہ اس کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے ٹیرس پر چلا آیا تھا۔ جہاں وہ اس سے پشت کرے کھڑی آسمان پر اڑتے پرندوں کو دیکھ نہیں بلکہ گھور رہی تھی۔ وہ قدم قدم چلتا ٹھیک اس کے پیچھے آکر کھڑا ہو گیا۔ اور دھیرے سے اسے پکار بیٹھا۔

"مرحہ جی۔؟؟"

وہ پیچھے سے اسے آواز دے کر پکارتا ہے۔ اس کی پکار پر مرحہ پلٹ کرنا سمجھی سے اسے سرد تاثرات کے ساتھ دیکھنے لگتی ہے۔ جو اس کے پیچھے پیچھے یہاں تک چلا آیا تھا۔ وہ بغیر کچھ سوچے سمجھے بغیر کہتی ہے۔

"کیا مسئلہ ہے،؟؟ کیوں آئے ہو میرے پیچھے، آخر چاہتے کیا ہو۔؟؟"

وہ قدرے غصے بھرے لہجے سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے سوال کر گئی۔

"میں بس اپنے سوال کا جواب جاننے آیا ہوں مرحہ جی، مجھے جاننا ہے کے میرے دل میں جو آپکے لیے محبت ہے کیا آپ اس محبت سے واقف ہو چکی ہیں۔؟؟"

اس کے لہجے کی تلخی کو نظر انداز کرے وہ دھیمے لہجے سے سوال کر گیا۔ اس کی کچن میں ہوئی باتوں سے تو وہ یہی اندازہ لگا سکا تھا کے مرحہ اس کی اپنے لیے خاموش محبت سے واقف ہو چکی ہے۔ لیکن پھر بھی تصدیق ضروری تھی تبھی وہ اس کا پیچھا کرتے ہوئے یہاں چلا آیا تھا۔

"ہاں جان گئی ہوں میں تمھاری نیک خواہشات کو، اور دل میں اندیشہ تو اسی دن آگیا تھا۔ جب تم بغیر کسی لحاظ کے اس دن گاڑی کے بیک ویو مرر سے مجھے بار بار دیکھ رہے تھے، لیکن مجھے اپنے اس اندیشہ پر بھی یقین نہیں آیا تھا، اور اسی لیے میں اس دن اپنے روڈ ہو جانے کے لیے تم سے ایکسکیوز کرنے آئی تھی، جس دن تم عالیار سے میرے متعلق بات کر رہے تھے، اور اسی دن مجھے تمھاری نیت کا اندازہ ہوا، کے جسے میں نے اپنا اتنا اچھا کزن سمجھا وہ میرے

لیے اپنے دل میں ایسی سوچ رکھتا ہے، کم سے کم اپنے اور میرے درمیان ایک سال کا عمر کا ہی لحاظ کر لیتے شہرام۔" وہ غصے سے کہتی کہتی تھم سی گئی۔

"محبت میں یہ سب سوچا کہاں جاتا ہے مرحہ جی، اگر محبت سوچ سمجھ کر کیا جانے والا عمل ہوتا تو شاید میں سوچ بھی لیتا، لیکن اب کیا کر سکتے ہیں اب تو مجھے آپ سے محبت ہے تو ہے۔ اور ہمیشہ رہے گی۔"

وہ اس کے بتانے پر دل میں مطمئن ہوتا ہوا جوابی کہہ گیا۔ اسے یقین تھا کے اس کی خاموش محبت کیسے نا کیسے کر کے مرحہ کو ایک دن پتا چل ہی جائے گی۔ اور اب ایسا ہو چکا تھا تو اسکا دل اندر تک سے خوش ہو گیا تھا۔ اس کے کہنے پر مرحہ کچھ پل تک تو کچھ کہہ ہی نا سکی اسے قدرے حیرانی ہو رہی تھی۔ اس کے لہجے کی پختگی دیکھ کر ٹھٹکی پھر حتمی انداز میں گویا ہوئی۔

"تو تم باز نہیں آؤ گے ؟؟، ٹھیک ہے تو پھر نبھاؤ اپنی اس خوش فہم محبت کو، کیونکہ کم سے کم مجھے تو تم سے محبت نہیں ہو سکتی۔"

انداز پختہ تھا۔ وہ بغیر کچھ سوچے سمجھے بغیر اپنا جواب اسے دے کر وہاں سے نکلتی چلی گئی۔ جبکہ شہرام کی آنکھوں میں بے ارادہ ہی نمی گھلنے لگی تھی۔ آج بھلے ہی مرحہ کو اس سے محبت نہیں تھی لیکن کل کو ہو جانی تھی اتنا اس کے دل کو خود کی محبت پر یقین تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

شام دھیرے دھیرے رات میں ڈھلنے کو بے تاب آسمان کے گرد تاریکی پھیلانے لگی تھی۔ آسمان پر چمکتے ستارے چاند کے گرد ایک خوبصورت سا ہالا بنائے ہوئے اسے مزید سحر انگیز بنانے میں کامیاب ہوتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ اس خوبصورت شام سے کچھ پل کو نظریں چرا کر اگر آپ حسن آرا منزل میں داخل ہو نگے تو اس وقت لاؤنج میں معمول سی گہما گہمی دیکھنے کو ملے گی۔ لاؤنج میں اس وقت چائے کا دور چل رہا تھا۔ ہر فرد ہی اپنی اپنی نشست پر بیٹھا چائے کی چسکیاں لیتا نظر آئے گا۔ ہلکی پھلکی باتوں کے درمیان بی جان جیسے کچھ یاد آنے پر ایک نظر سب کو دیکھ کر ٹھہرے ہوئے لہجے میں گویا ہوئیں۔

"ہاں مجھے یاد آیا، مجھے بتانا تھا کے کل تمکینت نے اپنے یہاں افطار پارٹی پر بلایا ہے، تو ہم سب نے ہی کل اس کی طرف جانا ہے۔"

وہ دھیرے سے گویا ہوتی ہوئی بولیں۔ وہاں بیٹھے سب لوگ جو پہلے سے ہی بغور ان کی باتوں کو بخوبی سن رہے تھے۔ ان کی جانب دیکھنے لگے۔

"لیکن ابھی؟؟؟، ابھی تو رمضان کا شروع ہے اماں۔؟؟"

ان کی بات پر صدیقی صاحب نے کہا۔

"ہاں، کیونکہ اس کا بیٹا ارسم آیا ہوا ہے ناں، تو اس نے سوچا ابھی ہی بلا لے، اور پھر میں اسے انکار نہیں کر سکی، اور میں ہم سب کے آنے کی رضامندی بھی اسے دے چکی ہوں۔"

صدیقی صاحب کے کہنے پر حسن آرا بیگم اتنے ہی اطمینان سے کہتی ہے۔

"ٹھیک ہے اماں جیسے آپ کو ٹھیک لگے۔"

اب کی بار ذولفقار صاحب اپنے بڑے بھائی صاحب کو ایک نظر دیکھ کر بولے۔ ان کی رضامندی پر جعفر صاحب بھی ہاں میں گردن ہلانے لگے۔ جیسے اپنے جانے کی رضامندی تو وہ پہلے ہی حسن آرا بیگم کو دے چکے تھے۔ وہ ویسے بھی تمکینت آپا کے جانے کا اپنا اور حسن آرا بیگم کا مقصد جانتے تھے۔ اس لیے وہ بیچ میں کچھ نا بولے تھے۔

جب کے ان کی دوسری طرف کے صوفوں پر براجمان زوہا نفیسہ بیگم، حمنہ بیگم چائے پینے کے ساتھ ساتھ مرد حضرات اور بی جان کی باتوں کو خاموشی سے سن رہیں تھیں۔ جبکہ مرحہ اپنے کمرے میں نجانے کس کام میں مگن تھی کے افطار کے بعد سے اب تک نکلی ہی نہیں تھی۔

ان سے کچھ دوری پر ایک سنگل صوفے پر عالیار بیٹھا چائے پیتے ہوئے موبائل کو بے وجہ ہی اسکرول کرنے میں مصروف تھا۔ پھر یکدم ہی چائے ختم کرتے ہوئے ہاتھ میں پہنی گھڑی میں وقت دیکھتا ہوا اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔ اس کے کھڑے ہونے پر سب نے اس کی جانب بے اختیار دیکھا تھا۔ اور اس کو جلدی میں دیکھ بی جان استفسار کرے بغیر نہیں رہ سکیں۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کہاں جا رہے ہو بیٹا۔؟؟"

ان کی لہجے میں اس کے لیے محبت ہی محبت تھیں۔ جیسے اپنے ہر پوتے پوتی کے لیے اکثر ہی ہوتی تھی۔

"وہ دادو ایک پیشنٹ کو دیکھنا ہے اس لیے ہسپتال جا رہا ہوں، ایمرجنسی ہے۔"

وہ انھیں دیکھ کر عقیدت سے بولا۔

"اچھا 'اچھا ہاں' دھیان سے جاؤ۔"

بی جان اتنا کہہ کر پھر سے جعفر صاحب اور باقی سب کی جانب متوجہ ہو چکی تھیں۔ وہ کہہ کر وہاں سے نکل گیا۔ اور داخلی دروازے کو پار کرتے ہوئے گارڈن سے گزرتے ہوئے کار پورچ کی طرف اپنے قدم بڑھانے لگا۔ نفیسہ بیگم جو خاموشی سے اسے جاتا ہوا دیکھ رہی تھی۔ اس کے باہر نکل جانے پر یکدم ہی کچھ یاد آنے پر لاؤنج سے نکل کر گارڈن میں چلی آئی تھیں۔ پھر اسے تلاش کرتے ہوئے کار پورچ کی جانب آ گئی جہاں وہ ابھی گاڑی کا دروازہ کھولنے ہی لگا تھا کہ پیچھے سے آتی کسی کے قدموں کی آواز پر یکدم ہی پلٹ کر اپنے پیچھے دیکھنے لگا۔ جہاں نفیسہ بیگم اس تک ہی آ رہی تھیں۔ اس کو پہلے سے اپنی جانب متوجہ پا کر وہ اس کے نزدیک پہنچ کر بولیں۔

"عالیار بیٹا اگر تم جلدی آ ؤ گے ہسپتال سے، تو کیا آتے ہوئے مشعل کو اس کی دوست کے گھر سے لے آؤ گے۔؟؟"

ان کے لہجے سے واضح طور پر فکر مندی دیکھائی دیتی تھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"جی میں، تائی جان؟؟۔"

وہ کچھ تذبذب کا شکار ہوا۔

"ہاں بیٹا تم، میں تمھیں نا کہتی اگر شہرام گھر میں ہوتا تو، نجانے یہ لڑکا شام سے کہاں غائب ہوا ہے، اب تک گھر بھی نہیں آیا، اور پھر مشعل کے فون پر فون آ رہے ہیں کے کسی کو ٹائم سے لینے بھیج دوں۔"

نفیسہ بیگم سنجیدہ تاثر سے بولتی ہوئی اسے مشکل سے دوچار کر گئی تھی۔ کیونکہ وہ ہرگز بھی مشعل کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"جی تائی جان آپ بے فکر ہو جائے میں اسپتال سے فارغ ہو کر اسے لینے چلا جاو گا، بس آپ مجھے لوکیشن بھجوا دیں واٹس ایپ پر اس کی دوست کی گھر کی۔"

وہ کچھ سوچ کر انھیں مطمئن کرنے کی خاطر بولا۔ کیونکہ اس کے سوا چارہ بچا بھی کوئی نہیں تھا۔

"ہاں بیٹا میں ابھی زوہا کو بولتی ہوں کہ تمھیں لوکیشن بھیج دیں۔"

نفیسہ بیگم اس کے ہامی بھرنے پر آگے بڑھتی ہوئی اس کے کندھے پر تھپکی دیتے ہوئے بولیں۔ پھر ایک مسکراتی نگاہ سے اسے دیکھ کر وہاں سے اندر کی طرف بڑھنے لگیں۔ جبکہ وہ اگلے ہی پل گاڑی میں سوار ہوتے ہوئے گاڑی کو حسن آرا منزل سے نکالنے لگا تھا۔

کار کی بونٹ سے ٹیک لگائے وہ ہلکا سا اس پر ٹکے ہوئے بار بار اپنے ہاتھ میں پہنی گاڑی کو کوفت بھری نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔ وہ پچھلے پندرہ منٹ سے اسی طرح مشعل کا انتظار کر رہا تھا۔ مگر وہ تھی کے آکر نہیں دے رہی تھی۔ ایک تو ہسپتال سے ڈیوٹی دینے کے بعد اسکا سیدھا گھر جانے کو دل تھا۔ مگر تائی جان کی دی ہوئی ذمہ داری کو وہ بھول بھی تو نہیں سکا تھا۔ یا شاید اس نے اپنے دماغ کو بھولنے کی اجازت ہی نہیں دی تھیں۔ کوفت بھری نگاہ سے سامنے گھر کے لوہے کے دروازے کو بار بار سرسری سا دیکھتے ہوئے وہ قدرے حد تک بے زار دیکھائی دینے لگا تھا۔

ابھی ایک ہی پوزیشن میں کھڑے وہ موبائل نکالنے کے لیے جیب میں ہاتھ ڈالنے ہی لگا تھا کہ لوہے کا دروازہ چرچراہٹ کی آواز پیدا کرتے ہوئے کھلا۔ اور اس کے اندر سے مشعل نے اپنے قدموں کو باہر کی طرف نکالا۔ باہر نکل کر اسے اپنی نظروں کو زیادہ مشکل سے دوچار کرنا پڑا تھا۔ کیونکہ لینے آنے والا ٹھیک اسے اپنے سامنے دیکھائی دیا۔ عالیار کو اپنے انتظار میں باہر کھڑے دیکھ وہ قدرے حیران ہوتی ہوئی اس کی طرف بڑھی۔ عالیار نے بھی اس کو آتا دیکھ سیدھے ہو کر اپنی نگاہوں کو اس پر گاڑھ سا لیا۔ ابھی اسے سے پہلے کے مشعل اپنی حیرانی کو ختم کر کے اس سے کوئی سوال کر پاتی وہ اس کی حیرانی کو بھانپتے ہوئے خود ہی گویا ہوا۔

"اتنی دیر کر دی تم نے میں پچھلے پندرہ منٹ سے انتظار کر رہا ہوں تمھارا؟؟، تمھیں اندازہ بھی ہے میں کتنا تھکا ہوا ہوں، لیکن پھر بھی تمھیں یہاں لینے آیا ہوں، تھوڑا جلدی ہی باہر آجاتی تم۔"

وہ سنجیدگی سے کہتا ہوا اسے سخت بے زار دیکھائی دیا۔ اس کی بے زاری مشعل کی عزت نفس کو اور سلگا گئی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR SITE

"اگر اتنی ہی تکلیف تھیں تو نہیں آنا چاہیے تھانا، کوئی اور آجاتا، شاید اسے اتنی تکلیف نا ہوتی جتنی آپ کو ہو رہی ہے۔"

وہ بھی دوبدو سرد لہجے سے بولی ۔اس کے سرد لہجے پر عالیار کی سرمئی آنکھیں پھیل سی گئی۔اسے یقین نا آیا تھا کے یہ وہی مشعل تھی جو کبھی اسے الٹا جواب دینا گناہ سمجھتی تھی۔لیکن جب بات عزت نفس پر آجائے تو شاید ہر چیز سے بڑھ کر عزیز عزت نفس ہو جاتی ہے۔پھر بھلے ہی آپ کے سامنے آپکا من پسند شخص ہی کیوں نا کھڑا ہو۔

"میں اس وقت تم سے بحث کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں مشعل۔"

اس کے لہجے کی تلخی کو نظر انداز کرتے ہوئے اس نے سنجید گی سے کہا۔

"اور میں آپ سے بات کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

وہ جتا کر کہتی ہوئی گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر جا بیٹھی۔اس کے ایسے جانے پر عالیار جتنا حیران ہو سکتا تھا کم تھا۔وہ آج اسے اپنی ہر بات سے مکمل طور پر حیران کر رہی تھی۔

اس نے اس دن کی تلخ کلامی کے بعد اس کا نظر انداز کرنا نوٹ کرا تھا مگر وہ اس حد تک اسے نظر انداز کرے گی یہ اس نے کبھی نہیں سوچا تھا۔اور اسکا یہی نظر انداز کرنا اسے کہیں نا کہیں اندر ہی اندر کھل رہا تھا۔اس کو بیٹھے ہوئے دیکھ وہ خود پر جبر کرتا ہوا خود بھی گاڑی میں جا بیٹھا۔اور بغیر اسے دیکھیں گاڑی اسٹارٹ کر گیا۔جب کے وہ لاتعلقی کا اظہار کرتے ہوئے باہر کے مناظر کو دیکھ رہی تھی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

سرمئی سڑکوں پر بھاگتے ہوئے گاڑی ایک سڑک سے دوسری سڑک سے گزرتے ہوئے اپنی منزل پر رواں دواں تھی۔

ایک عجیب سی خاموشی گاڑی میں بیٹھے دونوں نفوس کے درمیان حائل تھی۔البتہ عالیار کی نظریں بھٹک کر بے وجہ ہی اپنے دائیں جانب بیٹھی لڑکی پر جا رہی تھی۔جو لاپرواہی بیٹھی باہر کے مناظر میں کھوئی ہوئی سی معلوم ہوتی تھی۔عالیار جو گاڑی ڈرائیو کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے ذہن میں ابھرتے سوالوں کو سوچتے ہوئے اسے پکارنے کا ارادہ بھی رکھتا تھا۔لیکن پکار نہیں پا رہا تھا۔کافی دیر یونہی خاموشی سے گاڑی چلاتے رہنے کے بعد بلا آخر نا چاہتے ہوئے بھی خود کو نا روک سکا۔

"کیا تم بی جان سے بات کر چکی ہو۔؟؟"

وہ سوالیہ ایک نظر اسے دیکھ کر لاپرواہ بنتے ہوئے پوچھنے لگا۔ مشعل جو خود کو لاپرواہ سا ظاہر کرتے ہوئے باہر دیکھنے میں مگن تھی۔ اس کے یکدم سے پوچھنے پر بے اختیار اسے دیکھ کر رہ جاتی ہے۔ پھر اپنی نگاہ کو واپس سے کلاس وال کی جانب ڈالتے ہوئے بولتی ہے۔

"بہت جلد کر لوں گی موقع کی تلاش میں ہوں۔"

آواز قدرے دھیمی تھی۔ جبکہ نگاہیں باہر کے مناظر میں کھوئی ہوئی سی تھی۔ اس کے جواب پر وہ پھر سے گاڑی چلانے میں مگن ہو گیا تھا۔ ابھی ان دونوں کے درمیان پھر سے خاموشی ہی حائل ہونے لگی کے گاڑی ایک سگنل پر جا کر رکی۔ اور عالیار باہر سنگل کی ریڈ لائٹ کو دیکھنے لگا۔ جو نجانے کب گرین ہونے کا سگنل دیتی اور وہ گاڑی کو پھر سے آگے کی جانب بڑھاتا۔

وہ بھی خاموشی سے سنسان سڑک کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے ایک بار بھی بغور عالیار کی جانب نہیں دیکھا تھا کیونکہ وہ خود کو کسی بھی لمحے کے سحر میں آکر کمزور نہیں بنا سکتی تھیں۔ اس نے سوچ لیا تھا اب کے وہ عالیار کی زندگی سے نکل جانے گی۔ کیونکہ بعض اوقات محبوب کی خوشی کے خاطر اپنے قدموں کو واپسی کے لیے موڑ لینا بھلے ہی تکلیف دے عمل ہو لیکن محبوب کی خوشی میں خوش رہنے کو ہی محبت کہتے ہیں۔

اور وہ بھی ایسا کر رہی تھی۔ خود اس کے لیے یہ سب کتنا ہی مشکل ہو۔ لیکن عالیار کی خوشی کے لیے تو وہ کچھ بھی کرنے کو تیار تھی۔ ابھی گاڑی کے نفوس یونہی سگنل کے کھل جانے کے انتظار میں تھے۔ کے ایک بائیک پر دو لڑکے سوار ٹھیک ان کی گاڑی کے دائیں جانب والی کھڑکی کے پاس آکر رکے۔ اور ان میں سے پیچھے بیٹھا لڑکا ان کی گاڑی کی کھڑکی بجانے لگا۔

گاڑی کی کھڑکی بجنے کی آواز پر مشعل نے بھی عالیار کی سائیڈ والی کھڑکی کی جانب دیکھا۔ جہاں دو بائیک سوار ان کی کھڑکی بجا رہے تھے۔ عالیار نے ایک نظر مشعل کو دیکھ کر کھڑکی کا شیشہ نیچے کیا۔ اور تبھی ان میں سے ایک پیچھے بیٹھا لڑکا گاڑی کے اندر تقریباً جھانکنے کے انداز میں دیکھتے ہوئے ہاتھ میں پکڑی گن دیکھاتے ہوئے کہنے لگا۔

"جو بھی پاس ہے سب نکال دو۔"

وہ لڑکا قدرے رعب دار آواز میں عالیار کی طرف گن کرتے ہوئے بولا۔ ان اجنبیوں کی اس حرکت پر تو وہ دونوں بوکھلا ہی گئے۔ عالیار کو اپنا شیشہ نیچے کرنا اب احمقانہ سا لگنے لگا۔

"کیا کر رہے ہیں آپ گن نیچے کر کے بات کریں دیکھ نہیں رہے لیڈیز ہیں میرے ساتھ۔"

عالیار نے گن کو پیچھے کرتے ہوئے قدرے بلند آواز میں کہا۔

"ہمیں مت سکھا، جو بھی ہے پاس، سب ہمیں دے دو ورنہ ساری کی ساری گولیاں تیرے سینے میں اتار دونگا۔"

پیچھے بیٹھا لڑکا تھوڑا اور آگے کو جھک کر قدرے چیختے ہوئے غرایا۔ اس گنڈے کے ایسے کہنے پر گویا سہمی ہوئی سی مشعل اب سہی معنوں میں ہوش میں آئی تھی۔ اور وہ عالیار کو پرے کرتے ہوئے اس لڑکے کی گن کو اس کے سینے سے دور لے گئی تھی۔

"آپ کو جو چاہئے بھائی، ہم آپ کو سب دے دیں گے، مگر پلیس ان سے گن کو قدرے دور رکھ کر بات کرے۔"

وہ قدرے سنجیدگی سے بولتی ہوئی اپنے کانوں میں پہنی سونے کی بالیوں کو جلدی جلدی اتارنے لگی۔ اسے اپنے سے زیادہ عالیار کی ذات کی فکر کھائے جا رہی تھی۔ جبکہ اس کے ایسا کرنے پر عالیار کی سرمئی آنکھیں تو مشعل کے چہرے پر ٹھہر سی گئی تھی۔ مشعل کے چہرے پر یکدم ہی عالیار کو کھو دینے کا جو خوف نمودار ہوا تھا وہ عالیار کی نظروں سے اوجھل نا رہ سکا تھا۔ لیکن پھر بھی وہ اس کو روکنے کے خاطر بولا۔

"یہ تم کیا کر رہی ہو مشعل۔"

عالیار نے مداخلت کرتے ہوئے اسے روکنا چاہا۔

"آپ چپ کریں اس وقت۔"

وہ ڈیش بورڈ سے اس کا موبائل اور اپنا موبائل بھی نکال کر سارا سامان اس ڈکیٹ کی جانب بڑھانے لگی۔

اس کے بڑھانے پر وہ ڈکیت پھرتی سے چیزوں کو چھیننے کے انداز میں پکڑتے ہوئے۔ اپنی بائیک کو اسٹارٹ کرتے ہوئے وہاں سے رفو چکر ہو گئے۔ پیچھے وہ ضبط کرتا رہ گیا۔ پھر گاڑی کو یکدم ہی اس روڈ سے نکالنے کے لیے اسٹارٹ

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

کر گیا۔ اس سنسان علاقے سے قدرے دور گاڑی کو نکال کر اب وہ پوش علاقے کی طرف گاڑی کو بڑھانے لگا تھا۔ جبکہ مشعل اس سارے عرصے میں آنکھیں بند کرے گہری گہری سانسیں اپنے اندر اتار رہی تھی۔

"تمھارا دماغ تو ٹھیک تھا، میں ڈیل کر رہا تھا ان سے، پھر تم کیوں بیچ میں بولی۔"

عالیار نے اسے دیکھ کر خود کو قدرے نارمل کرتے ہوئے کہا۔ اس کے کہنے پر مشعل نے اپنی سنہری آنکھیں پٹ سے کھولی اور اس کی جانب دیکھ کر بے اختیار کہتی ہے۔

"بیچ میں نہیں بولتی تو وہ آپ کو کچھ کر جاتے، اور خدانا خواستہ اگر آپ کو کچھ ہو جاتا تو میرا۔۔۔"

وہ کہتے کہتے ٹھہر سی گئی۔ اور اس کی زبان آخری لفظوں کو ادا کرنے سے انکاری ہو گئی۔ نظریں اپنا ارتکاز بدل کر سامنے کے منظر کو بے وجہ ہی دیکھنے لگی۔ اسے اپنی بے اختیاری پر اس وقت شدت سے افسوس ہوا۔

"میرا کیا۔؟؟"

اس کے بات کو ادھوری چھوڑ دینے پر اپنی سرمئی آنکھیں اس پر جمائے۔ وہ مشعل کے آگے کے لفظوں کو جاننے کا خواہش مند ہوا۔

"میرا مطلب ہے اگر آپ کو کچھ ہو جاتا تو تائی جان اور باقی سب کا کیا ہوتا۔"

وہ ایک بار پھر اپنی نگاہ کا ارتکاز بدل کر اسے دیکھتے ہوئے دھیرے سے گویا ہوئی۔ عالیار بے یقینی کا شکار ہوتے ہوئے سامنے دیکھتے ہوئے گاڑی کو حسن آرا منزل کے قریب تر لے جانے لگا۔ اس کے نزدیک وہ کچھ اور کہنے والی تھی۔ مگر خود کو کہنے سے باز رکھ چکی تھی۔ جبکہ مشعل پھر سے سامنے دیکھنے لگتی ہے۔

"اور تم 'تمھیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

کچھ دیر کے وقفے کے بعد وہ گاڑی کو حسن آرا منزل کے گیٹ کے قریب روکتے ہوئے بے وجہ ہی وہ سوال کرتا ہے جو وہ نا چاہتے ہوئے بھی کبھی نا کرتا مگر نجانے کیسے یہ سوال اس کی زبان تک آ گیا تھا۔

"مجھے کیا ہی فرق پڑے گا اب، میرا آپ سے کبھی دل کا رشتہ رہا ہی نہیں، اور رہی بات منگنی کی تو وہ جلد ہی ختم ہو جائے گی، اور پھر یہ بے معنی رشتہ بھی نہیں رہے گا۔"

وہ بغیر اسے دیکھے ٹھہرے ہوئے لہجے سے بولی۔ پھر اپنی سائڈ کا دروازہ کھول کر گاڑی میں سے باہر نکلتے ہوئے حسن آرا منزل کے چھوٹے دروازے کو بجانے لگی۔
چند پل کی مسافت کے بعد دروازہ کھل جانے پر وہ بغیر اسے پلٹ کر دیکھے اندر کی طرف بڑھ گئی۔ البتہ وہ گاڑی کے اسٹیرنگ کو اپنے دونوں ہاتھوں سے مضبوطی سے تھامے اسے جاتا ہوا ہی دیکھتا رہ گیا۔ ذہن کے پردے پر ابھی ہوئی تمام باتوں کے ساتھ ساتھ۔ زوہا اور مشعل کی جو باتیں اس نے سنی تھی وہ سب آپس میں گڈ مڈ ہونے لگی تھی۔ سوچتے سوچتے دل ایک عجیب سی کیفیت میں مبتلا ہوا۔ دل میں ایک عجیب سا درد اٹھنے لگا تھا نا معلوم کیوں۔ وہ درد جو اسے اب ایک بڑے مرض سے دوچار کرنے والا تھا۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

رات کے آخری پہر نجانے کب وہ گھر میں داخل ہوا تھا۔ کار پورچ سے اندر کی طرف بڑھتے اس کے قدم گارڈن سے گزر کر اندر کی طرف بڑھنے لگے۔ ابھی وہ داخلی دروازے کو پار کرتے ہوئے ہاتھ میں گاڑی کی چابی کو تھامے ہوئے لاؤنج سے گزر کر اوپری منزل کو جانے والی سیڑھیوں کی طرف بڑھنے ہی لگا تھا کہ سیڑھیوں کے دائیں جانب راہداری میں روشنی دیکھ وہ بے اختیار پلٹ کر اپنے قدموں کو راہداری کی طرف بڑھانے لگا۔ اس راہداری میں بنے سب کمرے باہر سے بند تھے۔ بس ایک کمرہ ایسا تھا جو اس راہداری کے سب سے آخر میں بنا ہوا تھا جہاں سے روشنی آتے ہوئے ساتھ ساتھ راہداری کو بھی اجاگر کر رہی تھی۔ اور وہاں کسی کی موجودگی کا عندیہ بھی دے رہی تھی۔
شہرام سب کمروں کو نظر انداز کرتے ہوئے تجسس کے مارے اس راہداری کے آخری کمرے کی جانب بڑھا جس کا دروازہ باہر سے تھوڑا سا آدھ کھلا سا تھا۔ جہاں سے روشنی باہر جھانکتے ہوئے تاریکی میں ڈوبی راہداری کو اُجاگر کرنے میں کامیاب ہوتی دیکھائی دے رہی تھی۔ اس کمرے کے باہر پہنچ کر اس نے جیسے ہی آدھ کھلے دروازے کو ہاتھ بڑھا کر تھوڑا سا اور کھول کر دیکھنا چاہا۔ تو اس کی نگاہیں دوڑاتی ہوئی سامنے ہی کمرے میں موجود لکڑی کی کرسی پر بیٹھی سوئی ہوئی سی مرحہ پر جا ٹھہری۔ جو گود میں کتاب رکھے نجانے کب یہاں کتاب پڑھتے پڑھتے سو گئی تھی۔
دور سے ہی اس کو ایسا سوتے ہوئے دیکھ نا چاہتے ہوئے بھی اس کے قدم کمرے کے اندر کی جانب چلے آئے جو حسن آرا منزل کی چھوٹی سی لائبریری کے طور پر جانا جاتا تھا۔ جو بلخصوص جعفر صاحب اور مرحہ کے لیے تعمیر کروایا گیا

تھا۔لائبریری چھوٹی ہونے کے ساتھ ساتھ خوبصورت بک ریک کے فرنیچر سے آراستہ تھی۔لائبریری میں پہنچ کر وہ ٹھیک اس کے سامنے جا کھڑا ہوا اور محویت سے اسے دیکھے گیا۔شام میں ہوئی اس کے اور اپنے درمیان ہوئیں باتوں کو یکسر نظرانداز کرے۔ اسے دیکھتے ہوئے اس کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ ابھر آئی۔

سنہری آنکھیں اسے دیکھ کر پھر سے چمکنے لگی تھی۔جن کو شہد آنکھوں والی اس کرسی پر سوئی لڑکی نے بے رونق کر دیا تھا اپنی باتوں سے۔کچھ دیر اس کو یونہی مسکراتے ہوئے دیکھنے کے بعد۔ اس کو بے ترتیب سوتے ہوئے دیکھ وہ کچھ سوچ کر اپنی نگاہوں کو ادھر ادھر دوڑاتے ہوئے کمرے میں کچھ تلاش کرنے لگا۔اس کی آنکھیں اپنی مطلوبہ چیز کو تلاش کرنے کے لیے یہاں سے وہاں بھٹکتے ہوئے اس چھوٹی سی لائبریری کا جائزہ لے رہی تھی۔

تبھی اس کی نگاہ کمرے میں رکھے ایک سنگل صوفے پر جا ٹھہریں بے اختیار اس کے قدم اس صوفے کی طرف بڑھے۔اور وہ اگلے ہی پل اس صوفے پر رکھے کمفرٹر کو اٹھاتے ہوئے لکڑی کی کرسی کے نزدیک آیا۔ہاتھ میں پکڑی چابی کی آواز پیدا نا ہوسکے اس لیے وہ ہاتھ میں پکڑی چابی کو لکڑی کی کرسی کے پاس رکھی ایک چھوٹی سی لکڑی کی ٹیبل پر رکھتے ہوئے۔دوسرے ہاتھ میں پکڑے کمفرٹر کو کھولتے ہوئے کرسی پر سوئی ہوئی مرحہ پر بڑی احتیاط سے ڈالنے لگا۔

مرحہ کے وجود کو کمفرٹر سے ڈھانپتے ہوئے۔یکدم ہی اس کی نگاہ اس کے دائیں جانب والے ہاتھ کی جانب پڑی جو کرسی سے ڈھلکتے ہوئے نیچے کو کرسی سے گرنے سا لگا تھا۔اس نے ناچاہتے ہوئے بھی مرحہ کے ہاتھ کو اٹھاتے ہوئے اس کے ہاتھ کو اسکی گود میں رکھ دیا۔پھر چند پل ٹھہر کر ایک نظر اسے دیکھتے ہوئے وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

وہ یکدم ہی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔اور سوئی سوئی سی آنکھوں سے یہاں وہاں اپنی نگاہیں دوڑانے لگی۔پھر خود کو لائبریری میں موجود دیکھ اسے جیسے یاد آیا کے وہ تو قریب رات بارہ بجے کے قریب لائبریری میں آئی تھی کتاب پڑھنے کی نیت سے۔اور شاید پھر کتاب پڑھتے پڑھتے سوگئی تھی۔بے اختیار اس کی نگاہیں یہاں سے وہاں دوڑتے ہوئے گود میں رکھی کتاب کی جانب مبذول ہوگئی۔

اور وہ دائیں ہاتھ سے اپنی گود سے کتاب اٹھاتے ہوئے چونکی۔ خود پر کمفرٹر ڈالے ہوئے دیکھ وہ قدرے حیرت کا شکار ہوئی۔ کیونکہ وہ یہاں بیٹھنے سے پہلے تو ایسا کچھ اپنے ساتھ لے کر نہیں بیٹھی تھی۔ "پھر یہ کمفرٹر اس کے اوپر کون ڈال کر گیا تھا؟؟" اس کے ذہن میں خیال ابھرا۔ "شاید چچی یا بابا"۔ ذہن میں ابھرتے سوال کا خود ہی بڑبڑاتے ہوئے جواب دیا گیا۔

پھر سیدھی ہو کر بیٹھ کر ہاتھ میں پکڑی کتاب کو رکھنے کے لیے اپنے دائیں جانب والی ٹیبل پر کتاب کو ابھی رکھا ہی تھا کے اس کی نگاہ ٹیبل پر رکھی گاڑی کی چابی پر ٹھہر سی گئی۔ کتاب کو ٹیبل پر رکھ کر وہ چابی کو اٹھاتے ہوئے اپنی نظروں کے سامنے لے جا کر اسے پہچاننے کے لیے دیکھنے لگی۔ لیکن اسے زیادہ یاد نہیں کرنا پڑا تھا کے وہ کس کی چابی ہے۔ بے اختیار ہی اس چابی کی شناخت اس کی شخص کی شناخت کرواتے ہوئے اس کی زبان سے اس شخص کا نام بھی ادا کروا گئیں۔

"شہرام۔"

اپنی زبان سے اسکا نام ادا کرتے ہوئے وہ سمجھ چکی تھی۔ پھر چابی کو واپس سے ٹیبل پر ہی رکھ کر وہ کھڑی ہوتی ہوئی لائبریری روم سے باہر کی جانب بڑھی۔ کیونکہ دور کہیں مسجدوں سے سحری کے سائرن کی آوازیں سر بلند ہونے لگی تھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

جہاں آسمان نیلاہٹ میں بدلنے لگا وہی دوسری جانب حسن آرا منزل کے کار پورچ میں اس وقت سب نفوس تمکینت آپا کے یہاں جانے کے لئے اپنی اپنی مطلوبہ گاڑی کا رخ کرنے لگے۔ گھر کی خواتین کو تو شہرام کی گاڑی میں براجمان ہو کر یہاں سے روانہ ہوئے بھی کچھ دیر بیت چکی تھی۔ جب کے مرد حضرات جعفر صاحب کے ساتھ نکل گئے تھے۔ بس ایک عالیار ہی باقی تھا۔ جیسے سب لڑکیوں کو اپنے ساتھ لے کر جانا تھا۔ اور وہی بے تابی سے زوہا اور مشعل کے باہر آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ جو کے پچھلے دس منٹ سے باہر آ کر نہیں دے رہی تھی۔

کار پورچ میں کھڑی اپنی گاڑی سے ٹیک لگائے وہ اپنی نظریں گارڈن سے اندر کو جاتے داخلی دروازے کی طرف بار بار دیکھ رہا تھا۔ جبکہ مرحہ اس سے کچھ فاصلہ بنائے کھڑی۔ اسی جیسی کیفیت میں مبتلا تھی۔ وہ کب کی شہرام کی گاڑی بیٹھ

کر یہاں سے چلی جاتی ان دونوں کو عالیار کی ذمہ داری پر چھوڑ کر۔ اگرچہ وہ شہرام کی فیلینگ سے واقف نا ہوتی تب۔ مگر اب جب وہ اس کی دل کی کیفیت سے انجان نہیں رہی تھی۔

تو اپنا اس سے فاصلہ بنائے رکھنا ہی اس کو مناسب لگ رہا تھا۔ تاکہ شہرام جو بھی فیل کرنے لگا ہے اس کے لیے وہ جلد ختم ہو جائے۔ اور سب پہلے جیسا ہو جائے۔ مگر وہ اس بات سے۔ واقفِ ہی کہاں تھی کے اب کچھ بھی پہلے جیسا ہرگز نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ شہرام کی فیلنگ آج کل کی نہیں تھی۔ جو یونہی ختم ہو جاتی۔

ابھی وہ ایسے ہی کھڑی تھی۔ کہ اسے سامنے سے زوہا اپنے نزدیک آتی ہوئی دیکھائی دی سفید دھوتی دار شلوار کے ساتھ سفید ہی گھٹنوں سے اوپر کو قمیص پہنے جس پر کالے رنگ کے چھوٹے چھوٹے پھول بنے ہوئے تھے کالے دوپٹے کو گلے میں ڈالے وہ سیاہ بالوں کو آج چوٹی کی صورت دے ہوئی تھی۔ ابھی وہ اس کے نزدیک ہی آکر کھڑی ہوئی تھی۔ مرحہ نے ضبط سے پوچھا۔

"اتنی دیر کر دی تم نے؟؟، اور یہ مشعل کہاں رہ گئی ہے۔؟؟"

وہ قدرے سرد لہجے میں پوچھتی ہے کہ روضے کی حالت میں انتظار کرنا اسے سخت کوفت میں مبتلا کر گیا تھا۔ عالیار نے ایک کوفت بھری نگاہ سے زوہا کو دیکھا۔ اس کا حال بھی مرحہ سے کچھ مختلف نا تھا۔

"وہ بس۔"

ابھی زوہا اتنا ہی کہہ پائی تھی کہ ان سب کی نگاہ یکدم ہی ایک ساتھ گارڈن کی جانب گئی۔ جہاں سے گارڈن کو پار کرتی ہوئی مشعل نیوی بلو رنگ کا چوڑی دار پاجامہ پہنے نیوی بلو ہی لمبی سی گھیر دار فراک پہنے ہوئے ہلکے بھورے گھنگھریالے بالوں کو پونی میں قید کرے۔ کندھے سے ڈھلکتے دوپٹے کو سنبھالتی ہوئی ان تک آ رہی تھی۔ ڈوپٹے کو سنبھالنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے اس کے قدم کارپورچ میں آکر ٹھہرے تھے۔ اور یکدم ہی سب کو اپنی جانب متوجہ پا کر بولی۔

"کیا ہوا چلنا نہیں ہے کیا آپ لوگوں کو؟؟، کس انتظار میں ہیں۔؟؟"

وہ ایک نظر جائزہ لیتی نگاہ سے سب کو دیکھتی ہوئی بولی۔ جیسے اس سے زیادہ جلدی تو اب کسی کو نہیں تھی جانے کی۔

عالیار کی نگاہ اس پر ٹھہر کر واپس پلٹنا بھول گئی کچھ دیر پہلے والے کوفت بھرے تاثرات اب زائل ہونے لگے تھے۔

"نہیں ہم نے سوچا تھا کے روزہ یہیں کھول کر چل لیتے ہیں، کیونکہ مشعل بی بی نے تو ابھی مزید دیر کرنی تھی۔"

جواب طنزیہ لہجے میں مرحہ کی جانب سے آیا تھا۔ عالیار نے بھی چونک کر ایک بھرپور نگاہ سے مرحہ کو دیکھا جو واقعی اسے اپنے سے زیادہ تپی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ جبکہ اس کے برعکس اس کا اپنا موڈ تو نجانے کیوں خوش گوار ہونے لگا تھا۔

"مرحہ آپی۔؟؟"

وہ صدمے سے بولی۔ اسے یقین نا آیا تھا کے مرحہ اس سے طنزیہ گفتگو میں بھی بات کر سکتی ہے۔ اس نے کہہ کر ایک نظر زوہا کو دیکھ جس کے لبوں پر مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

"اب چلو واقع یہیں نہیں کھولنا ہمیں روزہ۔"

مرحہ کہتے ہوئے گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر جا بیٹھی۔ زوہا بھی اس کی پیروی کرتی ہوئی دوسری سائیڈ سے جا بیٹھی۔ ان دونوں کو بیٹھتا دیکھ مشعل کی نگاہ بے اختیار ہی ان دونوں سے گزر کر عالیار پر جا ٹھہری جو نجانے کب سے کھڑا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظروں سے کنفیوز ہوتی وہ اسے نظر انداز کرتی ہوئی خود بھی گاڑی کے اندر جا بیٹھی۔ وہ جو خاموشی سے اسے دیکھ رہا بے وجہ ہی اس کے بیٹھنے پر خود بھی گاڑی میں جا بیٹھا۔ اور گاڑی کو اسٹارٹ کرتے ہوئے حسن آرا منزل سے باہر کی جانب نکالنے لگا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

منظر سلمان صاحب کے بنگلے کے اندر کا تھا۔ جہاں سب اس وقت افطار کے بعد نماز سے فارغ ہو کر چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ بڑے سب لاؤنج میں بیٹھے باتوں میں مصروف تھے۔ تو باقی سب گارڈن میں بیٹھے چائے کی چسکیاں لیتے آپ کو نظر آئے گے۔ بڑے سے گارڈن میں تازہ تازہ پھولوں کی مہک پورے سلمان ہاؤس کے گارڈن کو مہکا رہی تھی۔ گارڈن کے واسط میں لگی۔

پلاسٹک کی کرسیوں پر وہ سب براجمان تھے۔ زوہا کچھ ڈیزائن موبائل میں سے مشعل کو دیکھانے میں مصروف تھی۔ تو مرحہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ یہاں سے اٹھ کر اندر چلی جائے کیوں کے شہرام کی نگاہیں بار بار اسے کنفیوز کر رہی تھی۔

اس دن شام کے بعد سے اس کی شہرام سے کوئی بات نہیں ہوئی تھی اور وہ کرنا بھی نہیں چاہتی تھی۔اس کے ٹھیک سامنے والی کرسی پر شہرام ارسم کے ساتھ بیٹھا باتوں میں مصروف ہونے کے ساتھ ساتھ مرحہ پر بھی نگاہیں ڈالنا نہیں بھول رہا تھا۔جب کے ارسم اسے اپنی باہر جانے کی مصروفیات اور جاب کے متعلق بتا رہا تھا۔

وہی اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھا ذوھان اس کی باتوں کو غور سے سنتے ہوئے بار بار بیچ میں لقمہ دیتا کبھی کچھ پوچھ رہا تھا تو کبھی کچھ پوچھ رہا تھا۔اور اس کے کام کے بارے میں پوچھنا وہاں بیٹھے ہر شخص کو حیرانی میں مبتلا کر رہا تھا کہ ذوھان صاحب اور جاب کے متعلق معلومات کو سن رہے تھے۔اور سوال جواب کر کے پوچھ بھی رہے تھے۔

جب کے ان کی باتوں سے یکسر غافل عالیار خود کو موبائل فون میں مگن دیکھانے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا۔جب کے اس کے برعکس اس کی نگاہیں بار بار زوہا کے ساتھ مصروف مشغل پر جا رہی تھی۔اور اپنی یہ بے اختیاری اسے اندر ہی اندر کہیں نا کہیں کچھ عجیب ہونے کا سگنل دے رہی تھی۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کے آخر کو وہ ایسا کیوں کر رہا ہے۔

ان سب کو کچھ دیر کے لیے یہیں چھوڑ کر اگر آپ گارڈن کی پتھریلی روش سے گزرتے ہوئے بنگلے کے اندر جائے گے۔تو اندر لاؤنج سے آتی آوازیں آپ کو اپنی جانب متوجہ کرے گی۔

"لیکن یہ سب اتنی جلدی کیسے ممکن ہے۔؟؟"

جعفر صاحب نے ایک گہری نگاہ سے اپنے سامنے والے صوفے پر بیٹھے سلمان صاحب کو دیکھ کر کہا۔وہاں بیٹھا حسن آرا منزل کا ہر فرد ان کی بات سے اتفاق ضرور کرتا تھا۔سوائے حسن آرا بیگم کے۔ان کے کہنے پر سلمان صاحب نے اپنے ساتھ بیٹھی اپنی بیگم تمکینت کو دیکھ کر انھیں بولنے کے لیے اکسایا کے جیسے اب تم کہو۔

"کیوں ممکن نہیں ہے بھائی صاحب، آخر کو اس میں حرج ہی کیا ہے؟؟، آپ ویسے بھی تو ہمارے ارسم کو پسند کر چکے ہی ہیں، تو پھر منگنی کرنے کے بجائے ڈائریکٹ نکاح کرنے میں کیا حرج ہے۔؟؟"

تمکینت بیگم کو تو ہاتھوں میں سرسو جمانے کی لگی تھی۔

وہ ہرگز بھی اب کی بار ارسم کو ایسے ہی لندن جانے نہیں دے سکتی تھی۔کیونکہ وہ ہرگز بھی نہیں چاہتی تھیں کہ ارسم وہاں کسی گوری سے شادی کرلیں۔اور وہ بس دیکھتی ہی رہ جائے۔ویسے تو ارسم انکا اکلوتا بیٹا ہونے کے ساتھ ساتھ

انکا بڑا فرمابردار بھی تھا۔ لیکن باہر کی دنیا انھیں ہمیشہ ہی تیز لگتی تھی کے کہیں ان کے خوبرو بیٹے کو کوئی گوری لڑکی پھانس نا لے۔

"لیکن منگنی ایک چھوٹی سی رسم ہو گی جب کے نکاح کے لیے سب کو مدعو کرنا پڑے گا، پورے خاندان کو بلانا پڑے گا، سب کچھ اتنا جلدی کیسے ہو گا۔؟؟"

جعفر صاحب مطمئن کہاں ہونے والے تھے۔ وہ بھلے ہی اماں کے کہنے پر ارسم سے کل مل کر خود کو مطمئن کر گئے تھے۔ لیکن وہ اتنی جلد بازی میں بھی مرحہ کا رشتہ نہیں کر سکتے تھے۔ آخر کو مرحہ میں ان کی جان بستی تھی۔ اور پھر ایک بار اس کی پسند جاننا بھی ان کے لیے ضروری تھا تبھی ہی وہ کہیں سے بھی سلمان صاحب اور تمکینت بیگم کی بات پر متفق نہیں ہوئے تھے۔

"مجھے تو مرحہ کب سے پسند تھی اپنے ارسم کے لیے بھائی صاحب، میں بس ارسم کے آنے کے ہی انتظار میں تھی کہ جیسے ہی وہ آئے گا میں چچی کو رشتہ ڈال دوں گی، اور میں نے ایسا ہی کرا، آپ لوگوں کو یہاں بلانے سے پہلے ہی میں نے چچی کے کان میں رشتہ ڈال دیا تھا اور یہ بھی کہہ دیا تھا کے منگنی کے جھنجھٹ میں نہیں پڑو گی ڈائریکٹ نکاح کرو گی ،رخصتی تو ویسے بھی ارسم کے یہاں ایک سال بعد مکمل طور پر آنے کے بعد ہی ہو گی۔"

تمکینت بیگم نے حسن آرا بیگم کو درمیان میں رکھتے ہوئے تفصیلی کہا۔

وہاں بیٹھے سب لوگ کچھ بھی مداخلت کرے بغیر خاموشی سے ان کی آپسی گفتگو سن رہے تھے۔ ان کی بات کو سنتے ہوئے جعفر صاحب خاموش سے ہو گئے۔ ان کی خاموشی کو مدنظر نظر رکھتے ہوئے حسن آرا بیگم اب کی بار ٹھہرے ہوئے لہجے میں گویا ہوئیں۔

"میرے خیال سے تو اس میں کوئی حرج واقعی نہیں ہے جعفر، رہی بات تیاریوں کی تو وہ تو سب مل کر کر ہی لے گے، تم زیادہ پریشان نا ہو، باقی تم اور سوچ لو اچھے سے جو تمھارا فیصلہ ہو، ہم سب کو اب وہی منظورِ ہو گا۔"

حسن آرا بیگم ایک نظر اپنے شوہر خادم حسین صاحب کو دیکھتی ہوئی بولی۔ ان کے کہنے پر خادم حسین صاحب بھی ہاں میں گردن ہلانے لگے۔ جب کے وہاں بیٹھے باقی سب بھی ان کی بات سے متفق ہوتے دیکھائی دیے۔

جعفر صاحب کے بائیں جانب والے دوسرے صوفوں پر براجمان ذوالفقار صاحب اپنی بیگم نفسیہ خاتون کے ساتھ بیٹھے تھے۔اور ان کے دائیں جانب والے صوفے پر صدیقی صاحب حمنہ بیگم کے ساتھ براجمان تھے۔لاؤنج گول دائرے کی صورت میں صوفوں کی سیٹنگ سے آراستہ تھا۔ جبکہ کھڑکیوں پر بڑے بڑے سرمئی رنگ کے پردے ڈالے تھے۔ جو باہر کے خوشگوار موسم کی وجہ سے ہوا میں لہرانے کا کام بھی سرانجام بھی بخوبی دے رہے تھے۔

"ٹھیک ہے تمکینت بہن آپ لوگوں کی ساری باتیں بجا، لیکن میں مرحہ کی رضامندی جان کر ہی حتمی جواب دونگا، اگر اسکا جواب ہاں ہوا، تو پھر اس کے بعد باقی کی باتیں ہم اس اتوار ہمارے گھر پر ڈسکس کرلے گے اور ساتھ ساتھ افطاری بھی ہو جائے گی کیوں اماں میں سہی کہہ رہاہوں نا۔؟؟"

جعفر صاحب کچھ سوچ کر دھیمے لہجے سے بولتے ہوئے حسن آرا بیگم کی بھی مرضی جاننے کے لیے استفسار کرنے لگتے ہیں۔

"ہاں یہی مناسب رہے گا کیوں خادم۔؟؟"

حسن آرا بیگم اپنے بیٹے کی بات سے اتفاق کرتی ہوئیں بولیں۔پھر آخر میں اپنے شوہر نامدار کی رضا بھی جاننی چاہی۔

"ہاں ایسا ہی کرلیتے ہیں۔"

خادم حسین صاحب سنجیدگی سے بولے۔سب کی باہم راضامندی کو جانتے ہوئے حمنہ بیگم دل ہی دل میں خوش ہوئی۔ کیونکہ ان کے نزدیک جب مرحہ کی شادی ہوگی تبھی تو باقی بچوں کا نمبر آناتھا۔ جبکہ ان کے برعکس نفیسہ بیگم پہلوبدل کررہ گئی ان کی بچپن سے خواہش تھی کہ مرحہ ان کے شہرام کی دلہن بنے۔مگر دونوں کے درمیان ایک سال کا فرق ہونے کی وجہ سے ان کے بچپن میں ہی حسن آرا بیگم نفیسہ بیگم کی اس خواہش کو رد کرچکی تھی۔ان کے نزدیک یہ مناسب جوڑ نہیں ہو گا۔

"ٹھیک ہے بھائی صاحب، پھر اس اتوار انشااللہ آپ کی طرف سے ہمیں خوش خبری سننے کو ملے گی۔؟؟"

تمکینت بیگم سب پر ایک بھرپور نگاہ ڈالتی ہوئی جعفر صاحب سے مُسکراتے ہوئے کہہ گئی۔ان کے کہنے پر وہاں بیٹھا ہر نفوس اپنے لبوں پر مسکراہٹ لے آیا تھا۔

"انشاللہ۔" جعفر صاحب بھی جوابی مُسکراتے ہوئے بولے۔ کیونکہ ان کے نزدیک ارسم ایک بہترین لڑکا تھاان کی مرحہ کے لیے۔ بس اتناوقت انھوں نے مرحہ کی رضامندی جاننے کے لیے مانگا تھاان سے۔ تاکہ اس کی رضامندی سے ہی وہ رشتہ کنفرم کرے۔ کہہ کر یہاں بیٹھے نفوسوں کی باتوں کا موضوع اب بدلنے لگا تھا۔ مرد حضرات کے لیے ٹوپک سیاست زیر بحث آ گیا تھا تو خواتین عید کی تیاریوں کے بارے میں ڈسکشن کرنے لگیں۔

آج صبح سے ہی آسمان پر گھرے بادلوں نے اپنا بسیرا کر رکھا تھا۔ سورج تو مانو اپنی کرنیں لاہور کے رہائشیوں پر آج برسانے سے ہی انکاری ہو گیا تھا۔ کیونکہ بادلوں نے جو آج اپنے جوہر دیکھانے کی ٹھانی ہوئی تھی۔ جمعہ کا دن آج حسن آرا منزل کے مکینوں کے لیے بڑا ہی خوشگوار گزر رہا تھا۔ ایک تو رمضان کی وجہ سے آفس سے جلدی چھٹی مل رہی تھی۔ تو فیکٹری جانے والوں کو بھی خاصہ کام نہیں تھا۔

خوبصورت موسم سے نظریں چرا کر حسن آرا منزل کے داخلی دروازے سے ہوتے ہوئے گارڈن میں آئے تو گارڈن آپ کو کسی بھی نفس سے خالی دیکھائی دے گا۔ گارڈن کو نظر انداز کر کے اگر آپ ڈائیریکٹ اندر بڑھ کر لاؤنج میں آئے گے۔ تو لاؤنج میں چھائی سرد خاموشی آپ کو بدمزا کرے گی۔ وہاں بیٹھے سب نفوسوں کی نگاہ کا مرکز مرحہ تھی۔ جو جعفر صاحب کے پہلو میں بیٹھی۔ کھوئی ہوئی سی کیفیت میں مبتلا تھی۔

جب کے اس کی نگاہوں کے سامنے کھڑا شہرام کا تو جسم مانو ایسا تھا کے گویا جسم میں جان ہی نا ہو۔ اسے کچھ دیر پہلے ہوئی یہاں کی باتوں پر یقین نا آیا تھا۔ اسے اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آیا تھا۔ اسے نہیں پتا تھا کے یہاں کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ یا کیا باتیں ہو کر چکی ہیں۔ وہ تو بس عجیب سے تاثرات کے ساتھ جعفر صاحب کے ساتھ لگ کر بیٹھی مرحہ کو بے تاثر چہرے سے دیکھ رہا تھا۔ جو خاموشی سے اپنے گود میں رکھے ہوئے ہاتھوں کو گھور رہی تھی۔

"جو تمھارا فیصلہ ہو گا وہی میرا فیصلہ ہو گا بیٹا، تم جو کہو گی میں وہی کروں گا۔"

لاؤنج میں جعفر صاحب کی مخصوص آواز گونجتی ہوئی ابھر کر حسن آرا منزل کے ہر مکین تک باخوبی پہنچی تھی۔ انھوں نے تفصیل سے ارسم کے رشتے کے بارے میں بتاتے ہوئے آخر میں اس کی مرضی جاننا چاہی تھی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہاں موجود سب لوگ اس کا جواب سننے کے منتظر تھے۔ مرحہ نے بے اختیار اپنی نگاہیں اٹھا کر اپنے باپ کی جانب دیکھا جو بہت اعتماد کے ساتھ اسے یقین دلا رہے تھے۔ پھر اس کی نگاہیں بھٹکتی ہوئی شہرام پر جا ٹھہری جو امید بھری نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں رقم درد مرحہ کو پہلی بار واضح طور پر دیکھائی دیا تھا۔

اس سے نظریں چراتے وہ فیصلہ کرتی ہوئی اپنی زبان پر لفظوں کو ترتیب دیتے ہوئے اپنے باپ کو دیکھتی ہوئی دھیرے سے گویا ہوئی۔ اس کے کہنے پر شہرام بے اختیار اپنی گردن کو نفی میں ہلانے لگا تھا۔ اسے ڈر جس بات کا تھا مرحہ وہی کرنے لگی تھی۔

"اگر آپ راضی ہیں بابا تو میں بھی راضی ہوں، میری خوشی وہی ہے جو آپکی خوشی ہے مجھے اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

وہ دھیمے سے لہجے میں ایک نظر شہرام پر ڈالتی ہوئی بولی۔ جب کے شہرام کی نفی میں ہلتی گردن جامد ہو گئی۔

اس کے جواب پر جعفر صاحب مُسکراتے ہوئے اسے سینے سے لگا گئے۔ جب کے بی جان اس کی بلائیں لینے لگی۔ زوہا اور مشعل بھی مبارکبادی دینے کے لیے اس کی طرف بڑھی تھی۔ حمنہ بیگم میٹھا لینے کی نیت سے کچن کی جانب بڑھی۔ جب کے باقی سب خاموشی سے بیٹھے۔ گھر میں آنے والی خوشی کو محسوس کرتے ہوئے خوش ہو رہے تھے۔ سنگل صوفے پر بیٹھا عالیار بے معنی سی نظروں سے کھڑے ہوئے شہرام کو دیکھ رہا۔

یکدم ہی دیکھتے دیکھتے شہرام کے قدم پیچھے کی جانب پلٹنے لگے تھے۔ اور پلٹتے پلٹتے لاؤنج سے باہر کی طرف جانے لگے۔ عالیار نے اسے جاتا ہوا دیکھا تھا۔ اور اس کے پیچھے جانے کا سوچ کر وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوا تھا۔ پھر اس کی ابھی کی کیفیت کو مد نظر رکھتے ہوئے واپس سے بیٹھ گیا یہ سوچ کر کے اس کو ابھی اکیلا ہی چھوڑا جائے۔ "کاش وہ اپنے دوست کے لیے کچھ کر سکتا" اس نے کرب سے دل میں سوچا۔ پھر گھر والوں کی خوشی میں بجھے دل کے ساتھ گھلنے ملنے لگا۔

اپنے کمرے میں بیٹھی وہ ابھی ابھی عصر کی نماز ادا کر چکی تھی۔ سائیڈ ٹیبل سے کتاب کو اٹھاتے ہوئے وہ بے معنی سا دیکھنے لگی۔ ارسم کے آئے ہوئے رشتے پر وہ آج صبح ہی اپنے بابا کو ان کے استفسار کرنے پر جواب دے چکی تھی۔ اسے ہرگز بھی اندازہ نہیں تھا کے کل تمکینت آنٹی کے یہاں انھیں رشتے کے حوالے سے ہی خصوصی طور پر بلایا گیا

تھا۔اس نے ارسم کو تو اس نگاہ سے دیکھا ہی نہیں تھا۔دیکھا تو شہرام کو بھی نہیں تھا کبھی لیکن اس کے جذبات جاننے کے بعد اور اس کی صبح ہوئیں رشتے والی بات کو سن کر اور اس کے جواب کو سن کر جو اس کے چہرے پر درد بھرے تاثرات آئے تھے۔وہ اسے بے سکون کر رہے تھے۔

اسے آج تک کوئی پسند نہیں آیا تھا۔اور اگر آتا بھی تو اپنے بابا کے اس قدر مان سے پوچھنے پر اسکا جواب وہی ہونا تھا جو صبح تھا۔ ابھی وہ بے دلی سے بک کو الٹ پلٹ کر کے کتاب کو بے معنیٰ سا دیکھ رہی تھی۔ تبھی ہی یکدم ہی مشعل کمرے میں داخل ہوئی۔اور آتے کے ساتھ ہی اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے مسکراتے ہوئے بولی۔پیروں کو اوپر کرے وہ پالتی کی صورت میں بیٹھی ہوئی اس کے بلکل نزدیک تھی۔

"مرحہ آپی مجھے تو یقین ہی نہیں آرہا کے آپ کے لیے ارسم بھائی کا رشتہ آیا ہے،وہ کتنے ڈیشنگ ہیں،کتنے خوبرو ہیں، اور پھر لندن سے آئے ہیں۔"

مشعل مُسکراتے ہوئے اپنی سنہری آنکھیں اس پر گاڑتے ہوئے مرحہ کو اپنی جانب متوجہ کر گئی۔ ان کے کمرے کے باہر سے گزرتے عالیار کے قدم یکدم تھمے۔اور وہ مشعل کے کہی بات بے ارادہ ہی کھڑا سننے لگا۔پھر چند پل ٹھہر کر ضبط کرتا آگے کی طرف بڑھ گیا۔اسے مشعل کے منہ سے ارسم کی تعریف اس وقت بری طرح کھلی تھی۔نجانے کیوں؟؟۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ہمہ۔"مرحہ فقط اتناہی کہہ سکی۔اور ہاتھ میں پکڑی کتاب کو ایک بار پھر سائڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔

"کیا آپی میں نے اتنا کچھ کہا اور اپنے بس اتنا سا جواب دیا،کیا آپ کو خوشی نہیں ہو رہی ہے۔؟؟"

وہ اس کے جواب پر بدمزہ ہوتی ہوئی بولی۔اسے ذرا پسند نہیں آیا تھا مرحہ کا جواب۔

"میں خوش ہوں مشعل،خیر تم یہ بتاؤ زوہا نے پکوڑوں کی پیاز کاٹ لی ہے۔؟؟"

مرحہ نے کہتے ساتھ ہی بات کا موضوع ہی بدل دیا۔

"ہاں کاٹ دی ہے آپ آکر دیکھ لینا۔"

وہ چڑتے ہوئے کہہ گئی۔کہیں نا کہیں اسے محسوس ہوا کہ مرحہ اس موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتی تبھی وہ آگے کچھ بھی نا کہہ سکی۔اور جوڑے میں قید اپنے ہلکے گھنگھریالے بالوں کو کھول کر دوبارہ سے مضبوطی سے جوڑے کی شکل

دے کر باندھنے لگی۔ اتنے میں مرحہ بیڈ سے اترتے ہوئے الماری کی جانب چلی آئی۔ پھر اس میں سے کچھ کھنگالنے لگی۔ پھر اس میں سے ایک سوٹ بر آمد کرتی ہوئی واش روم کی طرف اپنے قدم بڑھانے لگی۔

"شاور لینے جارہی ہیں کیا۔؟؟"

بالوں کو سہی طریقے سے باندھ کر وہ بیڈ سے نیچے اترتے ہوئے اس کو واش روم کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر سوالیہ پوچھنے لگتی ہے۔

"ہاں ۔"

وہ کہتی ہوئی واش روم کے اندر روپوش ہو چکی تھی۔ جب کے وہ بے ارادہ ہی یہ سوچنے لگی کہ جس رشتے کے لیے مرحہ رضامندی دے چکی ہے۔

وہ اس سے جڑے انسان کے بارے میں سہی سے بات بھی نہیں کرنا چاہتی تھیں۔ ایسا کیوں یہ وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔ وہ آئی تو ایسے ہی تھی کہ مرحہ سے ارسم بھائی کے حوالے سے دو تین باتیں کرلے گی آخر کو اس کی بڑی کزن اب منگنی شدہ ہونے کے ساتھ ساتھ نکاح شدہ بھی ہونے والی تھی جلد ہی۔ اپنی سوچوں کو جھٹکتی ہوئی وہ ایک بار پھر کمرے سے نکل کر کچن کی جانب بڑھنے لگی۔ جہاں وہ زوہا کو اپنے حصے کا کام بھی پکڑا کر آئی تھی۔ خود آرام کرنے کی نیت سے۔

اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑا وہ حد سے زیادہ مشتعل نظر آرہا تھا۔ صبح گھر سے نکلنے کے بعد وہ قریب مغرب کے وقت گھر میں آیا تھا۔ پھر افطاری کے بعد سے بغیر کسی سے کوئی بھی بات کرے اپنے کمرے میں آکر بند سا ہو گیا تھا۔ کمرے کے دائیں جانب بنی کھڑکی کے سامنے کھڑا وہ قدرے بے بس سا دیکھائی دے رہا تھا۔ چہرے کے تاثرات انتہائی کرب میں ہونے کی داستان سنا رہے تھے۔ اسے یقین نہیں تھا کے مرحہ اس کی محبت کو جاننے کے بعد بھی ایسا کچھ کرے گی اس کے ساتھ۔ اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کے وہ اس کے دل میں جو اس کے لیے جذبات ہیں انھیں جان کر وہ اس سے اس قدر بیزار ہو جائے گی۔

کھڑکی میں کھڑے جب وہ خود کو تھکا ہوا سا محسوس کرنے لگا تھا تو۔ کمرے میں رکھی رائٹنگ ٹیبل کی جانب چلا آیا۔ پھر کرسی کو سنبھالتے ہوئے اپنی ڈائری نکال کر اس میں اپنا قلم چلانے لگا۔ بہت سی باتیں تھی جو وہ کبھی مرحہ سے کہہ نہیں سکا تھا اب تک۔ بہت سی ایسی باتیں تھی جنہیں وہ کہنا چاہتا تھا۔ مگر کہہ نہیں پایا تھا۔

ڈائری پر لکھتے ہوئے وہ ایک بار پھر مرحہ کو تصور میں رکھے ہوئے۔ اپنے جذبوں کی شدت کو اس کے لیے اتارنے لگا تھا۔ لکھتے لکھتے جب اس نے حد درجے خود کو اور زیادہ کمزور پایا تو یکدم ہی اس کا دل گھبرانے لگا۔ اور وہ بے اختیار ہی ڈائری کو بند کرتے ہوئے کمرے سے باہر نکلا۔ نیچے کی منزل پر آکر وہ اپنی دل میں قائم گھبراہٹ کو دور کرنے کے لیے لاؤنج کو نظر انداز کر کے سیدھا گارڈن میں چلا آیا۔

گارڈن میں رکھی ایک کرسی کو سنبھالتے ہوئے وہ اس پر بیٹھ کر اپنی سر کو کرسی کی پشت پر گرانے کے انداز میں بے ارادہ ہی آسمان کی جانب دیکھنے لگا تھا۔ جہاں بادلوں نے صبح کے مقابلے بھرپور طریقے سے اپنا بسیرا کر لیا تھا۔ اور اب وہ کسی بھی لمحے برسنے کو تیار تھے۔ آسمان کو دیکھتے دیکھتے وہ کرب سے آنکھوں کو بند کر گیا۔ ہر بات سے لاپرواہ بنے۔ ذہن میں لفظوں کا جال بننے لگا تھا۔

"ہمارے دل پہ جو زخموں کا باب لکھا ہے

اسی میں وقت کا سارا حساب لکھا ہے

کچھ اور کام تو ہم سے نہ ہو سکا لیکن

تمہارے ہجر کا اک اک عذاب لکھا ہے

سلوک نشتر جیسا نہ کیجئے ہم سے

ہمیشہ آپ کو ہم نے گلاب لکھا ہے

ترے وجود کو محسوس عمر بھر ہو گا

ترے لبوں پر ہم نے جو جواب لکھا ہے

ہوا فساد تو اس میں نہیں کسی کا قصور

ہوائے شہر نے موسم خراب لکھا ہے

دوسری طرف اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑی مرحہ نیند نا آنے کے باعث بادل سے ڈھکے ہوئے آسمان کو دیکھ رہی تھی تبھی ہی بے اختیار اس کی نظر آسمان سے نگاہیں ہٹاتے گارڈن میں بیٹھے شہرام کی جانب گئی۔ جو کھوئی ہوئی سی کیفیت میں اسے دیکھائی دیا۔ اس کو ایسا دیکھ وہ عجیب کش مکش کا شکار ہوئی۔ پھر یکدم ہی کسی سوچ کے تحت اسے نظر انداز کرتی ہوئی پلٹنے ہی لگی تھی۔

کے آسمان سے چھوٹی چھوٹی بوندیں زمین پر آنے لگی۔ اور وہ ٹھہر کر آسمان سے برستی بارش کو دیکھنے لگی۔ جو آہستہ سے ہوتی ہوئی اچانک تیزی اختیار کر گئی تھی۔ مرحہ نا سمجھی سے بارش کو ہوتے دیکھ کرسی پر بیٹھے پہلے جیسی ہی حالت میں بیٹھے شہرام کو دیکھنے لگی۔ جو اچانک سے بارش ہونے کی وجہ سے ٹس سے مس نہیں ہوا تھا۔ چند پل وہ اسے یونہی کھڑے دیکھتی رہی۔ لیکن اب تک شہرام کے وجود میں کوئی بھی حرکت پیدا نہیں ہوئی تھی۔

مرحہ الجھی اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کے اتنی اوپر سے اگر وہ اسے آواز دے بھی تو کیسے اس تک اس کی آواز جائے گی۔ وہ پلٹ کر کھڑکی سے ہٹ جانا چاہتی تھی۔ مگر شہرام کو اسے دیکھ وہ اپنی جگہ سے ہل بھی پا رہی تھی۔ "جاتی سردی کی بارش کہیں اسے بیمار نا کر دے" بے اختیار دل میں خیال ابھرا۔ اور وہ بغیر کچھ سوچے سمجھے۔ کھڑکی سے ہٹتی ہوئی کمرے سے برق رفتاری کے ساتھ باہر نکلی۔ اس کے قدم اب نیچے سے ہوتے ہوئے باہر گارڈن کی طرف بڑھنے لگے تھے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

داخلی دروازے سے گزرتے ہوئے وہ گارڈن کے شیلڈ والے حصے تک پہنچ کر تھم سی گئی۔ شیلڈ کے سائے تلے وہ خود کو بھیگ جانے سے باز رکھتے ہوئے آگے کی طرف نہیں بڑھی۔ اس کے یہاں پہنچنے تک شہرام کا وجود برستی بارش کی وجہ سے مکمل طور پر بھیگ چکا تھا۔ اس کی جانب فکر مندی سے دیکھتی وہ بلند آواز میں اسے پکارتے ہوئے بولی۔ جو ہر چیز سے لاپرواہ بنے کرسی پر بیٹھا آنکھیں موندے بھیگ رہا تھا۔

"اندر آجاؤ شہرام بارش بہت تیز ہو رہی ہے، تم بیمار پڑ جاؤ گے۔"

وہ قدرے بلند آواز میں بولی تا کہ اس تک اس کی آواز باخوبی پہنچ جائے۔

وہ جو کرب سے آنکھیں موندے بارش کو بھی نظر انداز کرے اپنے ٹوٹے دل کا سوگ منا رہا تھا۔ اپنے عقب سے آتی مرحہ کی آواز پر وہ یکدم ہی آنکھیں کھولتے ہوئے اپنے سر کو سیدھا کرے گارڈن سے گھر کے اندر کو جاتے داخلی دروازے کی جانب دیکھنے لگا جہاں وہ اس سے کچھ ہی قدموں کی دوری پر کھڑی اسے اپنے لیے فکر مند سی دیکھائی دی۔ وہ بے اختیار ہی پلاسٹک کی کرسی کو چھوڑتے ہوئے کھڑا ہوا۔ اور اسے اپنی جانب متوجہ دیکھ ایک نظر آسمان کی جانب دیکھ کر اپنی نگاہوں کا مرکز اسے بناتے ہوئے کہنے لگا۔

"دیکھیے نا مرحہ جی وہاں آسمان رو رہا ہے اور یہاں میرا دل۔"

وہ آسمان کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولتے بولتے اپنے ہاتھ کو دل کی طرف لا کر اداسی سے کہنے لگا۔ بارش میں بھیگے ہوئے ہونے کے باوجود بھی مرحہ کو اس کی آنکھیں بھیگی ہوئی سی محسوس ہوئی۔ اس کے ٹوٹے ہوئے لفظ مرحہ کے دل کو اندر ہی اندر بے سکون کرنے لگے۔ لیکن پھر بھی خود کو کمپوز کرتی وہ دھیرے سے بولی۔

"شہرام تم بیمار پڑ جاؤ گے پلیز اندر آجاؤ۔"

وہ اپنی بات پر زور دیتی سادگی سے بول کر۔ شہرام کو بے اختیار کھسیانی سی ہنسی ہنسنے پر مجبور کر گئی۔ وہ کھسیانی سی ہنسی ہنستے ہوئے طنزیہ انداز میں اسے دیکھنے لگا۔ پھر جوابی کچھ سوچ کر اپنی نگاہوں کو اس پر جمائے ہوئے کہتا ہے۔ مرحہ کی شہد رنگ آنکھیں اس کے وجود پر ٹکی۔ وہ چاہتے ہوئے بھی اس پر سے اپنی نگاہیں ہٹا نہیں پا رہی تھی۔

"کیا فرق پڑتا ہے آپ کو میں بیمار پڑھ بھی جاؤں اگر؟؟، کیا کوئی فرق پڑے گا آپ کو مرحہ جی۔؟؟"

وہ دو قدم اس کی طرف بڑھتے ہوئے سوالیہ نظروں سے دیکھ کر پوچھنے لگا۔ ناچاہتے ہوئے بھی مرحہ نے یکدم ہی اس سے اپنی نظریں چرائی۔ اور بے وجہ ہی آس پاس دیکھنے لگی۔

"آپ کو کوئی فرق نہیں پڑے گا، اس بات کا اندازہ مجھے آج صبح ہی ہو گیا تھا کے آپ کو میری ذات سے میرے دل سے کوئی سروکار نہیں ہے، مجھ سے کوئی سروکار نہیں ہے۔"

وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہتے کہتے اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔ اب وہ دونوں گارڈن میں لگی اس شیلڈ کے سائے تلے تھے۔ اس کے لہجے میں درد نمایاں طور پر محسوس کیا جا سکتا تھا۔ مرحہ اسے بے معنی سا دیکھے گئی پھر خود پر جبر کرتی ہوئی کہنے لگی۔

"تم جیسا چاہتے ہو ویسا ناممکن ہے میرے لیے، میں کبھی بھی تمھارے ساتھ محبت میں شراکت داری نہیں نبھا سکتی۔"

وہ سنجیدگی سے اس کی سنہری آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔

"محبت بھی بھلا کبھی ممکن ہوئی ہے، یہ تو ازل سے ناممکن ہی رہی ہے، اسے تو ہم ممکن بناتے ہیں اپنے ارادوں سے اپنی نیتوں سے۔"

وہ بھی دوبدو سنجیدہ تاثر سے کہہ گیا۔ اس کے جواب پر مرحہ لاجواب ہوئی۔ پھر کچھ کر سوچ کر سرد تاثرات سے اسے دیکھے گئی۔

"لیکن جہاں ارادے ہی یکطرفہ ہو وہاں یہ سب باتیں بے کار بے معنی سی ہوتی ہیں، اس لیے کہہ رہی ہوں اپنے قدموں کو واپسی کے لیے موڑ لو شہرام تاکہ زیادہ دشواری نا ہو تمہیں۔"

مرحہ نے چبھتے ہوئے لہجے سے کہا۔ وہ اپنی باتوں سے ناصرف شہرام کو تکلیف سے دوچار کررہی تھی۔ بلکہ اس کا اپنا دل بھی عجیب قسم کے درد سے دوچار ہونے لگا تھا۔

اسے بس کیسے ناکیسے کر کے شہرام کے اپنے لیے دل میں بسے جزبے کو ختم کرنا تھا۔ تاکہ اس کے جذبات کسی کمزور لمحے کی زد میں آکر خود اسے کمزور نابنادیں۔ اس سے کچھ ایسا کرنے کو کہے جو وہ کبھی ناکرنا چاہتی ہو مگر اپنے دل کی وجہ سے ناچاہتے ہوئے بھی کرنے پر مجبور ہو کر کرے۔ دوسری بار اس کے منہ سے یکطرفہ کے لفظ کو سن کر شہرام کے دل میں ٹیس سی اٹھی۔ اور وہ بے اختیار کہہ گیا۔

"جب کانٹوں پر چلنے کی سوچ ہی لیا ہے، تو پھر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کے راستہ کتنا کٹھن ہے۔"

وہ جیسے اسے کچھ جتا کر بولا۔ اس کی بات پر مرحہ جواب تک تحمل کا مظاہرہ کررہی تھی۔ ضبط کرتی ہوئی بولتی ہے۔

"تمھیں کیا لگتا ہے تمھاری یہ چار دن کی دل لگی، مجھے مجبور کر سکتی ہے کہ میں اپنے باپ کی نظروں میں بری بن جاؤں۔"

وہ قدرے سرد لہجے سے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے سوال کر گئی۔

"میں ہر گز ایسا نہیں چاہو گا، میں اپنا دل تو مار سکتا ہوں، لیکن میری وجہ سے آپ پر کبھی کوئی آنچ بھی آئے یہ شہرام ذولفقار کبھی برداشت نہیں کر سکتا۔"

وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں جیسے اسے یقین دلا گیا۔ پھر بات کو جاری رکھتے ہوئے افسردگی سے کہنے لگا۔ مرحہ کے چہرے کے تاثرات نرم پڑے۔

"اور جسے آپ چار دن کی دل لگی کہہ رہی ہیں نا مرحہ جی وہ میرے لیے دل کی لگی بن گئی ہے۔"

"کیونکہ میرے لیے محبت کا آغاز بھی مرحہ جعفر ہے، اور محبت کا اختتام بھی مرحہ جعفر ہے۔"

وہ سنجیدگی سے کہتا اپنی آنکھوں میں چھائی سرخی کو چھپاتے ہوئے وہاں سے چلا گیا۔ پیچھے وہ سن ہوتے ذہن کے ساتھ شلیڈ کے سائے تلے کھڑی برستی بارش کو دیکھنے لگی۔ نجانے اب کتنی دیر اس نے یہاں ایسے ہی کھڑے رہنا تھا۔ اس کی دل کی دھڑکن معمول کے حساب سے بھی تیز دھڑکنے لگی تھیں۔

اگلے دن منظر سلمان ہاؤس کے اندر کا تھا۔ جہاں ہمیشہ کی جیسی خاموشی پورے سلمان ہاؤس میں قائم تھی۔ گارڈن سے گزرتے ہوئے جب آپ گھر کے اندر داخل ہونگے۔ تو نیچے کی منزل پر بنے ایک کمرے سے کچھ آوازیں آپ کو سنائی دے گی۔ جو یقیناً تمکینت بیگم کے کمرے سے آرہی تھی۔ باقی کمروں کو نظر انداز کر کے جب آپ تمکینت بیگم کے کمرے میں قدم رکھے گے۔ تو کمرے میں رکھے جہازی سائز بیڈ کے بائیں جانب سلمان صاحب بیٹھے آنکھوں پر عینک لگائے اخبار گردانی میں مگن تھے۔ جب کے ان کے دائیں جانب بیٹھی تمکینت بیگم اپنے سامنے دائیں جانب والے دو صوفہ سیٹ میں سے ایک پر براجمان ارسم سے محو گفتگو تھیں۔

ارسم ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے بیٹھا اپنی ماں کی باتوں کو باغور سن رہا تھا۔ جب کے سلمان صاحب اخبار گردانی کے ساتھ ساتھ ان دونوں کی آپسی گھریلوں گفتگو کے درمیان اپنا حصہ بھی ڈال لیتے تھے۔ ابھی تمکینت بیگم اپنے عزیز جان اور اکلوتے بیٹے سے ایسے ہی عام گفتگو کر رہی تھی کہ انھوں نے باتیں کرتے کرتے اب اصل بات اس سے کرنے کی سوچا۔ اور باغور اسے دیکھتے ہوئے بتانے لگی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"وہ بیٹا مجھے تمھیں یہ بتانا تھا کے میں نے تمھارے لیے ایک لڑکی پسند کر رکھی ہے،اور میں جلد اس سے تمھاری شادی کے بارے میں سوچ رہیں ہوں، تمھارا کیا خیال ہے اس بارے میں۔؟؟"

انھوں نے ٹھہرے ہوئے لہجے سے کہہ کر آخر میں اس کی مرضی بھی جاننی چاہی۔

"کیا، لیکن اتنی جلدی، اتنی جلدی بھی کیا ہے ماما۔؟؟"

ارسم نے یکدم ہی اپنی ماں کی بات کے موضوع بدل دینے پر چونکتے ہوئے ناسمجھی سے پوچھا۔

"کیا مطلب جلدی، کیا تمھیں ابھی شادی نہیں کرنی کیا؟؟، اگلے سال پورے تیس کے ہو جاؤ گے، ابھی شادی نہیں کرو گے تو پھر کب کرو گے۔"

تمکینت بیگم نے قدرے بلند آواز میں پوچھا۔ جبکہ برابر بیٹھے سلمان صاحب نے لاپرواسی نگاہ سے دونوں ماں بیٹے کو ایک نظر دیکھا۔

"کروں گا لیکن فلحال نہیں کرنا چاہتا ماما آپ سمجھے اس بات کو، میں ابھی شادی کے لیے تیار نہیں ہوں۔"

وہ انتہائی بے بسی سے کہنے لگا۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کے وہ کیسے اپنی ماں کو انکار کرے۔

"مجھے اب تمھاری کوئی بات نہیں سننی، میں ویسے بھی مرحہ سے تمھارا رشتہ پکا کر چکی ہوں، میں نے رشتہ ڈالا تھا اور وہاں سے جواب مثبت ہی آیا ہے، بس کل جا کر ہم نے نکاح کی ڈیٹ رکھنی ہے، اس کے بعد رخصتی تمھارے ایک سال کے بعد یہاں واپس آنے پر ہو گی۔"

تمکینت بیگم حتمی انداز میں اپنا فیصلہ سناتے ہوئے ارسم کو قدرے حد تک پریشان کر گئیں تھیں۔ وہ تو جیسے فیصلہ کر ہی چکی تھی کے اب اسے بغیر شادی کے جانے نہیں دینا۔

"لیکن ماما میں نے مرحہ کے بارے میں کبھی اس طرح سے نہیں سوچا۔"

ارسم نے اپنی سی آخری کوشش کی ان کے فیصلے کو بدلنے کی۔ کیونکہ وہ اس سے زیادہ اور کیا ہی کر سکتا تھا۔ اس نے کبھی بھی اپنی ماں کی بات سے کبھی بھی اختلاف نہیں کیا تھا۔

"سوچا نہیں ہے تو بیٹا سوچنا شروع کر دو، کیونکہ تمھارے لیے میری پسند صرف مرحہ ہے، اور میں چاہتی ہوں تم میری بات کو رد نا کرو، اور اگر تم نے میری بات کو رد کرنے کی سوچا تو اپنی ماں سے دستبردار بھی ہو جانا۔"

تمکینت بیگم سنجیدگی سے کہتی ہوئی بیڈ سے اتر کر کمرے سے باہر کی طرف چل دیں تھیں۔ کیوں کے ان کے نزدیک اب ارسم نے مان جانا تھا۔

جب کے ارسم بے بسی سے انھیں جاتا ہوا دیکھتا ہی رہ گیا۔ پھر اپنے باپ کی طرف مدد طلب نظروں سے دیکھنے لگا۔ جس پر لاپرواہنے سلمان صاحب ایک نظر اسے دیکھ کر کندھے آچکاتے ہوئے پھر سے اخبار گردانی میں مگن ہو گئے۔ کے جیسے وہ کچھ نہیں کر سکتے اس بارے میں۔ جبکہ ارسم کے چہرے پر واضح طور پریشانی دیکھائی دینے لگی تھی۔

لاہور کے مشہور و معروف کیفے میں بیٹھی وہ اس وقت قدرے مشتعل دیکھائی دے رہی تھی۔ وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے یہاں بیٹھی صبا اور اس کے کزن کا انتظار کر رہی تھی۔ تاکہ اسلام آباد جاکر اپنے اوڈیشن کے متعلق معلومات لے کر کس دن جانا ہے یہ ڈیسائڈ کر سکے۔ اس نے ایک سرسری سی نگاہ موبائل سے ہٹاکر کیفے کے چاروں اطراف دوڑائیں۔ تو کیفے میں نا ہونے کے برابر رش دیکھ وہ اپنی نگاہوں کو واپس سے موبائل کی اسکرین پر مرکوز کر گئی۔ اسے جلد سے جلد یہاں سے فارغ ہو کر گھر بھی جانا تھا کیونکہ آج تمکینت آنٹی اور ان کی فیملی آرہی تھی۔

رشتے کو پکا کرنے کے ساتھ ساتھ نکاح کی ڈیٹ بھی فکس کرنے۔ اور اسی لیے اسے جلد سے جلد یہاں سے فارغ ہونا تھا۔ ابھی وہ ایسی ہی بے زاریت سے موبائل چلا رہی تھی۔ کے کیفے کے داخلی دروازے سے صبا اور اس کے ساتھ ایک لڑکا کیفے میں قدم رکھتا ہے۔ اور اسے تلاش کرتے ہوئے ٹھیک اس کی ٹیبل کی طرف آجاتے ہیں۔ تبھی ہی زوہا کی بھی نگاہ ان لوگوں پر پڑتی ہے اور وہ اپنے چہرے کے تاثرات کو نارمل کرتی ہوئی ان سے رسمی علیک کرتی ہے۔

پھر وہ دونوں بھی اس کی ٹیبل پر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور کافی دیر تک آپس میں محو گفتگو ہو جاتے ہیں۔ باتیں کرتے ہوئے اور سب کچھ ترتیب دیتے ہوئے۔ زوہا کو اب اپنے خواب پورے ہوتے دیکھائی دے رہے تھے۔ جبکہ صبا اور اس کے کزن کے چہرے پر مکاری جھلکنے لگیں تھیں۔ انھیں اب اپنا مقصد پورا ہوتا دیکھائی دے رہا تھا۔ ابھی وہ تینوں کیفے کی ایک ہی ٹیبل پر بیٹھے آپس میں محو گفتگو تھے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

کے صبا ان دونوں سے اجازت لیتے ہوئے واش کی تلاش میں اس ٹیبل سے اٹھتی ہوئی وہاں سے نکلتی چلی گئی۔ اور اب پیچھے اس کی ٹیبل پر زوہا اور صبا کا کزن رہ گیا تھا۔ صبا کے جانے کے بعد وہ دونوں خاموشی سے اسکا انتظار کرنے لگے۔ تاکہ آگے کی بات کر سکے۔

ابھی وہ دونوں ایسے ہی بیٹھے تھے کے داخلی دروازے سے ذوھان اس کیفے میں داخل ہوا اور تھکان زدہ وجود کے ساتھ اس کیفے کی ایک ٹیبل پر جا بیٹھا۔ اور ہاتھ میں پہنی گھڑی کو بار بار بے معنی سا دیکھنے لگا۔ اس کے انداز سے معلوم ہوتا تھا کے جیسے وہ کسی کا انتظار کر رہا ہے۔ ابھی وہ ایسے ہی بیٹھا تھا کے یکدم ہی اس کی نگاہ بے اختیار اس کیفے کی کونے والی ٹیبل کی جانب گئی۔ جہاں زوہا کو ایک لڑکے کے ساتھ بیٹھے دیکھ اس کا ماتھا ٹھنکا اس کے چہرے پر سوچ سی لکیریں ابھرنے لگی۔

اس کے چہرے کے تاثرات سے غصہ جھلکنے لگا۔ اس سے یہاں بیٹھے رہنا اب مشکل سا ہونے لگا تھا۔ وہ یہاں سے اٹھ کر زوہا کے ٹیبل کی طرف جانا چاہتا تھا مگر اپنے ساتھ زوہا کا رویہ دیکھ وہ جا نہیں سکا۔ اور غصے سے اس کیفے سے باہر کی جانب نکلنے لگا۔ وہ آیا تو یہاں اپنے ایک دوست سے ملنے تھا تاکہ اپنے لیے ایک کمپنی میں جاب کے انٹرویو دینے کی بات کر سکے۔ اس نے سوچ لیا تھا کے وہ اب فارغ نہیں بیٹھے گا۔ بلکہ زوہا کے قابل بنے گا۔ لیکن زوہا کو اس کیفے میں ایک اجنبی لڑکے کے ساتھ بیٹھے دیکھ وہ ہر چیز سے بے زار ہو گیا تھا۔ اور اسی لیے اپنے دوست سے ملے بغیر اس کیفے سے نکل کر گھر کی راہ لینے لگا تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

چودھویں کے چاند کی چمک آسمان کے ساتھ ساتھ زمین والوں پر بھی اپنی روشنی بکھیر رہی تھی۔ رات کی تاریکی بھی آج تاریک نا دیکھائی دیتی تھی۔ اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑا وہ انتہائی بے بس دیکھائی دے رہا تھا۔ سنہری آنکھیں نیچے گارڈن میں ٹہلتی ہوئی مرحہ اور اس کے ساتھ چلتے ارسم پر ٹکی تھی۔ افطاری کے بعد گھر کے اندر کیا ہو رہا تھا وہ اس بات سے انجان نا تھا مگر وہ پھر بھی ہر بات سے اپنی جان چھڑاتے ہوئے افطار کے بعد اپنے کمرے میں چلا آیا تھا۔ اور کچھ دیر سے اپنے کمرے کی ہی کھڑکی میں کھڑا چودھویں کے چاند کی چمک سے اپنی آنکھوں کو خیر کر رہا تھا۔

"اس کو چاہا بھی تو اظہار نا کرنا آیا

کٹ گئی عمر، ہمیں پیار نا کرنا آیا

اس نے مانگا بھی تو کیا ہم سے جدائی مانگی

اور ہم تھے ہمیں انکار نا کرنا آیا"

ابھی وہ ایسے ہی کھڑکی میں بے مقصد کھڑا تھا کے گارڈن کے وسط میں مرحہ کے ساتھ ارسم بھی گارڈن میں نکل آیا اور دونوں آکر گارڈن میں ٹہلنے لگے۔ ان دونوں کے درمیان کیا باتیں ہو رہی تھی یہ بات جاننے سے وہ انکاری تھا۔ کیونکہ ان کی آوازیں اس تک پہنچ نہیں رہی تھی۔ وہ بے مقصد ہی کھڑکی سے ہٹنے کے بجائے کھڑا رہا۔ اس کا یہاں سے ہٹ جانے کو جی چاہا وہ ہٹ نہیں سکا۔ دل میں یکدم ہی ان دونوں کو ساتھ دیکھ کر درد اٹھنے لگا تھا۔

آنکھوں میں سرخی سی گھلنے لگی۔ مرحہ کو اس کے ساتھ دیکھنا دوبھر سا ہونے لگا۔ مگر کچھ چاہنے کے باوجود بھی وہ کچھ کر نہیں سکتا تھا۔ آخر کو اسے اپنی محبت سے زیادہ مرحہ کی خوشی اس کی عزت عزیز تھی۔ کافی دیر یونہی کھڑے رہنے کے بعد جب اس سے کھڑے رہنا مشکل سا ہونے لگا تو وہ کھڑکی سے ہٹ کر چند قدموں کا فاصلہ مٹاتے ہوئے بیڈ پر آکر لیٹ گیا۔ لیٹتے کے ساتھ ہی اس کا تکیہ بھیگنے لگا۔ اس کی حالت کو دیکھتے ہوئے آسمان پر چمکتا چاند بھی اداس ہو گیا۔

دوسری جانب گارڈن میں نگاہ ڈالیں تو گارڈن میں ارسم کے ساتھ ٹہلتی ہوئی مرحہ کی نگاہیں بار بار شہرام کے کمرے کی کھڑکی کی جانب جا رہی تھی۔ جہاں اب سے کچھ دیر پہلے شہرام کھڑا ہوا انھیں دیکھ رہا تھا۔ مگر نجانے اب کہاں چلا گیا تھا۔ اچانک ہی شہرام کے کھڑکی سے ہٹ جانے پر اس کا دل اداس ہوا نجانے کیوں۔

وہ تمکینت آنٹی اور بی جان کے کہنے پر ہی ارسم کے ساتھ یہاں گارڈن میں آئی تھیں باتیں کرنے کے لیے۔ کے نکاح سے پہلے ان دونوں کے درمیان کچھ انڈرسٹینڈنگ ہو جائے۔ مگر وہ دونوں جب سے گارڈن میں آئے تھے۔ نا ہی ارسم نے کوئی بات کی تھی نا ہی اس نے خود سے کوئی بات کرنا مناسب سمجھا تھا۔

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلتے ہوئے اس کی روح کو تازگی پہچانے کے ساتھ ساتھ اس کے شہد رنگ بالوں کو ہوا میں اڑانے کا کام بھی بخوبی کر رہی تھی۔ جب کے دل اندر ہی اندر اداسی کا شکار تھا۔ ٹہلتے ٹہلتے اس نے ایک بے معنی سی نظر ارسم پر ڈالی جو شاید مجبوری کے تحت اس کے ساتھ ٹہل رہا تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات ایسے نا تھے کے وہ اس سے بات

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

کرنے کا خواہش مند ہے۔ اسی لیے کچھ سوچ کر اس نے ہی بولنے کی سوچا اور اس کی جانب گردن ترچھی کر کے دیکھتی ہوئی گویا ہوئی۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا کے آپ اتنے زیادہ خاموش طبیعت انسان ہیں۔؟؟"

وہ دھیرے سے اسے دیکھ کر کہہ بیٹھی۔

"نہیں اب ایسا بھی نہیں ہے تھوڑا بہت تو بول ہی لیتا ہوں۔"

ارسم جو خود الجھا ہوا سا تھا۔ اور اندر ہی اندر کچھ بھی بات کرنے کا ارادہ نا رکھتا تھا۔ مرحہ کے یکدم ہی پوچھنے پر بے اختیار کنفیوز سا ہو کر ٹھہر کر اس کی جانب دیکھنے لگا۔ اس کے رکنے پر مرحہ بھی تھم سی گئی۔ پھر جیسے کچھ سوچ کر بولا۔

"اچھا' آپ کی خاموشی کو دیکھ کر تو مجھے یہی احساس ہوا تبھی ہی استفسار کیا۔"

مرحہ نے بات بڑھانی چاہی تبھی ہی پھر سے بولتی ہے۔ وہ خود تو دل ہی دل میں بات چیت کرنا نہیں چاہتی تھی۔ مگر یہ سوچ کرنا چاہتے ہوئے بھی بات نکال رہی تھی کہ اس شخص سے تو اب اسکا نکاح تک فکس ہو گیا تھا۔ کیا اب اس سے بات بھی نہیں کرے گی۔ تو پھر آگے زندگی بھر کیسے ساتھ رہ پائے گی۔ اور شاید ارسم خود سے اس کے بولنے کا منتظر ہو۔ تبھی ہی اب تک کچھ نہیں بولا ہو یہی سوچ اسے ناچاہتے ہوئے بھی بات کرنے پر اکسا رہی تھی۔

"ہاں میں بہت کم لوگوں سے بہت محدود قسم کی گفتگو کرتا ہوں، اور پھر اتنے سالوں سے لندن میں مقیم ہوں تو اب زیادہ باتیں کرنے کی عادت نہیں رہی ہے۔"

اس کے کہنے پر وہ سنجیدگی سے سرسری انداز میں بتانے لگا۔ مرحہ جوابی سر ہلانے پر اکتفا کر گئی۔ ابھی مرحہ اپنے ہاتھوں کو باہم ملاتے ہوئے آپس میں مسلتے ہوئے اپنی شہد رنگ آنکھوں کو بے وجہ ہی ادھر اُدھر دوڑا رہی تھی کے ارسم ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کچھ سوچ کر اس سے استفسار کرنے لگا۔

"ویسے کیا آپ اس رشتے پر خوش ہیں مرحہ۔؟؟"

ارسم سوالیہ نظروں سے اسے دیکھے گیا اسے کہیں نہ کہیں لگ رہا تھا کے مرحہ خوش نہیں ہے۔ مرحہ الجھی ہوئی سی اسے دیکھنے لگی اندر کہی دل اپنے ناخوش ہونے کی گواہی دے رہا تھا۔ مگر اگلے ہی پل وہ اپنے دل کو نظر انداز کر کے خود کو کمپوز کرتی عام سے لہجے میں کہتی ہے۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میرے لیے بابا کی خوشی زیادہ اہم ہے، اگر بابا خوش ہیں تو میں بھی مطمئن ہوں۔"

وہ سنجیدگی سے اپنے لبوں پر زبردستی کی مسکراہٹ سجاتے ہوئے بولتی ہے۔ اس کے جواب پر ارسم ایک گہری سرد سی سانس اپنے اندر اتارتا ہے۔ کے جیسا اسے لگا تھا مرحہ کا جواب بلکل ویسا ہی تھا۔ پھر جوابی مسکراتے ہوئے اسے اندر چلنے کی پیشکش کرتا ہے۔

"میرے خیال سے اب ہمیں اندر چل لینا چاہیے۔" انداز عام سا ہوا تھا۔

"جی۔" ہامی بھرتی ہوئی وہ بھی ارسم کے قدموں کی پیروی کرنے لگی جو اب گارڈن سے ہوتے ہوئے اندر کی طرف کو بڑھے تھے۔ چلتے چلتے اس نے پل بھر کو ٹھہر کر ایک سرسری سی نگاہ سے شہرام کے کمرے کی کھڑکی کی جانب دیکھا تھا جو اب بند دیکھائی دیتی تھی۔ دل یکدم اداس ہوا۔ اور وہ سست قدموں سے اپنے قدموں کو گھر کے اندر کی طرف بڑھا گئی۔

کافی دیر باہر سب لوگوں کے ساتھ بیٹھے رہنے کے بعد وہ اب جا کر اپنے کمرے میں آیا تھا۔ سر حد سے زیادہ بھاری ہونے لگا بلکہ جسم بھی بخار کی حدت پکڑنے لگا تھا اسے صبح سے ہی حرارت سی محسوس ہو رہی تھی لیکن پھر بھی وہ اپنے جسم میں بڑھتی بخار کی شدت کو نظر انداز کرے باہر سب کے ساتھ بیٹھا رہا تھا۔ کیونکہ آج نا صرف مرحہ کا رشتہ پکا ہوا تھا بلکہ ارسم کے عید کے بعد واپس لندن جانے کی وجہ سے نکاح کی ڈیٹ بھی فکس کر دی گئی تھی۔

وہ بے دلی سے ہی سب کے درمیان بیٹھا ساری باتوں میں محو گفتگو تھا۔ اسے اپنے واحد دوست شہرام کے لیے حد سے زیادہ برا لگ رہا اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کے آخر وہ اس کی خوشی اسے کیسے دلائے۔ جب شہرام ہی ہار مانتے ہوئے پیچھے ہٹ گیا تھا۔ وہ اس کے لیے بہت کچھ کرنا چاہتا تھا مگر حالات کے ہاتھوں حد درجے بے بس تھا۔ اس نے شہرام کو کہا بھی تھا کے وہ دادا جان کو بتا دے یا کسی اور کو تا کہ یہ سب نا ہو جو اب ہونے جا رہا ہے وہ بھی اتنی جلدی۔ لیکن شہرام نے اس کی باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا۔

اور اس کی باتوں کو نظر انداز کر کے اپنے کمرے کا رخ کر لیا۔ اس کو جاتا وہ کافی دیر تو یونہی خاموشی سے ڈرائنگ روم میں بیٹھے سب کی آپسی گفتگو کو سنتا رہا لیکن جب سر کا درد حد سے بڑھنے لگا اور اس سے وہاں بیٹھے رہنا مشکل ہوا تو وہ

سب سے معذرت کرتا اپنے کمرے میں چلا آیا تھا۔اور اب بیڈ پر بے آرام سی حالت میں لیٹا ہوا تھا۔اس نے ابھی کچھ دیر پہلے ہی میڈیسن لی تھی۔

تاکہ بخار کچھ کم ہو سکے۔ابھی وہ ایسے ہی نیند کی وادیوں میں جانے ہی لگا تھا کے کمرے کے دروازے ہر ہلکی سی دستک ہوئی۔اور نوکرانی جمیلہ ہاتھ میں ایک ٹرے تھامے کمرے کے اندر چلی آئی۔اس کو آتا دیکھ عالیار سیدھا ہو بیٹھا۔اور اس کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے اس کے یہاں آنے کا مقصد جاننا چاہا۔

"عالیار بابا یہ میں آپ کے لیے سوپ لائی ہوں، تاکہ یہ آپ کو بخار میں فائدہ پہنچائے۔"

جمیلہ اس کو اپنی جانب متوجہ پاکر عام سے لہجے میں اپنے یہاں آنے کا مقصد بتانے لگی۔

"لیکن میں نے تو آپ سے نہیں کہا تھا کچھ بھی لانے کو۔؟؟"

عالیار نے ہاتھ میں پکڑے ٹشو سے اپنی آنے والی چھینک کو روکتے ہوئے قدرے دھیرے سے کہا۔

"ہاں لیکن مجھے مشعل بی بی نے کہا تھا کے آپ کو سوپ بنا کر دے آؤ، ہو سکتا ہے وہ آپ کے بخار میں مبتلا ہونے سے واقف ہوں۔"

جمیلہ بغیر کسی سوچ بچار کے بولتی ہوئی عالیار کے دل کو راحت پہچاگئی۔ پھر آگے بڑھ کر ہاتھ میں پکڑی ٹرے کو سائڈ ٹیبل پر رکھ کر نا سمجھی سے کھڑے رہے اسے بغور بے معنی سا دیکھنے لگتی ہے۔جس کے لبوں پر بخار کی حدت کے باوجود بھی مسکراہٹ بکھرتی ہوئی نظر آنے لگی تھی۔وہ جو جمیلہ کے منہ سے مشعل کا نام سن کر مسکراتے ہوئے سائڈ ٹیبل پر رکھی ٹرے کے اندر رکھے سوپ کے باؤل کو دیکھ رہا تھا۔بے اختیار ہی اس کی نگاہ جمیلہ پر جاتی ہے جو مشکوک انداز سے اسے دیکھ رہی ہوتی ہے۔اور وہ کچھ کنفیوز سے انداز میں اسے دیکھ کر کہتا ہے۔

"کیا ہوا؟؟، کیا اب یہی کھڑے رہنا کا ارادہ ہے۔؟؟"

وہ قدرے سرد لہجے میں کہہ کر اسے گھورنے لگتا ہے۔اس کے کہنے پر جمیلہ کچھ شرمندہ سا ہوتی اپنی بتیسی کی نمائش کرتی ہوئی وہاں سے رفو چکر ہو جاتی ہے۔جبکہ وہ ایک بار پھر سائڈ ٹیبل پر رکھے سوپ کے باؤل کی جانب متوجہ ہوتے ہوئے اسے اٹھا سوپ پینے لگتا ہے۔اس کے نزدیک اب مشعل یا مشعل سے جڑی کسی بھی چیز سے زیادہ اہم تو کچھ تھا ہی نہیں۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

منجھلے روزے کو گزرے ہوئے آج دوسرا روز تھا۔ افطاری سے فارغ ہو کر مرد حضرات نماز پڑھنے کے بعد کچھ اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تھے تو کچھ لاؤنج میں بیٹھے ہوئے چائے کا انتظار کر رہے تھے۔ حسن آرا منزل کے ہر کمرے کو نظر انداز کر کے اگر آپ سیدھا نیچے پورشن میں بنے کچن کے اندر نگاہ ڈال کر دیکھے گے تو۔ کچن کے اندر مرحہ سلیپ کے ساتھ کھڑی چائے میں ڈونگا چلاتی ہوئی دیکھائی دے گی۔ جبکہ اس سے قدرے فاصلے پر کھڑی مشعل برتن دھو رہی تھی۔

وہ اتنی پھرتی سے برتوں کو پٹھک پٹھک کر دھو رہی تھی کے چائے بناتی مرحہ کو بار بار یہ ڈر لگا رہا تھا کے کہی اس سے برتن ٹوٹ نا جائے۔ اور اسی ایک ڈر کی وجہ سے گھر والے اس سے کم ہی کام کرواتے تھے۔ ابھی وہ دونوں ہی اپنے کام میں مشغول تھی کے حمنہ بیگم اپنی پوری تیاری کے ساتھ کچن میں داخل ہوئی۔ اور آتے کے ساتھ ہی مرحہ کی جانب دیکھتے ہوئے گویا ہوئی۔

"اچھا مرحہ بیٹا میں اور بھابی بازار جا رہے ہیں۔ تم ذرا رات کے کھانے کا دیکھ لینا ٹھیک ہے۔"

وہ انھیں اپنے اور نفیسہ بیگم کے بازار جانے کے متعلق بتاتے ہوئے رات کے کھانے کا اہتمام کرنے کا بھی بولنے لگیں۔

"جی چچی میں کر لوں گی۔"

وہ سرسری سی نگاہ سے انھیں دیکھتے ہوئے بول کر پھر سے اپنے کام میں مگن ہو گئی۔ ٹھیک اسی وقت مشعل نے بھی اپنے کام کو چھوڑ کر حمنہ بیگم کی جانب بے اختیار دیکھا۔ مرحہ کے ہامی بھرنے پر حمنہ بیگم اپنے کندھے پر ڈالے شولڈر بیگ کو درست کرتی ہوئی جانے کے ارادے سے ابھی پلٹی ہی تھی کے جیسے کچھ یاد آنے پر پھر سے پلٹ کر کہنے لگی۔

"اور ہاں عالیار بھی چائے منگوا رہا ہے تو اسے بھی چائے بھیج دینا اس کے کمرے میں۔"

وہ عام سے لہجے میں کہتی ہوئی کچن سے چلی گئی۔ جبکہ مرحہ ایک بار پھر اپنے کام میں مگن ہو گئی۔

جب کے دوسری طرف برتن دھوتی مشعل کمرے میں ہوئی اس سے تلخ کلامی کو سوچتے ہوئے اداس ہونے لگی۔ دل یکدم ہی بوجھل ہونے لگا۔ اسے اب بہت جلد اپنے کہنے پر عمل کرنا تھا اسے عالیار کو خود کے ساتھ جڑے رشتے سے

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

آزاد کروانا تھا۔ تا کہ کم سے کم وہ تو خوش رہے۔ ابھی چند ہی پل گزرے تھے کہ اچانک ہی شہرام کچن میں داخل ہوا۔ اور مرحہ کو دیکھ کر وہ چونکا کیوں کے اس کے نزدیک مشعل کچن میں اکیلی موجود تھی۔

مگر مرحہ کو دیکھ اس کے چہرے کے تاثرات تبدیل ہوئے۔ نا صرف اس کے بلکہ مرحہ کی دل کی دھڑکن بھی معمول کے حساب سے تیز ہوئی۔ اور اس کا ڈونگے میں چلتا ہاتھ رک گیا۔ نظریں کچن کے دروازے سے دو قدم آگے کو کھڑے شہرام پر جم سی گئی تھی۔ بلیک ٹی شرٹ پر گرے ٹراوزر پہننے وہ قدرے رف سے حلیے میں دیکھائی دیا مرحہ کو۔ اس کے دیکھنے پر شہرام نے یکدم ہی اپنی نگاہوں کا ارتکاز بدل کر برتن دھوتی مشعل پر نگاہ ڈالی۔ ابھی اس سے پہلے کے وہ مشعل کو کچھ کہتا مرحہ بے اختیار کہتی ہے۔

"تمھیں چائے چاہیے ہو گی شہرام؟؟، تمھیں چائے دے دوں اگر تم کہو تو۔؟؟"

وہ سوالیہ نظروں سے دیکھ کر پوچھتی ہے۔ بارش والے دن کے بعد آج برائے راست وہ بے اختیار اس کے سامنے یوں آیا تھا۔ ورنہ اب تک تو انکا سامنا دور کی بات ایک دوسرے کے آمنے سامنے بھی نہیں آئے تھے وہ دونوں۔ مرحہ کی آواز پر مشعل بھی اپنی سوچوں سے باہر نکلتے ہوئے کچن میں کھڑے شہرام کو بے معنیٰ سا دیکھنے لگی۔

"آپ کو میرے لیے اس تکلف میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے مرحہ جی، میرے خاطر آپ خود کو ہلکان نا کرے تو ہی بہتر ہو گا۔"

وہ جوابی سرد لہجے سے کہہ کر اسے حیران کر گیا۔ کہتے ہوئے پل بھر کو ہی اس نے مرحہ پر نگاہ ڈالی اور اس ایک پل بھر کی نگاہ سے ہی مرحہ اس کے اور اپنے درمیان آئے فاصلوں کو سمجھ گئی تھی۔ جواب شہرام بنا گیا تھا۔ شہرام کے جواب پر مشعل بھی قدرے حیران ہوئی۔

"مشعل گڑیا میں کہنے آیا تھا کہ میں بھی اپنے کمرے میں جا رہا ہوں، تو تم میری چائے بھی میرے کمرے میں ہی لے آنا۔" مرحہ کو جواب دے کر وہ سنجیدگی سے مشعل کو کہتے ہوئے مسکرا کر بولا۔ اس کے کہنے پر برتنوں کے ساتھ الجھی مشعل نے فقط سر ہلانے پر اکتفا کیا۔ مشعل کا جواب سنتے ہی شہرام بغیر مرحہ پر نگاہ ڈالے وہاں سے جا چکا تھا۔ پیچھے مرحہ کے لیے شہرام کا نظر انداز کر جانا اور اس کے لیے اپنے لہجے کو بدل دینا۔ تکلیف دہ عمل ثابت ہوا تھا اس کا دل یکدم ہی خوش گواریت سے اداسی میں ڈھلنے لگا۔ وہ ہر بات کو نظر انداز کرتے ہوئے بے دلی سے کپوں میں

چائے نکالنے لگی تھی۔ اسے شہرام سے اتنے سرد رواییے کی توقع ہرگز نہیں تھی۔ جبکہ مشعل ہامی بھرتے ہوئے ایک بار پھر نا سمجھی سے اپنے کام میں مگن ہو جاتی ہے۔

عالیار کے کمرے کے باہر آکر اس کے قدم تھم سے جاتے ہیں۔ اس نے مرحہ کو کہا بھی تھا کے اسے چائے وہ دینے چلے جائے مگر اپنے مصروف ہونے کی وجہ سے اس نے اسے ہی بھیج دیا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے وہ شہرام کو تو چائے دے ہی آئی تھی۔ لیکن اب عالیار کے کمرے کے باہر کھڑی وہ اپنی ہی سوچوں میں گھری ہوئی تھی کے جائے یا نا جائے۔ کچھ دیر یونہی کھڑے خود کو اندر نا جانے کی تلقین کرتے ہوئے بلا آخر وہ خود کو مناتی ہوئی۔ کچھ سوچ کر دروازے پر دستک دیتی کمرے کے اندر کی طرف بڑھی۔

ٹھیک اسی وقت عالیار نے بھی دروازے سے آتی مشعل کو کمرے کے اندر آتے دیکھا۔ اور بے اختیار ہی اس نے ہاتھ میں پکڑی ایک پیشنٹ کی فائل کو جس کو وہ بڑے ہی غور و فکر سے دیکھ رہا تھا اپنے سامنے رکھی ٹیبل پر رکھا۔ اس کو کمرے میں سنگل صوفے پر بیٹھے دیکھ وہ اسے دیکھ کر سنجیدگی سے بتانے لگی۔

"یہ چائے تائی جان نے بھجوائی ہے۔"

اس نے سرسری سی نگاہ اس پر ڈالتے ہوئے کہا۔

"لاؤ دیکھاؤ۔"

اس نے ٹیبل پر رکھوانے کے بجائے اپنا دایاں ہاتھ بڑھا کر اس سے کپ مانگنا چاہا۔ مشعل کی آنکھیں حیرت سے چھوٹی ہو کے پھیلی۔ پھر کچھ سوچ کر وہ ہاتھ میں پکڑی ٹرے کو اس کی سامنے رکھی ٹیبل پر رکھتے ہوئے بولی۔

"میں نے یہاں رکھ دی ہے، آپ لے لینا خود سے۔"

سنجیدگی سے بولتی وہ ابھی پلٹی ہی تھی کہ عالیار کے بے اختیار سوال پر اس کے قدم زمین سے مانو جکڑ سے جاتے ہیں۔

"تم نے بنائی ہے یہ چائے۔؟؟"

لہجے میں تجسّس واضح طور پر دیکھا جا سکتا تھا۔ مشعل کچھ الجھی ہوئی سی اسے پلٹ کر دیکھنے لگتی ہے۔

"نہیں۔"

جواب سرسری طور پر لاپرواہی سے دیا گیا۔

"کیوں۔"

عالیار نے بغور ایک نظر چائے کو دیکھتے ہوئے یک لفظی پوچھا۔

"میں بناتی تو کونسا آپ پی لیتے، اس لیے مرحہ آپی نے بنائی ہے۔"

لہجہ ٹھہرا ہوا سا تھا۔ آنکھیں کہتے ساتھ ہی اس پر سے ہٹالی گئی تھی۔ جبکہ عالیار کو تو مانو اس کے علاوہ کچھ دیکھائی ہی نہیں دے رہا تھا۔ اور ایسا اس کے ساتھ کیوں ہو رہا تھا۔ ایسا اس پر نا صرف واضح ہو گیا تھا بلکہ اندر کہیں وہ یہ تسلیم بھی کر چکا تھا کہ اسے مشعل ذوالفقار سے محبت ہو چکی ہے۔

"تم بناتی تو شاید میں پی لیتا، لیکن اب موڈ نہیں رہا یہ جان کر کے تم نے نہیں بنائی۔"

لہجہ اور انداز بہت کچھ جتا رہا تھا۔ مگر سامنے کھڑی لڑکی کو سمجھ آتا تب نا۔ اس کی آنکھوں میں جس مشعل کو دیکھ کر کوفت ابھرتی تھی۔ اب وہی آنکھیں اسے دیکھنے کی تمنا کرنے لگی تھی۔ مشعل جتنا حیران ہوتی کم تھا۔

اسے کچھ دنوں سے نا صرف اس کے دیکھنے کا انداز الجھا رہا تھا بلکہ اب تو اس کی باتیں بھی الجھانے لگی تھی۔ وہ ضبط سے عالیار کی بات کو نظر انداز کر کے خاموشی سے ٹرے کو واپس سے ٹیبل سے اٹھاتے ہوئے کمرے سے نکلتی چلی گئی۔ جبکہ اس کو یوں بغیر جواب دیے جاتا دیکھ عالیار صوفے سے کھڑے ہوتے ہوئے اس کی پشت کو دیکھتا ہی رہ گیا۔

جیسے ہی چاروں سورات کی تاریکی نے مکمل طور پر اپنا قبضہ جما لیا۔ لاہور کے رہائشی سونے کی غرض سے اپنے اپنے بستروں میں جا دبکے۔ حسن آرا منزل میں بھی ہر فرد اپنے اپنے کمروں میں آرام فرمانے کی نیت سے کب کا چلا گیا تھا۔ سوائے ایک فرد کے جسے خصوصی طور پر رات ہونے کا انتظار تھا۔

حسن آرا منزل کی نیچے کی منزل کو نظر انداز کر کے جب آپ اوپری منزل پر آئے گے۔ تو آپ کو لڑکیوں کے کمرے سے کسی قسم کی کھٹ پٹ کی آواز واضح طور پر سنائی دے گی۔ جب آپ لڑکیوں کے کمرے میں قدم رکھے گے تو۔

درمیان والے بیڈ پر مرحہ بے خبری کی نیند سو رہی تھی۔ جبکہ اس کے ساتھ دائیں جانب والے بیڈ پر لیٹی مشعل کا حال بھی اس سے کچھ مختلف نا تھا۔ بس ایک سیاہ بالوں والی لڑکی ہی کمرے میں یہاں سے وہاں چکر لگاتے ہوئے کبھی کچھ کر رہی تھی تو کبھی کچھ کر رہی تھی۔

اپنی تیاری کو مکمل کرتی وہ رائٹنگ ٹیبل پر بیٹھ کر ایک پیپر پین پر کچھ لکھنے لگی پھر چند پل ایک کورے کاغذ پر کچھ لکھ کر اسے رائٹنگ ٹیبل پر رکھی ایک کتاب کے نیچے رکھتے ہوئے کھڑی ہوتی ہوئی اپنے شولڈر بیگ کو درست کرتی چند قدم چل کر کمرے میں لگے بیڈوں کے درمیان آکر ایک نظر اداسی بھری نگاہ سے بیڈ پر سوئی اپنی بہن اور کزن پر ڈالی۔

پھر اپنے خوابوں کو پورا کرنے جانے کے لیے اپنے کمرے سے باہر کی طرف نکل آئی۔ اوپری منزل سے اتر کر وہ اپنا ہر قدم بڑی ہی احتیاط سے زمین پر جماتے ہوئے لاؤنج سے گزرتی ہوئی باہر کی طرف جا رہی تھی۔ وہ ہرگز کوئی آواز پیدا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ ہرگز بھی نہیں چاہتی تھی کے کوئی جاگ جائے۔ داخلی سے دروازے سے گارڈن میں آکر وہ اداس بھری نگاہوں سے اپنے گھر کو دیکھنے لگی۔

اسے نہیں پتا تھا کے جو وہ کرنے جا رہی تھی اس کے بعد اس کے گھر والے اس کی اس غلطی کو معاف بھی کریں گے یا نہیں۔ مگر وہ اتنا جانتی تھی کے اگر وہ کسی کو بتا کر جائے گی تو اس چیز کی بھی اسے کوئی اجازت نہیں دے گا۔ تبھی ہی وہ یہ قدم اٹھانے پر مجبور ہو گئی تھی۔ کیونکہ اسے ہر حال میں اپنے خوابوں کو پورا کرنا تھا۔

اسے ہر حال میں ماڈلنگ کرنی تھی پھر اس کے بعد اپنا برینڈ کھولنا تھا اپنی بوتیک کھولنی تھی۔ اور یہ سب کرنے کے لیے اسکا اوڈیشن دینا اور بڑے بڑے ڈیزائنرز سے ملنا ضروری تھا۔ جس کے لیے وہ ابھی رات کے اس پہر جا رہی تھی۔

گارڈن میں کھڑی ابھی وہ اپنے گھر حسن آرا منزل کو محبت بھری نگاہ سے دیکھ ہی رہی تھی کہ یکدم ہی ہاتھ میں پکڑے موبائل پر میسج ٹون بجی اور زوہا نے موبائل کی اسکرین کو اپنی سیاہ آنکھوں کے سامنے کیا۔

اور اسے دیکھتے ہوئے وہ بے اختیار اپنے قدموں کو جلدی جلدی گارڈن سے نکل کر کار پورچ کی جانب لے آئی۔ پھر حسن آرا منزل کے داخلی انٹیرنس کے دروازے کے چھوٹے گیٹ کو کھولتے ہوئے اپنے قدموں کو باہر کی طرف نکالنے لگی۔

حسن آرا منزل کے دروازے کو پار کر کے جیسے ہی وہ دو قدم چل کر سڑک کے چاروں اطراف ابھی اپنی نگاہوں کو دوڑانے ہی لگی کہ اس کی سیاہ آنکھیں چند قدموں کی دوری پر ایک بائیک پر بیٹھے لڑکے کی سمت جا ٹھہریں جو بائیک کو ایک بجلی کے کھمبے کے ساتھ لگائے کھڑا اسی کا منتظر دیکھائی دیتا تھا۔

اس گھر سے زوہا کو باہر نکلتے دیکھ وہ اسے اپنی جانب بلانے کے لیے ہاتھ سے اشارہ کرنے لگا۔ اس کو دیکھتی ابھی زوہا تیزی سے اس کی طرف بڑھی ہی تھی کہ دائیں جانب سے آتی ایک موٹر بائیک اسے اپنے قریب آتی دیکھائی دی جو قریب پہنچ کر حسن آرا منزل کے اندر ہی جانے کا ارادہ رکھتی تھی شاید۔

لیکن سامنے سے آتی بائیک پر بیٹھے ذوھان کو دیکھ اس کے اوسان خطا ہوئے۔ اور اس کے قدم سنسان سڑک پر چلنے سے انکاری ہوئے۔ سامنے کھڑے بجلی کے کھمبے کے ساتھ کھڑا لڑکا بھی زوہا کے تاثرات دیکھ یہ سمجھ چکا تھا کہ سامنے سے آتی بائیک پر سوار شخص اس کا جان پہچان کا کوئی تھا۔ اس لیے وہ خود کو تیار کرتا بائیک پر سوار ہو گیا۔ تا کہ موقع کو جان کر اپنے کام کو انجام دے سکے۔

وہ ابھی ابھی اپنے دوست سے مل کر آرہا تھا جاب کے سلسلے کے لیے۔ اور اسے آتے آتے آدھی رات ہو گئی تھی۔ نیند میں ڈوبی آنکھوں کے ساتھ بائیک چلاتے ہوئے اس نے جو ہی بائیک کو اپنے گھر کے سڑک پر موڑا تو کچھ ہی دوری بعد اسے اپنے گھر کی سنسان سڑک پر زوہا کھڑی دیکھائی دی۔

جس کے ڈھکہ چھپا حلیہ اور کندھے پر ڈالا شولڈر بیگ ذوھان کی نیند میں ڈوبی آنکھوں کو مکمل کھولنے ہر مجبور کر گیا۔

رات کے اس وقت زوہا کو اپنے گھر کے سامنے کھڑے دیکھ اور ایک لڑکے کی طرف بڑھتے دیکھ اس کی بائیک کی سستی تیزی اختیار کر گئی۔ اور اس نے تیزی سے بائیک کو زوہا کے نزدیک جا کر روکا۔ وہ یہاں سے چلے جانا چاہتی مگر اس کے قدموں میں اتنی ہمت باقی نہیں رہی تھی۔ کے وہ ایک قدم بھی آگے بڑھا پاتی۔

ذوھان بائیک کو روک کر اس پر سے اترتے ہوئے ایک نظر سامنے کھڑے بائیک سوار کو دیکھ کر زوہا کو بے معنٰی سا دیکھنے لگا۔ صورت حال کو دیکھ کر وہ سب سمجھ رہا تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات عجیب سے ہونے لگے۔ ذوھان کو اپنے قریب بائیک روکتے دیکھ وہ اسے نظر انداز کرتی تیزی سے اس بائیک سوار کی جانب بڑھی۔ اور کندھے سے بیگ

کو اتارتے ہوئے بائیک پر بیٹھنے ہی لگی تھی۔ کے ذوھان کو تیزی سے بائیک سے اتر کر پھرتی سے اپنی طرف بڑھتے دیکھ وہ بائیک سوار زوہا سے بیگ کو چھیننے لگا۔ چھینا جھپٹی مزید بڑھنے لگی۔

زوہا صبا کے کزن کو بیگ چھینتے دیکھ خود بھی جوابی بیگ کو تھامے رکھی۔ بائیک سوار اپنی پوری طاقت سے بیگ کو اپنے ہاتھوں میں لے کر یہاں سے بھاگ جانا چاہتا تھا۔ مگر زوہا کی گرفت مضبوط دیکھ وہ اپنی جیب سے گن نکالنے پر مجبور ہوتا گن نکال کر اس کے سامنے کرتے ہوئے بولا۔

"چھوڑ اسے ورنہ تجھے گولی سے اڑا دونگا۔"

"یہ تم کیا کر رہے ہو، چھوڑو میرے بیگ کو اس میں میری ماما کا سامان ہے۔"

زوہا گن کو خاطر لائے بغیر جوابی بولی۔ اور بیگ کو اسی طرح تھامے ہوئے اس کی ہاتھوں سے جھیننے کی ناکام کوشش کرنے لگتی ہے۔

ذوھان کو اپنی طرف آتا دیکھ وہ بائیک سوار اپنی ساری طاقت جما کر تا زور سے بیگ کو اپنی گرفت میں لیتے ہوئے زوہا کو تیزی سے دھکا دیتا ہے اس کے دھکا دینے پر زوہا اپنا توازن نا رکھ سکی۔ اور اوندھے منہ زمین کی جانب گرنے لگتی ہے تبھی ہی ان کے نزدیک پہنچتے ہوئے ذوھان نے گرتی ہوئی زوہا کو یکدم ہی سنبھلا تھا۔

اور ایک نظر جائزہ لیتی نگاہ سے اسے دیکھ کر اس بائیک والے کی طرف بڑھتا ہے۔ ابھی وہ بائیک سوار کی طرف بڑھا بھی نہیں تھا کے بائیک سوار بائیک اسٹارٹ کرتے ہوئے۔ گن سے ان دونوں کی جانب ایک فائر کر کے بائیک کی سپیڈ بڑھاتے ہوئے اس سڑک سے بھاگ جاتا ہے۔ ذوھان تیزی سے اس گولی سے بچنے کے خاطر زوہا کو نیچے لے کر جھک جاتا ہے۔ پھر اسکی جانب فکر مندی سے دیکھ کر پوچھتا ہے۔ گولی کی آواز پر اپنے کمرے میں تہجّد کی نماز ادا کرتی بی جان خوف زدہ ہو کر اپنے کمرے سے نکل کر نیچے کی طرف بڑھی تھی۔

"تم ٹھیک ہو۔؟؟"

انداز حد درجے فکر مندی لیے ہوئے تھا۔ زوہا جوابی گردن ہلا کر اسے جواب دیتی ہے۔ اس سے اب شرمندگی کے مارے یہاں کھڑے رہنا دوبھر سا ہونے لگا۔ کیونکہ اب گھر کے اندر جانے کے سوا تو کوئی چارہ ہی نہیں بچا تھا۔ وہ تو کیا

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

سوچ کر جا رہی تھی اور اس کے ساتھ کیا ہو گیا۔ شاید اس کے خوابوں نے اسے اسی طرح ذلیل کروانا تھا اپنی ہی نظروں میں۔ اور آج وہ اپنی نظروں میں خود کو گرا ہوا سا محسوس کر رہی تھی۔

ذوھان کے ہاتھ کی گرفت سے اپنی کلائی کو نکالتے ہوئے وہ کھڑے ہوتے ہوئے ابھی یہاں سے جانے کے لیے پلٹی ہی تھی کے ذوھان کے لفظوں نے اس کے قدموں کو زنجیر کیا۔

"تم اس حد تک جا سکتی ہو میں نے کبھی سوچا نہیں تھا۔"

وہ پیچھے سے ہی اسے جاتا ہوا دیکھ کر قدرے سرد لہجے سے بولتا ہے۔ وہ پلٹ کر اسے دیکھنے لگتی ہے۔ پھر شرمندگی کے مارے اپنی نگاہوں کو جھکا لیتی ہے۔ اس کی نظروں کو جھکا دیکھ وہ قدرے اندر سے کہیں ٹوٹا تھا۔ وہ کبھی بھی اسے ایسا نہیں دیکھ سکتا تھا۔ شرمندہ سا مگر آج وہ اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کو خاموش دیکھ وہ دو قدم چل کر اس کے نزدیک آ کھڑا ہوا۔ پھر زمین پر پڑے اس کی دوپٹے کو اس کے شانوں پر پھیلاتے ہوئے بولا۔

"تم ایک لڑکے کے لیے اس حد تک جا سکتی تھی کہ اپنے گھر والوں کو دھوکا دے کر گھر سے جا رہی تھیں، اور وہ بھی اس لڑکے کے لیے جیسے تم سے زیادہ تمھارے بیگ میں انٹرسٹ تھا۔"

وہ سنجیدگی سے طنزیہ لہجے سے بولا۔ زوہا نے اپنی سیاہ آنکھیں اٹھا کر بے بسی سے اسے دیکھا۔ وہ کہنا چاہتی تھی کے جیسا وہ سمجھ رہا ہے ویسا کچھ نہیں ہے مگر وہ کہہ نا سکی۔ اس کو یونہی خاموش دیکھ وہ پھر گویا ہوا۔

"ایک بار کہا ہوتا کے تمھیں میں اس قدر ناپسند ہوں کے تم ہر حد پار کر جاؤ گی، ایک بار کہا ہوتا کے تمھیں کوئی اور پسند ہے، یقین مانو میں خاموشی سے صرف تمھاری خوشی کے لیے تمھارے راستے سے ہٹ جاتا۔"

وہ انتہائی کرب سے بولتا ہوا زوہا کو قدرے ٹوٹا ہوا سا محسوس ہوا۔ پہلی بار اسے ذوھان کے لفظ برے نہیں لگ رہے تھے۔ پہلی بار وہ خاموشی سے کھڑی اس کی بات سننے کے لیے تیار تھی۔

"میں۔"

اس کی ساری باتوں کے جواب میں ابھی وہ فقط اتنا ہی کہہ سکی تھی کہ یکدم ہی اپنی عقب سے آتی آواز پر ان دونوں نے ایک ساتھ ہی پلٹ کر حسن آرا منزل کے داخلی دروازے کی جانب دیکھا تھا۔ جہاں بی جان کھڑی ہوئی تھیں۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں۔"

وہ نا سمجھی سے دروازے میں کھڑی ایک نظر ان دونوں کو دیکھتی ہوئیں آس پاس کا جائزہ لیتی ہوئیں ان دونوں کے پاس چلی آتی ہیں۔ان کی یکدم سے آنے پر زوہا ڈر کر اپنا دوپٹہ درست کرنے لگتی ہے۔جبکہ ذوھان دماغ میں کوئی کہانی بنے لگتا ہے۔کے اس وقت ان دونوں کا یہاں کھڑے ہونے اور گولی کی آواز کا آخر کیا جواز دے۔

"میں پوچھ رہی ہوں کیا ہو رہا ہے یہاں؟؟،اور تم دونوں اس وقت یہاں کیا کر رہے ہو؟؟،اور یہ گولی کی آواز کہاں سے آئی تھی۔؟؟"

بی جان آس پاس کسی بھی قسم کے خطرے کو نا محسوس کرتے ہوئے خود کو نارمل کرتے ہوئے سنجیدگی سے استفسار کرنے لگیں۔بی جان کے پھر سے پوچھنے پر زوہا کا دل دھڑکنے لگتا ہے کے اب کیا جواب دے گا ذوھان بی جان کو۔ اسے یہ ڈر کھائے جا رہا تھا کے اب یہ بات پورے گھر میں پھیل جائے گی۔ذوھان بی جان کو سب کچھ بتا دیں گا۔

"وہ بی جان گھر میں ایک چور گھس رہا تھا دروازے سے کود کر،زوہا نے کھڑکی سے دیکھ لیا،تو وہ اسے بھاگنے کی نیت سے نیچے چلی آئی،زوہا شور مچانے ہی لگی تھی کے، تبھی میں باہر سے آ رہا تھا تو وہ مجھے دیکھ کر ہوائی فائر کر کے بھاگ گیا۔"

ذوھان لفظوں کو ترتیب دیتے ہوئے اتنے وقت میں جو کہانی بنا سکتا تھا وہ' وہ بنا گیا تھا۔زوہا نے بے اختیار ذوھان کی جانب دیکھا۔اس وقت اسے ذوھان پر یقین نا آیا تھا کے وہ کیسے اس کے کردار پر بات بنانے کے بجائے اس کی غلطی کو چھپا رہا تھا۔جو وہ کرنے جا رہی تھیں۔

"کیا واقعی؟؟،تم دونوں ٹھیک تو ہو بیٹا۔؟؟"

بی جان فکر مندی سے دونوں کو دیکھتے ہوئے پوچھنے لگیں۔ان کی جائزہ لیتی نگاہیں زوہا کے چہرے پر ٹکی تھی۔

"جی بی جان ہم ٹھیک ہیں آپ پریشان نا ہو۔"

ذوھان نے ایک بار پھر زوہا کو کور اپ کرنا چاہا۔پھر مسکراتے ہوئے بی جان کے ہاتھ پر تسلی دیتے ہوئے زوہا کو مسکرانے کا اشارہ کیا۔جس پر زوہا بھی جوابی دھیرے سے مسکرائی۔کیونکہ اسے کنفیوز دیکھ کر واقعی بی جان نے ضرور مشکوک ہو جانا تھا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"چلو شکر ہے، اب اندر چلو کہی ایسا نا ہو کے گولی کی آواز سن کر پڑوسی بھی میری طرح جاگ کر یہاں آجائیں۔" بی جان سنجیدگی سے بولتی ہوئیں۔ اپنے سر پر جمے دوپٹے کو درست کرتی ہوئیں زوہا کو لے کر اندر کی طرف بڑھنے لگیں۔ زوہا بھی سست قدموں سے بی جان کے ساتھ ساتھ اندر کی طرف بڑھ گئی۔ پیچھے ذوھان بھی گہری سانس کو اپنے اندر اتارتے ہوئے خود بھی حسن آرا منزل کے اندر کی طرف بڑھا۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

صبح کا سورج نکلے بھی کافی وقت گزر چکا تھا۔ وہ ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد کمرے کا بھرپور جائزہ لینے لگی۔ جگہ جگہ گرد اور کمرے کی بے ترتیب حالت دیکھ اس کا دل اُچاٹ ہونے لگا۔ کچھ سوچتی ہوئی وہ اگلے ہی پل کمرے سے باہر نکل کر اسٹور روم سے جھاڑنے کے لیے ایک گندھا کپڑا لے آئی۔ پھر کمرے کی ہر چیز کو صفائی کی نیت سے جھاڑنے لگی۔ مشعل کچھ دیر پہلے ہی نماز پڑھ کر نیچے کی طرف گئی تھی۔ اور زوہا نجانے صبح سے کہاں تھی۔

اپنے اور زوہا، مشعل کے بیڈوں کی بیڈ شیٹ درست کرتی وہ رائٹنگ ٹیبل کی جانب چلی آئی تھی۔ اور ٹیبل پر رکھی ہر چیز کو صاف کرتی ترتیب سے لگانے لگی۔ ہاتھ میں پکڑا گندھا کپڑا مسلسل حرکت میں ہوتے ہوئے ٹیبل کے کنارے کو صاف کر رہا تھا۔ یہاں وہاں نگاہیں دوڑائیں ابھی وہ رائٹنگ ٹیبل کو صاف کر کے پلٹنے ہی لگی تھی کے یکدم ہی اس کی نگاہ رائٹنگ ٹیبل پر رکھی کتاب کے نیچے سفید کاغذ پر جا ٹھہریں۔

اور وہ الجھتے ہوئے بے ناسمجھی سے اس کاغذ کی جانب دیکھنے لگی پھر جیسے کچھ سوچ کر ہاتھ میں پکڑے کپڑے کو رائٹنگ ٹیبل کی کرسی پر رکھ کر اپنے ہاتھوں کو جھاڑنے لگی پھر اپنا دایاں ہاتھ بڑھا کر اس کاغذ کو کتاب کے نیچے سے نکالتے ہوئے ناسمجھی سے دیکھنے لگی۔ پھر پر سوچ نگاہوں سے اس کاغذ کو کھول کر پڑھنے لگتی ہے۔ جیسے جیسے وہ اس کاغذ کو پڑھ رہی ہوتی ہے ویسے ویسے اس کے چہرے پر تناؤ پھیلنے لگتا ہے۔

اسے سب سمجھ آنے لگتا ہے۔ اسے کل سحری میں بتائی گئی بی جان کی بات کی حقیقت اب دیکھائی دینے لگی تھی۔ کاغذ کو اپنے ہاتھ میں پکڑے وہ قدرے غصے سے زوہا کی تلاش میں کمرے سے باہر نکلتی ہے۔ اتنا تو طے تھا کہ اس وقت اس کے غصے سے زوہا کو کوئی نہیں بچا سکتا تھا۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

ٹیرس پر کھڑی وہ اپنے ہاتھوں کو باہم ایک دوسرے سے جوڑے کسی غیر مرئی نقطے کو گھور رہی تھی۔ سورج کی نرم گرم دھوپ اس کے صاف ستھرے چہرے پر پڑتے ہوئے۔ اس کے چہرے کے نین نقش کو واضح کر رہی تھی۔ وہ صبح سے اٹھ کر سیدھا ٹیرس پر چلی آئی تھی۔ اسے کل سے اب تک عجیب قسم کی شرمندگی نے گھیرے رکھا تھا۔ وہ ایک بار ذوھان سے بات کرنا چاہتی تھی اسے بتانا چاہتی تھی کے جیسا اسے لگ رہا تھا ویسا کچھ نہیں تھا۔ مگر کل سے اب تک اسے ذوھان کہیں دیکھائی نہیں دیا تھا۔

ابھی وہ ایسی ہی اپنی ہی سوچوں میں گھری ہوئی تھی کے اس کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے مرحہ ٹیرس پر چلی آئی۔ اور ٹھیک اس کے سامنے اکر کھڑی ہو کر اسے سرد نگاہوں سے گھورنے لگی۔ زوہا جو اپنی سوچوں میں گھری ہوئی تھی۔ مرحہ کو ٹیرس پر آکر اپنے سامنے کھڑے غصے سے گھورتے دیکھ قدرے ناسمجھی سے دیکھ کر پوچھ بیٹھی۔

"کیا ہوا مرحہ آپی آپ مجھے ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں کیا کچھ ہوا ہے۔؟؟"

وہ اس کے سچ جان لینے سے انجان ناسمجھی سے اسے دیکھ کر پوچھنے لگی۔ جوابی مرحہ نے ہاتھ میں پکڑا کاغذ اس کے منہ پر دے مارا پھر قدرے غصے سے گویا ہوئی۔

"تمھیں شرم نہیں آئی زوہا ایسی حرکت کرتے ہوئے، تم نے ذرا نہیں سوچا کے اگر کل تم یہاں سے چلی جاتی تو بابا کا کیا ہوتا؟؟، ہمارا کیا ہوتا؟؟، گھر والوں کی عزت مٹی میں مل جاتیں، تمھیں ذرا خیال نہیں آیا تمھارا اتنا بڑا قدم گھر میں طوفان لے آتا۔"

وہ قدرے بلند آواز میں سرد لہجے کے ساتھ پوچھنے لگتی ہے۔ اسکا بس نہیں چل رہا تھا کے وہ زوہا کے ساتھ کیا رویہ اختیار کرے۔

"آپی آپ غلط سمجھ رہی ہے، میں بس اوڈیشن دینے کے لیے جا رہی تھی کسی کے ساتھ بھاگ نہیں رہی تھی، میں آپ لوگوں کو دھوکا دینے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی،

ہاں مجھ سے چھوٹی سی غلطی ہوئی ہے کے مجھے آپ لوگوں کو بتا کر جانا چاہیے تھا، مجھے یوں چھپ کر نہیں جانا چاہیے تھا مگر میں کیا کرتی اگر میں گھر والوں کو بتاتی تو کوئی بھی مجھے اس چیز کی اجازت نہیں دیتا۔"

زوہا بے بسی سے کہتی ہوئی مرحہ کو رودینے کی آخری انتہا پر نظر آئی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"چھوٹی سی غلطی؟؟، تمھیں یہ چھوٹی سی غلطی لگتی ہے زوہا؟؟، اگر کل تمھیں ذوھان شاید نا دیکھتا اور تمھیں یہاں سے جانے سے نا روکتا تو تم تو یہاں سے چلی جاتی، مگر پھر اپنی وہ عزت اپنے لیے سب کی نظروں میں کہاں سے لاتی جو آج ذوھان کی وجہ سے آج بھی تمھارے لیے سب کی نگاہوں میں قائم ہے، ہاں بتاؤ۔؟؟"

وہ ضبط سے استفسار کرنے لگی اسے اب اپنی سمجھدار بہن حد سے زیادہ بے وقوف دیکھائی دینے لگی تھی۔ شرمندگی کے مارے زوہا سے کوئی جواب نا بن پڑھا اور اسے اپنی کل کی حرکت پر شرمساری سی ہونے لگی۔ وہ خاموشی سے کھڑی اپنی نگاہوں کو جھکائے ضبط سے اپنے اندر آنسو کو اتارنے لگی۔

جو باتیں مرحہ اسے ابھی کہہ رہی تھی وہ باتیں تو وہ کل ہی تسلیم کر چکی تھی۔ کے واقعی ذوھان اگر گھر والوں کو سب کچھ بتا دیتا تو کیا عزت رہ جاتی گھر والوں کی نظر میں اس کی۔ مگر ذوھان نے ایسا نہیں کیا تھا۔ اور ایسا نا کر کے وہ زوہا کی نظر میں معتبر بن گیا تھا۔ اس کو خاموش دیکھ مرحہ کچھ سوچ کر بولی۔

"بڑی افسوس کی بات ہے نازوہا، کے جس لڑکے کو تم آج سے پہلے اپنے قابل نہیں سمجھتی تھی، آج تم مجھے اس کے قابل نہیں لگ رہیں۔"

مرحہ نے باغور اسے دیکھ کر تلخی سے کہہ کر اسے آئینہ دیکھایا۔ زوہا نے اپنی سرخ ہوتی سیاہ آنکھیں اٹھا کر سامنے کھڑی اپنی بہن کو دیکھا جو اسے سچ کا آئینہ دیکھا رہی تھیں۔

اس کے اداس چہرے اور سرخ ہوتی آنکھوں کو نظر انداز کر کے مرحہ پل بھر کو ٹھہر کر وہاں سے چلی گئی تھی۔ جبکہ وہ اپنی آنکھوں کو کرب سے بند کر کے اپنے آنسوؤں کو گالوں پر بہہ کر آ جانے کی اجازت دے چکی تھی۔ اس کی حالت سے بے خبر اپنی ہی دھن میں آتی جمیلہ ٹیرس پر آ کر باغور اسے دیکھ کر بولی۔

"کیا ہوا زوہا باجی آپ رو رہی ہیں۔؟؟"

جمیلہ نے پریشانی سے اسے دیکھ کر سوال کیا۔ کیوں کے زوہا اور رو جائے ایسا اس نے آج تک نہیں دیکھا تھا۔

"نہیں کچھ نہیں، کیا ہوا تم کیوں آئی ہو یہاں۔؟؟"

جانی پہچانی آواز پر اس نے پٹ سے آنکھیں کھولتے ہوئے خود کو کمپوز کرتے ہوئے کہا۔

"وہ جی بی جان نے آپ کو اپنے کمرے میں بلایا ہے، تو میں آپ کو بلانے آئی ہوں۔"

جمیلہ اس کے چہرے کو جائزہ لیتی نگاہ سے دیکھتے ہوئے بتانے لگی۔

"ٹھیک ہے جاؤ، آ رہی ہوں میں۔"

اس نے سرسری انداز میں کہہ کر جمیلہ کو یہاں سے جانے کا کہا۔ اس کے جواب پر جمیلہ کندھے آچکاتے ہوئے نیچے کی طرف بڑھ گئی۔ جب کے وہ خود کو فریش کرنے کی نیت سے ٹیرس سے باہر نکلی۔ تاکہ فریش ہو کر بی جان کے کمرے کا رخ کر سکے۔

وہ اپنی ہی دھن میں چلتی چلی آ رہی تھی۔ تبھی یکدم ہی اس کے قدم بی جان کے کمرے کے اندر کے منظر کو دیکھ کر تھم سے گئے۔ بیڈ پر بیٹھی بی جان کے ساتھ کرسی لگائے ساتھ بیٹھا عالیار انتہائی خوش دیکھائی دیتا تھا۔ سرمئی آنکھوں میں خوشی کی رمک واضح طور پر دیکھی جا سکتی تھی۔ جبکہ ساتھ بیٹھی بی جان بیڈ پر بیٹھی اپنے پوتے کی باتوں پر نہال ہوتی نظر آ رہی تھی۔ اس کے برعکس خادم حسین صاحب خاموشی سے ان دادی پوتے کی گفتگو سے محفوظ ہو رہے تھے۔

تبھی ہی یکدم ہی بی جان کی نگاہ دروازے میں پرسوچ انداز میں کھڑی مشعل پر پڑی۔ اور وہ بے اختیار کہتیں ہیں۔

"ارے مشعل بیٹا وہاں کیوں کھڑی ہو، اندر آ جاؤ۔"

بی جان مسکراتے ہوئے اسے اندر آنے کا کہتی ہیں۔ اور وہ کچھ کنفیوز سا جوابی مسکراتی ہوئی قدم قدم چلتی کمرے میں آ کر بیڈ کی پائنتی پر جگہ بناتے ہوئے بیٹھ جاتی ہے۔ اس کے بیٹھنے پر عالیار بھی سنبھل کر بیٹھ جاتا ہے اس کی نگاہیں باقاعدہ طور پر مشعل کے چہرے کا احاطہ کرنے لگتی ہیں۔ اور دادی پوتے کی آپسی گفتگو بند ہو جاتی ہے۔ چند پل ایسے ہی بیٹھے رہنے کے بعد وہ کچھ سوچ کر دھیرے سے گویا ہوتی ہے۔

"کیا ہوا بی جان سب خیر تو ہے آپ نے بلایا تھا۔"

مشعل کچھ نا سمجھی سے بغور انھیں دیکھتے ہوئے سوال کرتی ہے۔

"ہاں' ہاں بیٹا بتاتی ہوں ذرا ذوھان اور زوہا کو بھی آ لینے دو میں نے انھیں بھی بلوایا ہے۔"

بی جان ٹھہرے ہوئے لہجے سے کہہ کر ابھی خاموش ہی ہوتی ہیں کہ ٹھیک اسی وقت دروازے پر دستک دے کر زوہا

اندر آتی ہے اور وہ بھی ناسمجھی سے مشعل کی طرح الجھی ہوئی کمرے میں رکھی کرسی کو عالیار سے کچھ دور لگا کر اس پر بیٹھ جاتی ہے۔ پھر مشعل کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھ کر اشارے سے پوچھتی ہے جس پر مشعل بھی لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے اسے اندر سے کہی ڈر جانے پر مجبور کر دیتی ہے۔

اسے اس طرح بی جان کے بلانے کا مقصد کچھ پریشان سا کر گیا تھا۔ اس کے دل میں عجیب عجیب سے واسوسے اپنا قبضہ جمانے لگے تھے۔ ابھی وہ اپنی ہی سوچوں میں گھری ہوئی تھی کے ذوھان کمرے میں داخل ہوا۔ اور بلند آواز میں سلام کرتا ہوا۔ داداجان کی پائنتی والی سائڈ پر براجمان ہو چکا تھا۔ سب نے اس کے سلام کا جواب دیا سوائے زوہا کے جو اپنی سوچوں میں گم اس کے کمرے میں آنے کو محسوس نا کر پائیں تھی۔ اور پھر اس کے بیٹھنے پر متوجہ ہوئی تھی۔

"اچھا تو اب دونوں بچے اور دونوں بچیاں آگئی ہیں حسن تو ہمیں ان سے بات کر لینی چاہئے، اور ان کی رائے بھی جان لینی چاہیے، کیا خیال ہے۔؟؟"

خادم حسین صاحب نے ایک بھرپور نگاہ اپنے آس پاس بیٹھے پوتے پوتیوں پر ڈالتے ہوئے حسن آرا بیگم سے کہا۔

"ہاں سہی کہہ رہے ہیں۔"

حسن آرا بیگم فقط اتنا بول کر گہری سانس بھرتی ہیں۔ پھر اپنی انگلیوں میں پہنی انگوٹھیوں کو درست کرتے ہوئے بات کا آغاز کرتی ہیں۔ ان کے بات کے آغاز کرنے پر سب ان کی جانب متوجہ ہو جاتے ہیں۔

"جیسا کے تم لوگ جانتے ہی ہونگے کے مرحہ کا نکاح عید پر ہو گا پھر رخصتی ارسم کے یہاں آنے کے ایک سال بعد ہو گی، ہے نا؟؟۔"

حسن آرا بیگم نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہہ کر سب سے استفسار کیا۔

"جی بی جان۔"

مشعل کے ساتھ ساتھ سب نے ہامی بھری۔ ان سب کے ہامی بھرنے پر حسن آرا بیگم پھر سے سب کو دیکھتے ہوئے گویا ہوئیں۔

"ٹھیک ویسے ہی ہم سب بڑے چاہتے ہیں کے ہم تم لوگوں کا نکاح بھی مرحہ کے ساتھ ہی کروا دے پھر رخصتی بعد میں ہو جائے گی، کیا خیال ہے تم سب کا اس بارے میں۔؟؟"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

انھوں نے کہہ کر ایک جائزہ لیتی نگاہ سے اپنے پوتے پوتیوں کو دیکھا۔

جہاں انھیں صرف عالیار کے چہرے پر صاف واضح طور پر رضامندی دیکھائی دے رہی تھی تو ذوھان تو لاپرواہ بنا بیٹھا تھا کے جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہیں تھا۔ جبکہ اس کے برعکس لڑکیاں حیران کن نگاہوں سے بی جان کو دیکھ رہی تھی۔ ان سب کو خاموش دیکھ ابھی وہ پھر سے استفسار کرنے لگتی ہیں کے کمرے میں موجود عالیار کی سنجیدگی سے پر آواز گونجتی ہوئی مشعل کو حیران کر گئی۔

"مجھے اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں ہے بی جان۔"

عالیار ایک نظر مشعل کو دیکھ کر دھیرے سے گویا ہوا۔ مشعل جتنا حیران ہوتی اتنا کم تھا اسے آج زندگی میں پہلی بار عالیار پر اس قدر غصہ آرہا تھا کے اس کا بس نہ چلا رہا تھا کے وہ کیا کر جائے۔ اس نے ضبط سے عالیار کو دیکھا جو سب کی نگاہوں میں اسے برا بنے کا بول کر آج خود اچھا بن رہا تھا۔

"اور تمھیں مشعل؟؟"

اب بی جان کی نگاہوں کا رخ مشعل کی جانب ہوا تھا۔

"مجھے کیا ہی اعتراض ہو سکتا ہے بی جان جب عالیار رضامند ہیں تو۔"

اس نے لفظوں کو چبا چبا کر ادا کیا تھا۔ اس کے جواب پر بی جان اس کے حالت سے غافل دھیرے سے مسکرائی تھیں۔ جبکہ عالیار اس کی حالت سے اندر کہیں محفوظ ہوا تھا۔

"ماشاءاللہ' ماشاءاللہ، اور تم دونوں کا کیا خیال ہے ذوھان اور زوہا۔؟؟"

انھوں نے کہتے ہوئے ان دونوں کو جانچتی نظروں سے دیکھا۔ ذوھان جو خاموش تماشائی بنے سب کی باتیں سن رہا تھا بے اختیار اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔

"میں فلحال اس بارے میں کچھ نہیں سوچنا چاہتا بی جان، مجھے ایک جاب انٹرویو کے لیے جانا ہے مجھے دیر ہو رہی ہے تو میں چلتا ہوں۔"

وہ بی جان کو دیکھتے ہوئے کہہ کر وہاں رکا نہیں تھا بلکہ کمرے سے اپنے قدموں کو باہر کی طرف دھکیلنے لگا تھا۔ پیچھے بی جان کی آواز اس کی کانوں سے ٹکرائی تھیں۔ اور وہ ان کے کمرے سے دور ہوتا چلا گیا تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اسے کیا ہوا۔؟؟"

بی جان نے باری باری سب پر نگاہ ڈالتے ہوئے پوچھا۔ جس پر عالیار اور مشعل نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ جبکہ زوہا سمجھ چکی تھی۔ لیکن اس نے کوئی بھی رد عمل دینا ضروری نہیں جانا پھر جیسے اپنے دل کی آواز پر فیصلہ کرتی ہوئی کچھ سوچ کر ٹھہر ٹھہر کر بولی۔

"وہ مجھ سے ناراض ہے بی جان، مگر آپ فکر نا کریں میں اسے منا لوں گی، مگر بس آپ سب لوگوں کو میرا ساتھ دینا ہوگا بغیر کوئی سوال جواب کیے، میری مدد کرنی ہوگی۔"

وہ کہہ کر سب کو امید بھر نظروں سے دیکھنے لگی۔ اس کے دماغ میں ایک پلین ترتیب ہو چکا تھا۔

"کوئی بات نہیں بیٹا ناراضگی ختم ہو جائے گی تم یہ بتاؤ کس متعلق ساتھ دینا ہوگا۔"

اب کی بار خادم حسین صاحب اس کی بات کو سمجھتے ہوئے بولے تھے۔

ان کے ہامی بھرنے پر حسن آرا بیگم بھی کچھ نا پوچھ سکی۔ اور زوہا کہنے لگی۔ جیسے جیسے وہ کہتی جا رہی تھی۔ وہاں بیٹھے عالیار اور مشعل کے تاثرات بھی عجیب سے ہونے لگے۔ کے جیسے انھیں اس کی بات سمجھ آ بھی رہی تھی اور نہیں بھی۔ جبکہ اس کے بر عکس حسن آرا بیگم اور خادم حسین صاحب تو اپنے بچوں کے درمیان کی ناراضگی کو ختم کروانا چاہتے تھے۔ اب وہ بھلے کیسے بھی ہوتی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

دادا کے کمرے سے وہ سیدھا اپنے کمرے میں چلا آیا تھا۔ اس کا دل یہ بات جانے کا خواہش مند تھا کہ بی جان کے پوچھنے پر زوہا نے کیا جواب دیا ہوگا۔ لیکن اپنی طرف سے وہ اسے ہر قسم کی بات کرنے کا اپنی مرضی بتانے کا حق دے آیا تھا۔ آئینہ کے سامنے کھڑے وہ جلدی جلدی اپنی تیاری مکمل کرتا ایک جاب انٹرویو کے لیے جا رہا تھا۔ ویسے تو اسے یہ جاب مل ہی گئی تھی دوست کے توسط سے۔ لیکن انٹرویو دے کر وہ خود کو خود کی نظر میں قابل بنا لینا چاہتا تھا کہ اندر کہیں اسے یہ نا لگے کے اس کی قابلیت کی بنا پر اسے جاب نہیں دی گئی بلکہ اس کے دوست کی جان پہچان کی وجہ سے دی گئی ہے۔ اپنی تیاری مکمل کرتا۔

وہ ایک بھرپور نگاہ سے آئینہ میں اپنا جائزہ لیتا ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا اپنا آفس بیگ اُٹھاتے ہوئے کمرے سے باہر نکلا۔
ابھی اپنے کمرے سے دو قدم ہی باہر آیا تھا کہ سامنے سے آتی زوہا کو دیکھ کر اس کے قدم تھم سے گئے جو یقیناً بی جان کے کمرے سے آرہی تھی۔ وہ اس کے سامنے سے گزر کر چلے جانا چاہتا تھا مگر وہ ایسا نا کرسکا۔ بے وجہ ہی کھڑا یہاں وہاں نگاہیں دوڑانے لگا۔

"کہیں جا رہے ہو۔؟؟"

سامنے سے آتی زوہا نے اس کا جائزہ لیتے ہوئے سوال داغا۔ ہلکی نیلی رنگ کی شرٹ پر نیوی بلو رنگ کی پینٹ پہنے نیوی بلو ہی ٹائی لگائے ہوئے تھا۔ بھورے بالوں کو سلیقے سے جیل سے سیٹ کیے۔ پہلی بار وہ زوہا کو خود کو دیکھنے پر مجبور کرنے لگا تھا۔ اس کا حلیہ قابل غور جو تھا ٹھیک زوہا کی پسند جیسا۔

"تمھیں بتانا ضروری نہیں سمجھتا، ہٹو میرے راستے سے۔"

اس نے سنجیدگی سے کہا۔ زندگی میں پہلی بار وہ اتنا روڈ ہوا تھا زوہا کے ساتھ۔ زوہا کے دل میں درد کی ایک ٹیس سی اٹھی۔ ابھی وہ اسے نظر انداز کرکے دو قدم آگے ہی بڑھا تھا کے زوہا کی بات پر اسکے قدم تھم سے گئے۔

"جواب کیوں نہیں دیا تم نے بی جان کو، کیا اب تمھیں اپنے قابل نہیں لگتی میں، کیا اتنی گر گئی ہوں تمھاری نگاہوں میں۔"

اس کا لہجہ رنج میں ڈوبا محسوس ہوا ذوھان کو۔ مگر اس کا جملہ ذوھان کے سرد لہجے کی وجہ بن گیا۔

"او'شٹ اپ۔!!"

وہ پلٹ کر قدرے سختی سے بولا۔ زوہا نے سہم کر اس کے لہجے کو بغور دیکھا وہ اسے پہلے والا ذوھان کہیں سے نہیں نظر آیا۔

"جواب نا دے کر میں نے تمھارے لیے ہی اچھا کیا ہے زوہا، تاکہ تم جس کسی کو بھی پسند کرتی ہو، اس کے ساتھ اس گھر سے عزت کے ساتھ جاسکوں، میں تمھیں کل رات ہی آزاد کرچکا ہوں اس رشتے سے بھی اور اپنی محبت سے بھی۔"ل

لہجے میں سنجیدگی واضح تھی۔ اس نے کوئی طنز نہیں کیا تھا زوہا پر وہ واقع اپنی خوشی مار کر اس کو اپنی خوشی حاصل کرنے کا بول رہا تھا۔ زوہا بے بسی سے اسے دیکھنے لگتی ہے۔ اور بے اختیار کہتی ہے۔

"ذوھان تم غلط سمجھ رہے ہو، میری ایک دفعہ بات تو۔۔۔۔"

ابھی وہ کہہ ہی رہی تھی کے وہ اس کی بات کو نظر انداز کر کے پلٹتا ہوا وہاں سے جا چکا تھا۔ جب کے زوہا کی نگاہوں نے دور تک اس کے قدموں کا پیچھا کیا۔ وہ اپنی صفائی دینے کے لیے اس کے پیچھے نہیں گئی تھی۔ اسے اندازہ نہیں تھا کے وہ اس قدر اس سے بدگمان ہو چکا تھا۔

وہ رات کے قریب دو بجے ہسپتال سے آیا تھا۔ صبح بی جان سے اپنی اور مشعل کی شادی والی بات منوا کر وہ ہسپتال چلا گیا تھا۔ اور اب جا کر گھر پہنچا تھا جب گھر کے سب نفوس سو چکے تھے۔ اسے اس وقت شدید قسم والی بھوک لگ رہی تھی جس کے خاطر وہ فریش ہو کر اپنے کمرے سے نکل کر نیچے کے پورشن میں چلا آیا تھا۔

اب اس کے قدموں کا رخ کچن کی جانب تھا۔ افطاری تو اس نے آج ہسپتال میں ہی کر لی تھی۔ اور سحری کے لیے سب گھر والوں نے تین بجے تک ہی اٹھانا تھا۔ اور اتنا انتظار وہ کر نہیں سکتا تھا۔ تبھی ہی فوری طور پر فریش ہو کر۔

نیچے چلا آیا کچھ کھانے کی غرض سے۔ کچن میں قدم رکھ کر اب اس کا رخ فریج کی جانب تھا۔ فریج کو کھول کر وہ اگلے ہی پل اس میں جائزہ لیتی نگاہ سے اپنے لیے کچھ کھانے کی چیز تلاش کرنے لگا۔ لیکن فریج کو خالی دیکھ وہ انتہائی بدمزا ہوا کے گھر والوں نے اسکا خیال کر کے کچھ نہیں بنایا تھا اس کے لیے۔ فریج کو بند کر کے وہ پلٹا ہی تھا۔

کے ایک خیال کے تحت اور شدید بھوک کو مد نظر نظر رکھتے ہوئے وہ کچھ سوچ کر ایک بار پھر فریج کو کھول کر اس میں موجود اپنی مطلوبہ چیز کو مسکرا کر دیکھنے لگا۔ کے جیسے بھی اس چیز کو تو وہ آخر بنا ہی سکتا تھا۔

فریج سے دو عدد انڈے بر آمد کرتے ہوئے اس نے دائیں جانب بنی کیبنیٹ سے ایک باؤل نکالتے ہوئے سلپ پر رکھا اور پھر اسپون ڈھونڈنے لگا۔ پھر اگلے ہی پل اسی کیبنیٹ سے ایک اسپون ڈھونڈ کر وہ ایک انڈے کو سلپ پر رکھ کر دوسرے کو ہلکے ہاتھ سے چمچے سے توڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ ابھی وہ یونہی کھڑا اپنے کام میں مگن تھا کہ یکدم ہی ہاتھ میں پکڑی پانی کی خالی بوتل تھامے مشعل کچن میں داخل ہوئی۔ وہ شاید پیاس کی شدت کی وجہ سے پانی

لینے کے لیے آئی تھی اور کچن میں کھڑے انڈے کے ساتھ عالیار کو الجھے دیکھ وہ چونکتی ہے لیکن اس وقت اس سے بات نا کرنے کا سوچ کر وہ خاموشی سے فریج کی جانب بڑھتی ہے۔عالیار بھی اس کی موجودگی سے غافل نا رہا تھا اور وہ یہ بھی جانتا تھا کے مشعل اس سے موقع دیکھ کر بات کرے گی جس کے لیے وہ خود کو کب کا تیار کر چکا تھا۔

لیکن پھر بھی خاموشی سے کھڑے انڈے کو توڑ کر باؤل میں ڈال کر دوسرے انڈے کو بھی اس میں توڑ کر ڈال کر اس میں اب کیا ڈالنا ہے یہ سوچنے لگا۔وہ آج پہلی بار ہی کچھ بنا رہا تھا۔ آج سے پہلے اس نے اپنے لیے ایک کپ چائے بھی خود سے نہیں بنائی تھی۔ پانی کی بوتل فریج سے نکال کر وہ ابھی لاپرواہ بنے بوتل کو تھامے کچن سے جانے ہی تھی کہ عالیار اسے جاتا ہوا دیکھ پکارتا ہے۔

"مشعل کیا تمھیں انڈا بنانا آتا ہے؟؟"

اس نے پیچھے سے اسے پکارا۔وہ پلٹ کر اس کی آواز پر بے یقینی سے دیکھنے لگتی ہے۔

"آپ کو میں اتنی پھوہڑ لگتی ہوں کیا۔؟؟"

اس نے جوابی بوتل کو سلپ پر رکھتے ہوئے بے یقین نگاہوں سے پوچھا۔

"میں نے اب ایسا بھی نہیں کہا،وہ تو مجھے آتا نہیں ہے،اور فریج میں کچھ کھانے کو بھی نہیں ہے تبھی تم سے پوچھ رہا ہوں۔"

وہ عام سے لہجے سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔وہ ہرگز بھی اب اپنی کسی بات سے مشعل کو تکلیف دینے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔کیونکہ پہلے کی بات اور تھی۔اب اگر وہ مشعل کو تکلیف دیتا تو سب سے زیادہ تکلیف اب اسے خود کو ہی ہونی تھی۔اسے تکلیف میں دیکھ کر۔

"اچھا آپ اب ہٹے یہاں سے مجھے بنانے دیں۔"

اس کے لہجے کی سادگی دیکھ وہ خود کو اس کی جانب بڑھنے سے نا روک سکی۔اور اسے ہٹاتے ہوئے اس کی جگہ کھڑے ہو کر اس کے ہاتھ سے باؤل لیتے ہوئے باؤل میں ڈالے انڈوں کو دلچسپی سے پھینٹنے لگی کہ جیسے وہ تو یہاں یہی کام کرنے آئی تھی۔پاس کھڑا عالیار جو اس کی مدد کرنے پر اس کو بے اختیار دیکھنے لگا تھا بے ارادہ ہی سوال کرتا ہے۔

"تم ٹھیک سے بنادونگی ناکہیں ایسانا ہو میرا پیٹ خراب ہو جائے۔؟؟"

انداز حد درجے شریر ہوا۔ مشعل نے نگاہ اٹھا کر اسے گھوری سے نوازہ جس پر وہ خاموشی کا لبادہ اوڑھ کر پاس رکھی کرسی گھیسٹ کر اس سے قدرے فاصلے پر بیٹھ گیا۔ جبکہ وہ ایک بار پھر اپنے کام میں مگن ہو چکی تھی۔

انڈوں کو اچھی طرح پھینٹ کر وہ الگ الگ کیبنیٹ سے نمک مرچ اس میں ڈالنے لگی۔ پھر فریج سے پیاز نکال کر کٹنگ بورڈ پر اس کے چھوٹے چھوٹے سلائس پیس نکلنے لگی جو' جو وہ پیاز کو کاٹ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہونے لگے تھے۔ عالیار جو مستقل مزاجی سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسوں کو نکلتے دیکھ بے اختیار اس کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھتا ہے۔

"تم رو رہی ہو۔؟؟"

وہ فکر مندی سے اسے بغور دیکھنے لگا۔

"وہ پیاز کاٹتے ہوئے نارونا آ ہی جاتا ہے۔"

وہ آنسوں سے بھری آنکھوں کے سے ایک نظر اسے دیکھ کر بتا گئی۔

"چھوڑو' مت کرو میں نے نہیں کھانا ایسا انڈا۔"

وہ کرسی سے کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔

"کیا مطلب نہیں کھانا، میں نے اب کر دیا ہے بس تھوڑی سی تو رہتی ہے پیاز اس کے بعد آپ کا آملیٹ تیار ہو جائے گا۔"

وہ پیاز کو دیکھتے ہوئے دھیرے سے گویا ہوئی۔ کے ایک تو وہ زندگی میں پہلی بار اس کے لیے پیاز کاٹ کر آملیٹ بنا رہی تھی۔ اور ان صاحب کے تو یکدم مزاج ہی بدل گئے تھے۔

"میں کہہ رہا ہوں نا چھوڑ دو بلا وجہ ہی تمھیں رلا رہی ہے یہ، میں سحری تک انتظار کر لیتا ہوں۔" وہ پیاز کو ایک نظر دیکھ کر اسے سائڈ پر ہٹاتے ہوئے بولا۔ جب کہ وہ بے یقین نگاہوں سے اسے دیکھ کر سوچنے لگتی ہے کے کیا واقعی عالیار صدیقی کو اس کی فکر ہو رہی ہے۔

"آپ کے بدلتے مزاج میری سمجھ سے باہر ہیں، آخر آپ چاہتے کیا ہیں عالیار۔؟؟"

صبح والی بات اس پر حاوی ہونے لگی تھی یا پرانی باتیں۔ جو بھی تھا وہ آخر کار زچ ہوتی ہوئی پوچھتی ہے۔ وہ ہر گز بھی اس سے یہ بات ابھی کرنا نہیں چاہتی تھی مگر عالیار کے بدلتے مزاج دیکھنے کے بعد وہ خود کو اس سے پوچھنے سے نا روک پائی تھی۔

"کیا مطلب۔؟؟"

وہ انجان بنا وہ جانتا تھا وہ کس متعلق پوچھ رہی ہے مگر پھر بھی لاپرواہی عروج پر تھی۔

"مطلب یہ کے پہلے تو میں آپ کو پسند ہی نہیں تھی سرے سے، اور آپ مجھ سے رشتہ رکھنا ہی نہیں چاہتے تھے، اور اب اپنے بی جان کی نگاہ میں مجھے برا بنانے کے لیے نکاح کے لیے ہامی بھی بھر لی تاکہ میں بری بن جاؤ، اور اب میری اس طرح فکر کر کے آخر کیا ثابت کیا کرنا چاہتے ہیں آپ۔؟؟"

وہ قدرے بھڑکتے ہوئے پوچھ بیٹھی۔ عالیار دل ہی دل میں مبہم سا مسکرایا۔

"پہلی بات تو یہ کہ میں نے تمھیں کبھی برا بنانے کا نہیں سوچا، میرے دل میں جو تھا میں نے وہ بی جان سے کہہ دیا، اور رہی بات تمھیں میری فکر کرنا اب برا لگ رہا ہے تو اس بارے میں کچھ نہیں کر سکتا میں۔"

وہ عام سے لہجے میں کہہ گیا۔

"فکر وہاں ہوتی ہے جہاں محبت ہو، اور آپ کو تو مجھ سے کبھی محبت ہو ہی نہیں سکتی نا عالیار، پھر کیوں مجھ پر یہ احسان کر رہے ہیں آپ؟؟، میں نے کہا تھا نا آپ سے کے میں بی جان سے بات کروگی، پھر کیوں آپ نے بی جان کو ہامی بھری نکاح کے لیے۔؟؟"

وہ قدرے سرد لہجے سے پوچھتی ہے۔

"پہلی بات تو یہ کہ نکاح کے لیے میں نے اپنی مرضی سے بی جان کو ہامی بھری ہے، اور دوسری، ہاں ٹھیک کہا تم نے فکر وہی ہوتی ہے جہاں محبت ہو، اور میں اتنا اچھا تو ہوں نہیں کے اپنی ذات کے سوا بھی کسی کو امپورٹنس دے سکوں، لیکن جب آپ کی اپنی ذات سے بھی بڑھ کر کوئی اور آپ کو زیادہ خاص لگنے لگے تو پھر کیا' کیا جا سکتا ہے؟؟"

وہ کہتے کہتے پل بھر کو ٹھہرا۔ پھر مشعل کی بے یقین نگاہوں میں دیکھ کر دوبارہ سے گویا ہوا۔ جو آگے جاننے کی خواہش مند نظر آرہی تھی۔

"ہاں مشعل میں اعتراف کرتا ہوں، مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے، کیسے، کب، اور کس لمحے، میں نہیں جانتا مگر مجھے واقعی تم سے محبت ہو گئی ہے، مجھے ایک لاپرواہ، کام کو سنوارنے سے زیادہ بگاڑنے والی لڑکی سے محبت ہو گئی ہے، ہاں عالیار صدیقی کو مشعل ذولفقار سے محبت ہو گئی اور اپنی اس محبت پر میں جتنا نثار ہوں اتنا کم ہے۔"

وہ ایک قدم اس کی طرف بڑھ کر مشعل کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیتا ہوا۔

اس کی نگاہوں میں اپنی سرمئی آنکھیں گاڑتا ہوا بولا۔ مشعل کی زبان تو مانو بولنے سے انکاری ہو گئی۔ وہ اتنے سالوں سے جس اعتراف محبت کے اظہار میں تھی۔ وہ اعتراف آج عالیار کر رہا تھا اس سے۔ وہ بھی جب 'جب اس نے اپنی ساری امید ہی توڑ دی تھی۔ ان دونوں کے درمیان بس ایک قدم کا فاصلہ باقی رہ گیا تھا۔

"لیکن۔۔۔"

وہ اسے دیکھ کر دھیرے سے گویا ہوئی۔ اور ابھی اور بھی کچھ کہتی کے عالیار بیچ میں ہی اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔

"لیکن' ویکن چھوڑو، بھول جاؤ ماضی کی باتوں کو، بس اتنا یاد رکھو کے جو کبھی کسی سے متاثر نہیں ہوا اسے تمھاری محبت نے متاثر کر دیا ہے، اور اتنا متاثر کر دیا ہے کے مجھے تم سے محبت ہو گئی۔"

وہ محبت پاش نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے جتانے لگا۔ اس کا لفظ لفظ سچائی کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ اس کے اعتراف پر مشعل نے دل ہی دل میں رب کا شکر ادا کیا جس نے آج اس کی محبت کو مکمل کر دیا تھا۔ ابھی دونوں ایسے ہی ایک دوسرے میں کھوئے ہوئے تھے کہ مرحہ کچن میں داخل ہوئی اور ان دونوں کو ایک دوسرے میں مگن دیکھ ہلکا سا کھانستے ہوئے بولی۔

"ذرا تو خیال کر لو تم دونوں ابھی نکاح ہونا ہے ہوا نہیں ہے۔"

وہ شوخی سے مسکراتے ہوئے ان کی آنکھوں ہی آنکھوں میں نظر اتارتے ہوئے بولی۔ کسی تیسرے نفس کی آواز پر یکدم ہی عالیار نے مشعل کا ہاتھ چھوڑا مشعل بھی سمٹ کر پیچھے ہوئی۔ اور شرمندگی کے مارے یہاں وہاں دیکھتے ہوئے کہتی ہے۔ جبکہ عالیار موقع دیکھ کچن سے فرار ہوتا ہے۔

"ایسا تو کچھ نہیں ہے مرحہ آپی جیسا آپ سمجھ رہی ہیں۔" وہ کچھ شرمندہ سا بولی۔

"ارے لڑکی میں تو مذاق کر رہی ہوں، چلو اب سحری بناؤ سب بڑے کسی بھی وقت آتے ہوں گے ڈائنگ ایریا میں۔" وہ کہہ کر اسمائلی پاس کر کے فریج کی جانب بڑھ گئی جبکہ مشعل گہری سانس بھرتے ہوئے چولے پر چائے کا پانی چڑھانے لگی۔

ایک ہفتہ ایسے ہی مصروفیت کی نظر گزر گیا۔ گھر میں مرحہ کے نکاح کے ساتھ ساتھ اب دو اور لوگوں کے نکاح کی تیاریاں بھی ہونے لگی تھی۔ وہ کمرے کی کھڑکی میں بیٹھی بے مقصد ہی ڈھلتے سورج کو دیکھ رہی تھی۔ نگاہیں آسمان کی جانب ڈھلتے سورج پر مرکوز تھی جو اپنے ڈھلنے کا غم منا رہا تھا۔ تو سوچیں ذوھان میں الجھی تھی۔ پچھلہ پورا ہفتہ اس کی ناراضگی سہنے میں ہی گزر گیا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کے آخر کو وہ اسے کیسے منائے کیسے اس کی بدگمانی ختم کرے۔ جہاں ذوھان کا ساتھ دینا اور اس کی عزت کو گھر والوں کی نظر میں بنائے رکھنا۔ اسے ذوھان کے قریب کر گیا تھا تو کہی دوسری طرف اس کی غلطی ذوھان کی نگاہ میں اسے برا بنا گئی تھی۔ اس کی نظر سے گرا گئی تھی۔ چند دنوں پہلے اس نے اسی ذوھان سے سیکھا تھا کے دوسروں کی خوشی میں خوش ہونا کسے کہتے ہیں۔ اپنوں کے خاطر سب کچھ قربان کرنا کسے کہتے ہیں۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

اور آج سے پہلے تو وہ یہ سب باتیں سمجھ ہی نہیں پائی تھی۔ ایسا نہیں تھا کے اس کے لیے اس کے خواب اب اہم نہیں رہے تھے۔ بس ایسا ہو گیا تھا کے اسے اپنے خوابوں کو اپنے اپنوں کی خوشی اور ان کی رضامندی سے پورا کرنے کا حوصلہ اس میں آ گیا تھا۔ وہ بے معنی سا انداز میں اپنی سیاہ نگاہوں کو کھڑکی سے جھانکتے آسمان پر ٹکائے آس پاس سے بے خبر تھی۔ کمرے میں موجود دوسرا نفوس جو کچھ دیر پہلے ہی آرام کی نیت سے لیٹا تھا مگر اسے نیند تھی کے آ کر نہیں دے رہی وہ اٹھ بیٹھا۔

کافی دیر سے وہ اسے زوہا کو ایسے ہی کھڑکی کے پاس بیٹھے آسمان کو دیکھتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ مگر پھر بھی چپ کا لبادہ اوڑھے لیٹی ہوئی تھی۔ وہ پچھلے ایک ہفتے سے اس سے ناراض تھی۔ اور اتنا ناراض ہونا تو اس کا حق بنتا تھا آخر کو وہ اس

کی بڑی بہن تھی اور اپنی بہن کی نادانی پر اسے شاباشی دینے کے بجائے ناراض ہونا اس کا فرض تھا۔ وہ اٹھ کر بیڈ پر بے معنی سی نگاہوں سے چند پل اسے دیکھے گئی پھر کچھ سوچ کر کھڑی ہوتی ہوئی۔

اس کی طرف بڑھی۔ اور کھڑکی کے ساتھ رکھے مخمل کے سیاہ صوفے پر اس کے برابر بیٹھتے ہوئے اسے جائزہ لیتی نگاہ سے دیکھ کر آسمان کو دیکھنے لگی۔ اپنے آس پاس کسی کی موجودگی کو محسوس کر کے زوہا نے اپنے دائیں جانب دیکھا۔ جہاں مرحہ بیٹھی بے معنیٰ سا آسمان کو دیکھے جا رہی تھی۔ پچھلے ایک ہفتے سے وہ اس سے ناراض تھی لیکن اب اس کے پاس بیٹھی تھی۔ اس نے اسے بھی منانے کی کوشش کی تھی مگر وہ اپنی کوششِ میں ناکام ٹھہری تھی۔

"ناراضگی دور ہو گئی آپ کی آپی۔؟؟"

زوہا نے ایک نظر اسے دیکھ کر استفسار کیا۔ پھر واپس سے اپنی نظریں ڈھلتے سورج کی جانب گامزن کر لیں۔

"کرنی پڑی کیا کریں مجبوری ہے۔"

اس نے بھی جوابی دھیرے سے کہا۔

"کیسی مجبوری؟؟، تھوڑا اور دن ناراض ہو جاتی کیا فرق پڑتا ہے۔؟؟"

وہ قدرے روڈ انداز میں بولی۔

"کے مجھ سے کسی سے ناراض رہا نہیں جاتا زیادہ دن، کیا کر سکتی ہوں، اور تم سے تو بلکل نہیں۔"

انداز جتا دینے والا ہوا۔ اس کے کہنے پر زوہا رخ موڑ کر اسے دیکھنے لگتی ہے۔ پھر مسکراتے ہوئے اس کے گلے لگ جاتی ہے۔ اور خوش ہوتی ہوئی کہتی ہے۔

"میری پیاری آپی، مجھے پتا تھا آپ زیادہ دن مجھ سے ناراض ہو ہی نہیں سکتی۔"

زوہا نے گلے لگے ہوئے فخریہ انداز سے کہا۔

"اچھا اچھا بس کرو، اب یہ سوچوں ذوھان کو کیسے مناؤ گی۔؟؟"

مرحہ نے اس سے الگ ہوتے ہوئے بولا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"یہی تو مجھے خود سمجھ نہیں آرہا، میں کیا کروں آپی، آپ بتائیں مجھے کیا کرنا چاہیے۔؟؟"

زوہا اسے دیکھتی ہوئی سوالیہ پوچھنے لگی۔ کیونکہ وہ پچھلے ایک ہفتے سے ذوھان سے بات کرنے کی بہت کوشش کی تھی مگر وہ اس کی بات سننے کے حق میں نہیں تھا۔ اور اکثر تو گھر والوں کی موجودگی میں ایسا ممکن بھی بہت کم ہوتا تھا۔

"تم نے اسے ساری تفصیل بتائی تھی، اس کی بدگمانی دور کی۔؟؟"

مرحہ نے جانچتی نگاہوں سے پوچھا۔

"نہیں' وہ میری کوئی بات سننا ہی نہیں چاہتا، میں کیسے بتاؤں اسے۔"

زوہا اداسی سے بولی۔ اس کے جواب پر مرحہ کچھ سوچ کر اسے ایک مشورہ دیتی ہے جس کو سن کر زوہا اں میں گردن ہلانے لگی تھی۔ اس کے نزدیک اسے مرحہ کا مشورہ پسند آنے لگا تھا۔ پھر کچھ دیر آپسی باتوں کے بعد زوہا بات کر رخ دوسری طرف لے جاتے ہوئے اس سے پوچھتی ہے۔

"ویسے مرحہ آپی آپ خوش تو ہیں نا ارسم بھائی کے ساتھ اس نکاح پر۔؟؟"

وہ جانچتی نظروں سے دیکھ کر سوال کرتی ہے۔ کیونکہ اسے مرحہ کہی سے بھی خوش نظر نہیں آرہی تھی۔ جیسا کے ایک لڑکی کو ہونا چاہیے نکاح سے پہلے۔

"ہاں میں خوش ہوں، میں بھلا خوش کیوں نہیں ہونگی، ارسم اتنے اچھے ہیں، میں بہت خوش ہوں۔"

وہ زوہا کو مسکراتے ہوئے جواب دے کر اندر کہیں خود سے سوال کرنے لگی تھی کے "کیا واقعی وہ خوش ہے؟؟"

"اور تم زیادہ نا سوچوں جاؤ جا کر فریش ہو کب سے اداس بیٹھی ہویوں۔"

اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے وہ اسے تلقین کرنے لگی۔ جب کے زوہا بس جوابی ہامی بھرتے ہوئے اسے دیکھے گئی ۔ پھر جیسے کچھ سوچ کر وہ کھڑے ہو کر اپنی الماری سے کپڑے نکالنے لگتی ہے اگلے ہی پل وہ واش روم میں قید ہو چکی تھی جبکہ مرحہ اداسی سے آسمان پر نگاہیں مرکوز کر گئی۔

\-

کافی دیر وہ ایسے ہی بیٹھی رہی۔ پھر جیسے یاد آنے پر صوفے سے اٹھتی ہوئی کمرے سے باہر نکلی۔ اب اس کے قدموں کا رخ نفیسہ چچی کے کمرے کی جانب تھا۔ کیونکہ انھوں نے اسے سحری میں کہا تھا کے وہ جب بھی فارغ ہو ان کے پاس

آجائیں کیونکہ ان کو اسے کچھ دیکھانا تھا۔ نجانے کیا؟؟ اس بات سے وہ انجان تھی۔ ان کے کمرے کے باہر پہنچ کر وہ اپنے قدموں کو اندر کی طرف بڑھا نا سکی۔ اور خاموشی سے کھڑی رہی۔

"آخر کو کیا حال بنالیا ہے تم نے اپنا بیٹا، آفس جاتے ہو اور آکر پھر سے اپنے کمرے میں بند ہو جاتے ہو، کیا کچھ ہوا ہے۔؟؟"

طویل خاموشی کے بعد نفیسہ بیگم پھر سے گویا ہوئیں تھیں۔ ان کے لہجے میں اپنے بیٹے کے لیے فکر واضح طور پر دیکھی جا سکتی تھیں۔

"کچھ نہیں امی، میں ٹھیک ہوں، آپ بلاوجہ پریشان ہو رہی ہیں۔"

اس نے آنکھیں بند رکھے ایک بار پھر ان کی بات کو ٹالنا چاہا۔

"ہاں دیکھائی دے رہا ہے کتنے ٹھیک ہو تم، دیکھو شہرام اگر کوئی بات ہے تو مجھے بتاؤ بیٹا میں سنوں گی نا تمھیں۔"

وہ شکوہ کناں سی نگاہوں سے اسے دیکھتی ہوئی بولی۔ دروازے پر کھڑی مرحہ پر ابھی تک ان کی نگاہ نہیں پڑی تھی۔ اور مرحہ بھی اپنے قدموں کو نا اندر لے جا پا رہی تھی نا واپس موڑ پا رہی تھی۔

"اب کہنے سننے کو کچھ بچا ہی نہیں ہے، اگر میں کہہ بھی دوں تو میری سنے گا کون سوائے اللہ کے۔؟؟"

کرب سے آنکھوں کو بند کرے وہ یہ بات صرف دل میں کہہ سکا۔ زبان پر لانا تو اب اس کے بس میں رہا ہی نہیں تھا۔

"بس آپ چھوڑے ساری باتوں کو بس آپ یونہی میرے سر میں ہاتھ پھیرتے رہئے مجھے اچھا لگ رہا ہے امی۔"

اس نے کہتے ساتھ ہی بات کا رخ ہی بدل دیا۔ نفیسہ بیگم مسکراتی ہوئی اور جستجو سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگتیں ہیں۔ کیونکہ آخر کو شہرام ان کو بہت منت اور مرادوں کے بعد جا کر انھیں شادی کے دو سال بعد ملا تھا۔

جعفر صاحب اور ذوالفقار صاحب کی شادی ساتھ ہی ہوئیں تھیں۔ لیکن جعفر صاحب کے ہاں مرحہ کی پیدائش کے ایک سال بعد شہرام کی پیدائش ہوئی تھی۔ شادی کے دو سال تک نفیسہ بیگم کی گود ہری بھری نا ہو سکی تھی۔ اور یوں مرحہ گھر کی نا صرف بڑی بیٹی تھی۔ بلکہ شہرام سے بھی ایک سال بڑی تھی۔

جس کی وجہ سے ان کی شدید خواہش پر بھی بی جان نے شہرام کے لیے مرحہ کا رشتہ دینے سے صاف منا کر دیا تھا کہ کہیں بچے آگے جا کر عمروں کے فرق کی وجہ سے دوریاں اختیار نا کر لیں۔ اور کہیں دوسری طرف ان کو یہ بھی ڈر تھا

کے زمانہ کیا بولے گا۔ابھی وہ یونہی خاموشی سے کھڑی یہاں سے پلٹ جانے کا ارادہ رکھتی تھی کے نفیسہ بیگم جو شہرام کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے محبت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔بے اختیار ان کی نگاہ دروازے میں کھڑی مرحہ پر جاتی ہے۔اور وہ اسے پکارتے ہوئے اندر آنے کا کہتی ہے۔

"ارے'مرحہ اندر آؤنا بیٹا،وہاں کیوں کھڑی ہو۔؟؟"

وہ اسے اندر کمرے میں آنے کا کہتی ہیں۔اپنی ماں کی آواز پر شہرام یکدم ہی آنکھیں کھول کر گردن موڑ کر دروازے کی سمت دیکھتا ہے جہاں سے مرحہ قدم قدم چلتی ہوئی کمرے کے اندر آرہی ہوتی ہے۔اس کو آتا دیکھ وہ سیدھا ہو بیٹھتا ہے۔

"چچی جان میں بعد میں آجاؤں گی۔"

وہ نفیسہ بیگم کو دیکھ کر عام سے لہجے میں کہتی ہے۔

"ارے کوئی بات نہیں بیٹا شہرام ہی تو ہے ویسے بھی مجھے تمھیں کچھ دینا تھا۔"

نفیسہ بیگم مسکراتی ہوئی بولتیں ہیں۔ان کے کہنے پر شہرام بیڈ سے اترنے لگتا ہے۔مرحہ بغور اسے دیکھتی ہے۔پھر واپس سے اپنی نگاہ نفیسہ چچی پر ڈال لیتی ہے۔

"اب تم کہاں چلے۔؟؟"

وہ شہرام کو جاتا ہوا دیکھ پوچھنے لگتیں ہیں۔

"میں پھر آجاؤں گا امی،کیونکہ کہیں ایسا نا ہو کے میرے یہاں بیٹھے رہنے سے کسی کی کمفرٹ زون متاثر ہو۔"

وہ ایک غلط نگاہ بھی مرحہ پر ڈالیں بغیر کہہ کر اس کے پاس سے گزرتے ہوئے کمرے سے باہر چلا گیا تھا۔

جبکہ وہ اسے بے بسی سے جاتا ہوا ہی دیکھتی رہ گئی۔آخر کو شہرام کا رویہ اس سے برداشت کیوں نہیں ہو رہا تھا وہ تو خود ایسا ہی چاہتی تھی کہ اس کی وجہ سے اس کے کردار پر کوئی بات نا بنے اور اب جب وہ ایسا ہی کر رہا تھا۔تو اسے نا جانے کیوں برا الگ رہا تھا۔وہ کھڑے کھڑے ہی رو دینے کو ہو گئی تھی۔

"عجیب دماغ کا لڑکا ہو گیا ہے،کیا کہہ رہا ہے کچھ سمجھ نہیں آرہا،خیر تم بیٹھو میں ابھی آئی۔"

نفیسہ بیگم بیڈ سے اٹھتی ہوئی بولی۔پھر کمرے میں موجود الماری کی جانب بڑھ گئی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

ان کے الماری سے کچھ تلاش کرنے پر مرحہ ضبط کرتی ہوئی بیڈ پر جا بیٹھی جہاں اب سے کچھ دیر پہلے شہرام بیٹھا ہوا تھا۔کچھ پل کی مشقت کے بعد آخر جب نفیسہ بیگم کو اپنی مطلوبہ چیز الماری سے دستیاب ہوگئی تو وہ اس چیز کو ہاتھ میں پکڑے اس کے پاس چلی آئی۔اور بیڈ پر بیٹھتی ہوئیں بولیں۔

"یہ دیکھو یہ تمھاری ماں کی جیولری ہے،بی جان نے کہا تھا تمھیں دے دوں اس میں سے کچھ جیولری، باقی جو بچے گی وہ زوہا کو دے دونگی آخر کو تم دونوں بہنوں کا حق ہے ان چیزوں پر۔"

انھوں نے ہاتھ میں پکڑے بڑے سے صندوق کو اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

ان کے کہنے پر مرحہ اس صندوق کو کھول کر دیکھنے لگی۔پھر اس میں موجود ہر چیز کو محبت پاش نظروں سے دیکھنے لگتی ہے۔دیکھتے دیکھتے ان چیزوں میں اسے اپنی ماں کا عکس دیکھائی دینے لگا تھا ان کی قربت کا احساس ہونے لگا تھا۔وہ ماں جو سالوں پہلے اسے اور زوہا کو چھوڑ کر چلی گئی تھیں۔

منظر اس وقت لاہور کے ایک مشہور و معروف مال کا تھا۔جہاں وہ لوگ پچھلے ایک گھنٹے سے گھوم رہے تھے۔کافی سے زیادہ شاپنگ وہ لوگ کر چکے تھے۔اور کچھ ہی چیزیں باقی رہ گئی تھی۔جو انھیں ابھی لینی تھی۔تھکن محسوس کرتے ہوئے وہ سب لوگ اس مال کے اوپری حصے میں بنے کیفے میں آبیٹھے تھے۔تاکہ چائے پی کر کچھ تازہ دم ہو سکے۔بڑی سی گول میز کے گرد بارہ کرسیاں لگی تھی۔جن پر وہ سب براجمان تھے۔نفیسہ بیگم اور حمنہ بیگم ،تمکینت بیگم کے ساتھ باتیں کرنے کے ساتھ ساتھ چائے پینے میں بھی مگن دیکھائی دیتیں تھیں۔

جبکہ عالیار کے ساتھ بیٹھی مشعل اپنی ہی کسی باتوں میں اسے لگائے ہوئے تھی۔وہ دونوں ساتھ بیٹھے ایک خوبصورت جوڑے کی صورت دیکھائی دے رہے تھے۔ عالیار کے دائیں جانب بیٹھا لاتعلق بنا ذوھان موبائل میں مشغول تھا جبکہ زوہا کی نگاہیں بار بار کسی موقع کی تلاش میں تھی کہ کہیں اسے کوئی موقع ملے اور وہ ذوھان سے بات کر سکے۔

ان سب سے کچھ ہی دوری پر کھڑا ارسم موبائل فون پر کسی سے گفتگو کرتا نظر آئے گا۔اس کے چہرے کے اعصاب شکن زدہ سے دیکھائی دے رہے تھے کے جیسے وہ جس انسان سے گفتگو کر رہا تھا اس کی گفتگو اسے کچھ خاص پسند نہیں آرہی تھیں۔وہ کافی سے پریشان نظر آرہا تھا اور بار بار پلٹ کر ان لوگوں کی ٹیبل کی جانب بھی نگاہ ڈال رہا تھا جو سب

اپنے آپ میں مگن اس کی ذات سے لاپرواہ بنے بیٹھے تھے۔ اپنی بات دوسری طرف موجود انسان کو جب وہ نا سمجھا سکا تو فون کو کاٹتے ہوئے۔ ان لوگوں کے پاس چلا آیا۔

اور پھر سے اپنی کرسی سنبھالتے ہوئے بیٹھ گیا۔ کافی دیر ایسے ہی سب کے ساتھ بیٹھے رہنے کے بعد وہ سب لوگ پھر سے کھڑے ہوئے تھے۔ تا کہ باقی ماندہ چیزوں کی خریداری کر کے گھر جا سکے۔ گھنٹہ بھر باقی چیزوں کی خریداری کر کے وہ مال کی انٹیرنس سے نکلنے لگے۔ بڑی خواتین پیچھے پیچھے جبکہ وہ لوگ آگے آگے چل رہے تھے۔ چلتے چلتے ارسم نے اپنی کچھ دیر پہلے والی بات پھر سے دہرائی تھی۔

"اگر مرحہ بھی ساتھ آجاتی تو اچھا ہو جاتا۔"

ارسم نے مسکراتے اپنے ساتھ چلتے ذوہان کو کہا۔

"ہاں لیکن انکا دل نہیں چاہ رہا تھا تو پھر کیا' کیا جا سکتا تھا۔"

ذوہان سنجیدگی سے بولا۔ جب کے عالیار تو ارسم کی پھر سے کہیں اس بات پر بدمزہ ہوا۔ جو بھی تھا وہ شہرام کی وجہ سے ہی خاموش تھا۔ ورنہ اپنے دوست کی پسند اسے دلانے کے لیے تو وہ کچھ بھی کر سکتا تھا۔

"اور ویسے بھی مرحہ آپی کو اب گھر میں بھی تو رہنا چاہیے نا، ورنہ ان پر روپ کیسے آئے گا۔"

زوہا چبھتے ہوئے لہجے سے بولی کہ ایک تو یہ ارسم بھائی ویسے بھی اسے کچھ خاص پسند نہیں تھے۔ اور مرحہ آپی بھی اسے زیادہ خوش نہیں دیکھائی دیتی تھی اس نکاح سے۔ جس کی وجہ سے اسے ارسم سے چڑ ہو رہی تھی۔ لیکن وہ سب کی خوشی کے خاطر خاموش تھی۔ اس کے لہجے کی چبھن وہاں موجود کوئی بھی شخص محسوس نہیں کر پایا تھا۔

"پھر تو مجھے بھی گھر پر رکنا چاہیے تھا نا زوہا؟؟، ورنہ مجھ پر بھی روپ نہیں آئے گا۔"

مشعل زوہا کو دیکھ کر سرگوشی نما انداز میں فکرمندی سے کہنے لگی۔ اس کی سرگوشی عالیار کے ساتھ ساتھ دو لڑکوں نے بخوبی سنی تھی۔ لیکن جواب صرف عالیار نے دیا تھا۔

"بس کر دو اور کتنا روپ لانا چاہتی ہو خود پر، ہم تو ویسے ہی آپ کے دیوانے ہو گئے ہیں، اور روپ لا کر کیا کرنا ہے۔"

عالیار نے شوخیہ انداز میں مشعل کو دیکھتے ہوئے دھیرے سے کہا۔ اس کے کہنے پر مشعل شرماتے ہوئے زوہا کو کھینچتے ہوئے آگے کی طرف تیزی سے بڑھنے لگی۔ عالیار کی نظروں نے دور تک اسکا پیچھا کیا۔

"تو آپ دیوانے ہیں اپنی منگیتر کے۔؟؟"

ارسم نے شرارتی انداز میں پوچھا۔

"اس میں کوئی شک نہیں۔"

عالیار نے عام سے لہجے میں کہہ کر بات کو ختم کیا۔اس کے جواب پر ارسم کھل کر مسکرایا۔اور پھر وہ سب لوگ آگے پیچھے چلتے چلتے اپنی اپنی گاڑیوں کے پاس آگئے۔جب کے ان سب کی امی جانیں دور سے انھیں لوگوں کی طرف اپنے قدموں کو تقریباً گھسیٹتے ہوئے آرہی تھیں۔

چند پل بعد وہ سب اپنی اپنی گاڑیوں میں سوار ہو کر اس مال سے نکل کر لاہور کی سرمئی سڑکوں پر نکل آئے تھے۔کچھ دیر تک تو ارسم کی گاڑی نے بھی ان کی گاڑی کی پیروی کی تھی پھر اس کے بعد ٹرن لیتے ہوئے دوسری سڑک کا رخ کر لیا تھا۔پھر تھوڑی دیر بعد وہ لوگ اپنا راستہ جدا کر کے اپنی اپنی منزل کی جانب چلنے لگے تھے۔جبکہ حسن آرا منزل کے مکین اپنی گاڑی کو حسن آرا منزل کی جانب لے جانے لگے تھے۔

رات کے تقریباً گیارہ بجے ان سب کی واپسی ہوئی تھیں بازار سے۔کار پورچ میں اس وقت دونوں گاڑیاں آکر رکی تھی۔اور ان کی ہیڈ لائٹ بند ہوتے ہی حمنہ بیگم اور نفیسہ بیگم گاڑی سے اترتی ہوئیں باہر نکل کر شوپنگ کے سامان کو عالیار اور ذوھان کو اندر لانے کا بول کر گھر کے اندر کا رخ کرنے لگیں تھیں۔عالیار اپنی گاڑی میں رکھے شوپنگ بیگز اُٹھاتے ہوئے اپنے انتظار میں کھڑی مشعل کی طرف بڑھا تھا۔پھر وہ دونوں بھی گارڈن سے گزرتے ہوئے اندر کی طرف بڑھے تھے۔جبکہ شہرام بھائی کی گاڑی کی ڈگی میں رکھے شوپنگ نکالتے ہوئے ذوھان جو ڈگی بند کر کے گاڑی کو لوک ہی کرنے لگا تھا۔

کے یکدم ہی اس کی نگاہ گاڑی کے پیچھے بیٹھی زوہا پر پڑی جس کو وہ نجانے کب سے نظر انداز کر رہا تھا۔ضبط کرتا وہ پیچھے کی ونڈو بجانے لگا۔زوہا جو لاپرواہی بیٹھی تھی۔اس کے ونڈو بجانے پر انجان بنتے ہوئے گاڑی کا شیشہ نیچے کرتی ہے۔اور سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگتی ہے۔

"گاڑی سے کب باہر آنے کا ارادہ ہے تمھارا۔؟؟"

اس نے قدرے بلند آواز میں سختی سے پوچھا۔

"جب تم میری بات سن لوگے تب۔"

انداز حتمی تھا۔ ذوھان نے بغیر سوچے سمجھے گاڑی کا دروازہ کھول کر اس کا ہاتھ پکڑ کر زبردستی اسے گاڑی سے باہر نکلا تھا۔ پھر گاڑی کو لوک کرتا ہوا ایک کٹیلی نگاہ سے اسے دیکھتے ہوئے وہاں سے اندر کی طرف بڑھ گیا۔ جبکہ وہ بے یقینی سے اسے جاتا ہوا دیکھتی ہی رہ گئی۔ پھر اپنی کلائی کو دیکھنے لگی جو ذوھان کی سخت گرفت کی وجہ سے سرخ ہونے لگی تھی۔

رمضان کی ستائیس ویں شب قدر کو کہیں ساری مسجدوں میں ختم قرآن کریم کی تلاوت ہو رہی تھیں۔ آسمان پر رونق کے ساتھ ساتھ لاہور کے ہر گھر بھر میں بھی رونقیں اجاگر تھیں۔ لاہور کے ہر گھر سے نگاہیں چرا کر آپ بس حسن آرا منزل میں آجائیں کیونکہ وہی ہماری کہانی کا مرکز ہے۔ تو حسن آرا منزل میں بھی سب لوگ انتہائی خوش اسلوبی کے ساتھ آپ کو ستائیس ویں شب قدر کی عبادتوں کے ساتھ ساتھ گھر میں ہونے والی شادی کی اپنی اپنی تیاریاں کرنے میں بھی مگن دیکھائی دے گے۔ حسن آرا منزل کی نیچے کی منزل کو پار کر کے جب آپ اوپری حصے میں آئے گے۔ تو لڑکیوں کے کمرے کی رونق آپ کی آنکھوں کو خیر کرے گی۔

کمرے میں قدم رکھ کر جب آپ اپنی نظریں دوڑائیں گے تو مرحہ آپ کو اپنے بیڈ پر بیٹھی کھوئی ہوئی سی کیفیت میں مبتلا نظر آئے گی۔ جب کے اس سے کچھ دوری پر واقع کمرے میں موجود آئینہ کے سامنے بیٹھی مشعل اپنی چہرے پر فیس ماسک لگائے ہوئے بار بار جائزہ لیتی نگاہ سے اس ماسک کو ہاتھ لگاتے ہوئے اس کے سوکھنے کے انتظار میں تھی۔

اس کے برعکس کوفت کے عالم میں بیٹھی زوہا جو کھڑکی کے سامنے رکھے صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔

کبھی پلٹ کر بار بار مشعل کو دیکھتی تو کبھی موبائل ہاتھ میں لیے موبائل کی اسکرین کھولے "اپنے محبوب کو کیسے منایا جائے" اس قسم کے نسخے دیکھ رہی تھی۔ جس پر عمل کر کے وہ ذوھان کی ناراضگی دور کر سکے۔ کیونکہ مرحہ کا شوپنگ پر جا کر اس سے موقع جان کر بات کرنے والا آئیڈیا بھی کام نہیں آیا تھا۔ اور نا آسکا گاڑی میں بیٹھے رہنا کام آیا تھا۔ اب

چونکہ نکاح میں دو سے تین دن باقی تھے تو اس کی بے چینی عروج پر تھی کیونکہ وہ ذوھان کی ناراضگی کو اب تک ختم نہیں کر سکی تھی۔ ابھی وہ ایسے ہی موبائل فون کو دیکھ رہی تھی۔ کے اپنے چہرے سے ماسک اتار کر مشعل نے اسے کافی دیر بعد ایک آئیڈیا دیا۔

"آگیا ایک آئیڈیا۔"

مشعل اسے دیکھ کر ایکسائٹڈ ہو کر بولی۔ کے آخر کو اتنی دیر بعد اسے زوہا کے لیے ایک آئیڈیا جو آگیا تھا۔ جس پر وہ کافی دیر سوچ سے بچار جو کر رہی تھی۔

"کیا واقعی، جلدی بتاؤ۔؟؟"

زوہا نے موبائل کو ایک طرف پٹختے ہوئے کہا۔ مشعل اپنی جگہ سے کھڑی ہوتی ہوئی زوہا کے برابر بیٹھ کر اسے آئیڈیا بتانے لگی۔ جس پر زوہا کے چہرے کے تاثرات چمکنے لگے تھے۔ اتنی دیر میں یہ پہلا آئیڈیا تھا جو اسے پسند آیا تھا۔

ان کی آپسی گفتگو کو کب سے نظر انداز کرتے ہوئے مرحہ جو اپنے بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ یکدم ہی بیڈ سے اترتے ہوئے اپنے ذہن میں گردش کرتی سوچوں کو لیے ان دونوں کو یہی چھوڑ کر کمرے سے باہر نکلی۔ اب اس کے قدموں کا رخ شہرام کے کمرے کا پتا دینے لگے تھے۔ جبکہ زوہا مشعل کی تجویز کو سنتے ہوئے کمرے سے نکلتی ہوئی نیچے کی طرف بڑھی تھی۔ اور مشعل ایک بار پھر اپنے کام میں مگن چہرے پر کچھ اور لگانے کی نیت سے واپس سے آئینہ کے سامنے آبیٹھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

شہرام کے کمرے میں قدم رکھ کر اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔ کمرے کا جائزہ لیتی وہ بے اختیار اسے پکارتی ہے۔ لیکن جب واش روم سے بھی اس کی آواز نہیں آتی۔ تو وہ بے چینی سے یہاں وہاں دیکھتے ہوئے کچھ پل ٹھہر کر اسکا انتظار کرنے لگتی ہے۔ وہ یہاں اس سے بات کرنے آئی تھی۔ اپنی دلی کیفیت کو نظر انداز کرے وہ اس سے اپنی پچھلی باتوں کی معافی مانگنے آئی تھی کے اس نے کس طرح اسے اور اس کی محبت کو غلط ٹھہرایا تھا۔

محبت نا سہی لیکن وہ اس سے اپنا پرانا بچپن سے دوستی والا رشتہ پہلے جیسا بنا لینا چاہتی تھی تاکہ کم سے کم ارسم سے نکاح کے بعد اس کا دل خوش بھلے نا ہو سکے۔ لیکن شہرام کو ٹھیک اور پر سکون دیکھ وہ بھی کیسے نا کیسے کر کے خود کو بعد میں خوش رکھ لے گی۔ اسے ابھی تک اپنی اس بے چینی اور بے قراری کی وجہ سمجھ نہیں آئی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آیا تھا

کے آخر وہ خوش کیوں نہیں ہے۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کے شہرام کی حالت دیکھ آخر اس کا دل سکون میں کیوں نہیں آرہا تھا۔

کے اس سے محبت کے نام پر اس کا دل کیوں بے اختیار دھڑکنے لگا تھا۔ کیوں جو پہلے کبھی محسوس نا ہوا وہ اب محسوس ہونے لگا تھا۔ "کیا اسے شہرام سے محبت ہونے لگی ہے؟؟" اس نے کھڑے کھڑے ہی سوچا۔ اور پھر جیسے اپنے ہی خیال کی نفی کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"نہیں' نہیں مجھے کیسے شہرام سے محبت ہو سکتی ہے، میں بھلا محبت کے جذبات کو اپنے دل میں آنے کی جگہ دے سکتی ہوں؟؟ نہیں بلکل نہیں۔"

وہ کہتے کہتے کمرے میں ٹہلنے لگی تھی۔ اسے اپنے لفظ اپنے دل کا ساتھ دیتے نظر نہیں آرہے تھے۔ وہ ضبط سے ٹہلتے ٹہلتے جب شہرام کا انتظار کر کے تھک گئی۔ تو کچھ سوچ کر پلٹنے لگی۔ بے ارادہ ہی اس کی نگاہ رائٹنگ ٹیبل کی جانب گئی۔ اور وہ پلٹنا بھول گئی۔ اس کے قدم بے اختیار رائٹنگ ٹیبل کی طرف بڑھے۔ رائٹنگ ٹیبل پر رکھی شہرام کی ڈائری دیکھ جس کو وہ اس کے ہاتھ میں کئی سالوں میں کئی دفعہ دیکھ چکی تھی۔ جس کو دیکھ کر وہ کمرے سے جاتے جاتے رک گئی تھی۔ وہ اس ڈائری کو بے معنیٰ سا دیکھنے لگی۔ پھر بے ارادہ ہی اس ڈائری کو اٹھاتے ہوئے اس نے ایک سرسری نگاہ دروازے کی سمت ڈالی۔ پھر مطمئن ہوتی الٹ پلٹ کر کے ڈائری کو دیکھتے ہوئے کھول گئی۔ ایک ہاتھ سے ڈائری پکڑے دوسرے ہاتھ کو اس کے پہلے صفحے پر پھیرتے ہوئے۔ وہ اس ڈائری کی پہلی تحریر پڑھنے لگی۔

"خاموش محبت!!"

"وہ محبت بہت زیادہ طاقتور ہوتی ہے، جو خاموشی سے کی جائے، اور مجھے ایک خوبصورت شہد رنگ آنکھوں والی لڑکی سے محبت ہو گئی ہے ڈائری۔"

"اور پتا ہے اسکا نام کیا ہے۔؟؟"

اس نے ڈائری سے پوچھا۔ پھر خود ہی اس کے صفحوں پر جواب لکھ دیا۔

"مرحہ جعفر!! ایک خوبصورت شہد رنگ آنکھوں والی حسینہ جو سیدھا دل پر وار کرتی ہے۔"

اپنے نام کو پڑھ کر بے اختیار وہ چونکی۔

"آؤ تمھیں تعارف کرواؤں اس کا۔"

تجس کے مارے اس نے ایک نگاہ پھر سے دروازے کی سمت ڈالتے ہوئے دوسرا پیج کھولا۔اور خود بیڈ پر آکر ذرا سی ٹک گئی۔اب اس کی نظریں ڈائری پر مرکوز دوسرے صفحے پر ٹکی تھیں۔جہاں دوسرا پیج اس کی اپنی ذات کو غزل کے ذریعے بتا رہا تھا۔

"اسکے حسن کے قصے پھر سے یارانے ہو گئے

وہ جب پاس سے گزری ہم پھر سے اس کے دیوانے ہو گئے

وہ سمجھتی ہے میں نہیں دیکھتا اس کو

میری آنکھوں کو پہلے سے اس کے آنے کے اشارے ہو گئے

وہ جب کہتی ہے میں محبت سے توبہ کروں

میری دھڑکنوں کو رک جانے کے اشارے ہو گئے'

اس کی زلفوں کی قید تم نا پوچھو مجھ سے

ہم اس قید میں جانے کے دیوانے ہو گئے ہیں

وہ جب جھٹکتی ہے ہلکا سا اپنی زلفوں کو

ہر جگہ مجھے رک جانے کے فتوے جاری ہو گئے ہیں

اس کی آنکھیں مجھے شہد بادامی سی لگتی ہیں

اسی آنکھوں کی وجہ سے ہم چاشنی کے دیوانے ہو گئے ہیں

اس کے ہونٹوں کے شادابی کچھ اس طرح سی ہے

گلاب کو بھی اس کے ہونٹوں کے رنگ میں ڈھل جانے

کے اشارے ہو گئے ہیں

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

تیسرا صفحہ!!

"تعارف تو ہو گیا اب تمھیں ذرا یہ بتاتے ہیں کے اس سے محبت کتنی گہری ہے، تو بس سنو پھر یہ کہانی میری۔"

"ہے تمنا تمھیں

تمھیں اپنا بنائے

تیرے ہاتھوں پر مہندی

اپنے نام کی سجائے

تیری لیے لیں بلائے

تیرے صدقے اتارے

ہے تمنا ہمیں

تمھیں اپنا بنائے

نہیں مشکل وفا

ذرہ دیکھو یہاں

تیری آنکھوں میں

بستا ہے میرا جہاں

کوئی سن تو ذرہ

جو یہ دل کہہ نا سکا

میری دنیا تم ہی ہو

تم ہی آسرا

صدائے سنو، جفائیں سنو،

مجھے پیار ہوا تھا، اقرار ہوا تھا،

مجھے پیار ہوا تھا،۔ مجھے پیار ہوا تھا

(میرا ہر لفظ مرحہ جعفر کے نام)

چوتھا صفحہ !!

"مجھے شوق ہے تجھ سے زندگی بھر کی گفتگو کا

تو میری باتوں کو بس ہمہ 'کہہ کر ٹالا نہ کر

(جان جہاں)

پانچواں صفحہ !!

"یہ اور بات کہ تم ہی نے امتحان نہ لیا

سبق تو یاد تھے سارے مجھے محبت کے "

ایسے ہی کئی سارے ڈائری کے صفحوں کو پڑھنے کے بعد اسکا دل کرب میں مبتلا ہونے لگا تھا کے کیسے اس نے شہرام کی محبت کو بڑے آرام سے چار دن کی دل لگی کہہ دیا تھا۔ جب کے وہ تو نجانے کب سے اس سے محبت کرتا آرہا ہے۔ بس وہی بے خبر تھی اس کی محبت سے۔ ابھی وہ ایسی ہی بیٹھی ڈائری پڑھ رہی کے شہرام کمرے میں داخل ہوا۔

اور بیڈ پر بیٹھی مرحہ کو دیکھ وہ قدرے حیران ہوا۔ اور اس کے ہاتھ میں اپنی ڈائری دیکھ وہ اس سے کئی زیادہ الجھن کا شکار ہوا۔ مرحہ بھی اس کی موجودگی سے انجان نا رہی تھی اور فوری طور پر کھڑی ہوتی ہوئی بولتی ہے۔

"وہ میں تم سے ہی بات کرنے آئی تھیں شہرام، تم یہاں کمرے میں نظر نہیں آئے تو انتظار کی غرض سے ٹھہر گئی تھی بس۔"

اس نے اپنی شرمندگی مٹاتے ہوئے کہا۔ وہ ایک قدم بھی ہل نا سکی اپنی جگہ سے۔ اس کو یکدم ہی کمرے میں دیکھ کر وہ اپنی جگہ پر جمی رہی۔ شہرام کھڑا اس کے ہر' ہر زاویے اور تاثرات سے اس بات کا اندازہ لگا رہا تھا کے کیا اس نے ڈائری پڑھ لی ہے؟؟۔ لیکن پھر مرحہ کے کہنے پر اس کی طرف آتے ہوئے بولتا ہے۔

"آنا نہیں چاہیے تھا آپ کو یہاں، کہیں ایسا نا ہو میری وجہ سے آپ کے کردار پر بات بن جائے۔"

وہ عام سے لہجے میں کہتے ہوئے اس کی کہی بات اسی کو لوٹا گیا۔ مرحہ نے خود کو کچھ بھی کہنے سے باز رکھا۔ کیونکہ وہ اس سے بدمزگی کرنے تو نہیں آئی تھی۔ شہرام نے اپنا دایاں ہاتھ بڑھاتے ہوئے ڈائری کو اس سے لینا چاہا۔ جس پر مرحہ

نے انتہائی شرمندگی کے ساتھ ڈائری اس کی طرف بڑھا دیا۔ ہاتھ میں پکڑی ڈائری کو پھر سے اسے اپنی جگہ پر رکھنے کے لیے وہ رائٹنگ ٹیبل کی جانب بڑھا۔ پھر اسے رکھ کر پلٹ کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ کر پوچھنے لگتا ہے۔

"کہیں کیا بات کرنے آئی ہیں آپ یہاں۔"

اس نے سنجیدگی سے استفسار کیا۔ مرحہ جو اس کی ہر حرکت پر بخوبی نگاہ رکھے ہوئے تھی۔ اس کے استفسار کرنے پر گہری سانس بھرتی ہوئی بولی۔

"کیا سب پہلے جیسا نہیں ہو سکتا؟؟ ہماری بچپن کی دوستی، ہمارا کزن والا رشتہ۔؟؟"

اس نے جانچتی نگاہوں سے شہرام کو دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"کسی بھی ٹوٹی ہوئی چیز کو آپ نے بھلا جڑتے ہوئے دیکھا ہے؟؟ مثال کے طور پر انسان، رشتہ، یا پھر دل۔؟؟"

چند قدم اس کی طرف بڑھتے ہوئے وہ نا چاہتے ہوئے بھی خود کو یہ سوال کرنے سے روک نا سکا۔ مرحہ سے کوئی جواب نا بن پڑا وہ بے معنیٰ سا اپنے دونوں کو ہاتھوں مڑونے لگی۔ اسے خاموش دیکھ پھر سے شہرام بولا۔

"نہیں دیکھا نا؟؟، اور دیکھے گی بھی کیسے مرحہ جی جب کوئی چیز ٹوٹنے کے بعد پہلے جیسی ہو ہی نہیں سکتی۔"

لہجہ حد درجے اذیت میں ڈوبا ہوا تھا۔

"لیکن آپ پریشان نا ہو، آپ کے لیے شہرام ذوالفقار یہ ناممکن کام بھی کریں گا، کیونکہ یہ فرمائش اس کی مرحہ نے اس سے کی ہے۔"

شہرام نے یقین دلانے والے لہجے سے کہا۔ مرحہ نے اپنی شہد رنگ آنکھیں اس کے وجود پر گاڑ سی لی۔ اس کی محبت واقعی بہت پاک تھی۔ اس بات کا اعتراف اس نے آج اپنے دل میں کیا تھا۔

"شہرام۔۔۔"

لفظ ٹوٹ کر اس کے لبوں سے دھیرے سے ادا ہوئے تھے۔ وہ اعتراف کرنا چاہتی تھی۔ لیکن شاید یہ اعتراف کا لمحہ نا تھا۔ دل بے لگام ہوا مگر پھر بھی اس سے آگے کچھ کہہ نا سکا۔ شہرام پلٹ گیا اس سے اب ضبط کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ لیکن پھر بھی پلٹے رہے اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے بولا۔

"ہاں میں آپ کو اپنا دل دیتا ہوں مرحہ جی، آپ جتنی مرضی چاہے اس پر ضربیں لگالیں، لیکن پھر مجھے واپس کر دینا تاکہ میں اسے جوڑ توڑ کر کے دوبارہ سے جوڑ لونگا، پھر آپ سب بھول جایئے گا، وہ بھی جو آپ کو پتا ہے میرے جذبات کے بارے میں سب، اس کے بعد سب ٹھیک ہو جائے سب پہلے جیسا ہو جائے گا۔"

اس نے عام سے لہجے میں سب کچھ ٹھیک ہو جانے کی تجویز پیش کری۔ شہرام کی مرحہ کی جانب پشت تھی۔ جس سے مرحہ اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ نہیں پا رہی تھی۔

"اور اس سب کے بعد، تمھارے جذبات بھی ختم ہو جائے گے، جو میرے لیے ہیں۔؟؟"

مرحہ نے سوالیہ پوچھا۔

"میں اگر چاہوں بھی تو نہیں۔"

شہرام نے پلٹتے ہوئے دھیرے سے کہا۔ اس کی آنکھیں اب مزید سرخ ہونے لگی تھی۔ مرحہ سے اب یہاں کھڑے رہنا دوبھر سا ہونے لگا۔ وہ یہاں جس وجہ سے آئی تھی۔ اس میں وہ چاہ کر بھی کامیاب نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لیے شہرام سے نگاہیں چراتے ہوئے پلٹ کر جانے لگی۔ تبھی شہرام جو اسی کی جانب متوجہ تھا اسے جاتا ہوا دیکھ کر کہتا ہے۔

"سنا ہے گھر میں دو دن بعد مہندی کا فنکشن رکھا گیا ہے، میں دیکھنا چاہو گا کے آپ کے ہاتھوں میں اس شخص کا نام کیسا لگے گا جس کو آپ اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتی ہیں۔"

شہرام نے قدرے ضبط سے کہا۔ اس کی منتظر نگاہیں مرحہ کے وجود پر ٹکی تھی جو کمرے سے جاتے جاتے ٹھہر گئی تھی۔ اس کی بات کو سنتے ہوئے ایک پل کے لیے تو مرحہ اپنے قدموں کو ہلا بھی نا سکی لیکن پھر بغیر پلٹے کمرے سے باہر نکلتی چلی گئی۔ پیچھے شہرام بس اسے جاتا ہوا دیکھتا ہی رہ گیا۔ دل ایک بار پھر کرب سے گزرا تھا وہ کرب، وہ اذیت جسے برداشت کرتے کرتے اب وہ تھکنے لگا تھا۔

گھر میں نکاح کی تیاریاں مکمل ہو گئی تھیں۔ اس لیے نکاح سے ایک دن پہلے مہندی کرنے کی سوچ کر حسن آرا منزل میں مہندی کا اہتمام چاند رات والے دن کا رکھا گیا تھا۔ بی جان کے نزدیک انھیں لگ رہا تھا کے عید کا چاند انتیسویں

روزے کو ہونا تھا۔ اسی وجہ سے انھوں نے انتیسویں روزے کو ہی گھر میں چھوٹا سا مہندی کا فنکشن رکھ لیا تھا تاکہ تھوڑا سا ہلا گلا ہو جائے گا۔

اس لیے وہ سب جاننے والوں کو بی جان اور دادا جان کے کہنے پر مہندی اور نکاح کے لیے مدعو کر آیا تھا۔ صبح سے سب عزیزوں اقارب کے یہاں دعوت نامے دیتے دیتے اسے واپس آتے آتے افطار تک کا وقت ہو گیا تھا۔ اور گھر آکر افطار کرنے کے بعد وہ سیدھا بے خبر ہو کر سو گیا تھا۔

اور تقریباً اب جا کر وہ آنکھوں کو مسلتے ہوئے بیڈ پر سیدھا ہو بیٹھا تھا۔ پھر کمرے میں لگی گھڑی کی جانب دیکھا جو رات کے گیارہ بجے کا وقت بتا رہی تھیں۔ بیڈ سے اترتے ہوئے وہ اگلے ہی پل واش روم کی طرف بڑھا تھا۔ پھر کچھ دیر کے وقفے کے بعد واش روم سے باہر نکلا۔ پھر اپنے بے ترتیب بالوں کو بنانے کی نیت سے آئینہ کے سامنے چلا آیا۔

ابھی وہ آئینہ کے سامنے کھڑا اپنے بال ہی بنا رہا کے اس کی نظر بھٹکتے ہوئے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر جا ٹکی وہاں ایک باؤل کو رکھے دیکھ وہ نا سمجھی سے اپنے قدموں کو سائیڈ ٹیبل کی جانب بڑھانے لگا۔ بیڈ کی بائیں جانب سائڈ ٹیبل پر رکھے اس باؤل کو دیکھتے ہوئے وہ نا سمجھی سے آس پاس دیکھنے لگا۔ جو اوپری پلیٹ سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس نے اپنے ذہن پر زور ڈالا تو اسے احساس ہوا کے کچھ دیر پہلے جب وہ اٹھ کر یہاں سے واش روم گیا تھا۔ تب یہ باؤل یہاں نہیں رکھا ہوا تھا۔

"تو اسکا مطلب اس کے واش روم میں جانے کے بعد کوئی اس کمرے میں آیا تھا۔؟؟"

وہ دل ہی دل میں بس سوچ ہی سکا لبوں سے کچھ نا کہہ سکا۔ پھر نا سمجھی سے ہاتھ بڑھاتے ہوئے اس باؤل کو اٹھا کر اسے کھول کر دیکھنے لگا۔

جس میں گرم گرم نوڈلز تیار تھے۔ جیسے کسی نے ابھی ابھی اس کے لیے بنائے ہوں۔ باؤل سے نظریں ہٹا کر یکدم ہی اس کی نظر اسی ٹیبل پر رکھے ایک خط پر جا ٹھہری۔ اس نے ہاتھ میں پکڑے باؤل کو واپس سے سائڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے اس نے کاغذ کو اٹھایا۔ اور الجھے سلجھے تاثرات کے ساتھ اسے کھول کر پڑھنے لگا۔ جس میں زوہا کی لکھائی دیکھ وہ قدرے چونک کر اسے پڑھنے لگا۔

"جو تمھارے ساتھ کبھی میگی شئیر نہیں کر سکتی تھی، وہ اب تمھارے ساتھ زندگی شئر کرنا چاہتی ہے، کیا تم میرا ساتھ دو گے۔؟؟"

خط میں لکھی تحریر کو پڑھ کر وہ یکدم ہی بیڈ پر بیٹھ سا گیا تھا۔ نظریں کسی غیر مرئی نقطے پر جم گئی تھی۔ جبکہ ہاتھ میں پکڑا خط کسی متائے جان کی طرح ہاتھ میں اندر کہیں روپوش ہو گیا۔ وہ کچھ دیر پہلے اس کے کمرے میں آنے والے وجود کو بھی پہچان چکا تھا اور اس کے مقصد کو بھی۔

منظر رات کا تھا جہاں حسن آرا منزل رنگ برنگی قمقموں سے سجا ہوا تھا۔ اندر باہر مہمانوں کی آمد و رفت افطار کے بعد جاری و ساری ہو چکی تھی۔ افطار ہوئے کافی سے زیادہ وقت گزر چکا تھا۔ اور اب گھر کے مرد حضرات بھی نماز سے فارغ ہو کر مہمانوں کے استقبال کے لیے گارڈن میں آچکے تھے۔ جہاں آج مہندی کے لیے چھوٹا سا سیٹ اپ کروایا گیا تھا۔ مرد حضرات مردوں کے ساتھ کھڑے محو گفتگو تھے تو خواتین، آنے والی مہمان خواتین کے ساتھ مصروف تھی۔

ابھی ارسم اور کی فیملی نے آنا باقی تھا۔ جس کے لیے بی جان خود گارڈن کی داخلی سمت کھڑی تھیں۔ ان کے پاس کھڑی حمنہ بیگم سے انھوں نے دھیمی آواز میں کچھ کہا۔ جس پر حمنہ بیگم ہامی بھرتی ہوئی اندر کی طرف بڑھ گئی۔ جب کے بی جان مسکراتے ہوئے پھر سے شان سے کھڑی کسی مہمان خواتین کے ساتھ باتیں کرنے لگیں۔

ایک نظر گارڈن کے چاروں اطراف دوڑائیں تو گارڈن کی سجاوٹ آپ کی آنکھوں کو خیر کرے گی۔ جگہ با جگہ بڑے بڑے پھولوں کے واس نبز تھے۔ جب کے گارڈن کے واسط میں بڑا سا جھولا لگا تھا جس کے اوپر چنبیلی کے پھولوں کی لڑیاں جھول رہی تھی۔ اور جھولے پر ڈارک گرین رنگ کی مخمل کی کام والی چادر ڈالی تھی جو جھولے کو مزید خوبصورت بنا رہی تھی۔ آگے ایک گول میز پر مہندی اور چوڑیوں کے تھال رکھے تھے۔

اس سے تھوڑے فاصلے پر اسی سیدھ میں نیلا مخملیں کارپیٹ بچھا ہوا تھا۔ جس پر ترتیب سے رنگ برنگی گاؤ تکیے رکھے ہوئے تھے۔ اس کارپیٹ پر بیٹھیں ڈھول بجاتی لڑکیاں ماحول کو مزید رنگین بنانے کے ساتھ ساتھ سحر انگیز بھی بنا رہی تھی۔ ان کی سریلی آواز کے گانے۔ آس پاس کھڑے مہمانوں کو اپنی جانب متوجہ کرتے ہوئے تالیاں بجانے پر مجبور بھی کر رہے تھے۔ جہاں یہاں موجود سب مہمان اور گھر والے مہندی کے اس فنکشن سے جس کا ابھی آغاز ہو رہا تھا لطف اندوز ہو رہے تھے۔

وہی اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑے شہرام کو یہ سب انتہائی کرب ناک لگ رہا تھا۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا کے وہ کیسے بھی کر کے یہ سب روک لے مگر وہ مجبور تھا۔ انتہا کا بے بس جو اپنی محبت کو خود سے دور ہوتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ابھی وہ یونہی کھڑا تھا۔کے اس کی نگاہ یکدم ہی گارڈن میں داخل ہوتی مرحہ پر پڑی جو مشعل اور زوہا کے ہمراہ گارڈن کے اندر آتے ہوئے گارڈن میں رکھے جھولے پر جابیٹھی تھی۔ مشعل بھی اس کے ساتھ ہی جھولے پر بیٹھی تھی۔

جبکہ زوہانے جھولے کے پاس رکھی کرسی کو سنبھال لیا تھا۔ تبھی بی جان ان کی طرف بڑھ کر ان تینوں کی بلائیں لینے لگی تھی۔ڈارک گرین رنگ کے گرارے کے ساتھ ہم رنگ کی ہی لمبی قمیض پہنے،اس پر گولڈن رنگ کے گوٹے کا کام والا دوپٹہ ایک کندھے پر ڈالے،وہ شہد رنگ بالوں کی فرنچ چوٹی بنائے اس پر گولڈن ٹیکا لگائے ہوئے تھی، مناسب میک اپ میں وہ حد سے زیادہ حسین لگی تھی شہرام کو۔ شہرام نے اپنی نگاہ ہٹائے بغیر ہی مرحہ کا بھرپور جائزہ لیا۔

اس کی تیاری اتنی زیادہ نا ہو کر بھی نجانے کیوں شہرام کو زیادہ لگی۔اور اسکا دل جلن کے احساس کو اپنے اندر محسوس کرنے لگا۔جبکہ مشعل اور زوہا کی تیاری بھی اس سے کچھ مختلف نا تھی۔لیکن پھر بھی۔اسے تو بس وہی دیکھائی دے رہی تھی۔ابھی یونہی خاموشی سے کھڑے مرحہ کو اپنی نگاہوں میں محفوظ کر رہا تھا کے کہیں کوئی اس سے اسے چھین کر نا لے جائے۔کے اسے ڈھونڈتے ڈھونڈتے نفیسہ بیگم اس کے کمرے میں چلی آئی۔اور اسے یوں کھڑکی میں کھڑے دیکھ اس کے نزدیک آکر بولی۔

"شہرام بیٹا تم اب تک یہاں کھڑے ہو، تیار نہیں ہونا کیا؟؟، کافی سے زیادہ مہمان آگئے ہیں بیٹا۔"

نفیسہ بیگم اسے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگیں۔ شہرام نے انھیں نا دیکھا کے جیسے وہ جانتا تھا کے وہ کس مقصد کے لیے اسے بلانے آئی ہیں۔اس مقصد کے لیے جو اس سے یہاں کھڑے رہ کر برداشت نہیں ہو رہا تھا۔تو نیچے جا کر کیا خاک ہوتا۔

"دل نہیں چاہ رہا امی۔"

اس نے مرحہ پر سے نظریں ہٹائے بغیر کہا۔

"کیا مطلب دل نہیں چاہ رہا، تمھاری بہن اور کزن کی مہندی ہے، کیا اس میں شامل نہیں ہونگے تم۔؟؟"

نفیسہ بیگم جانچتی نظروں سے دیکھ کر استفسار کرنے لگیں۔

"آرہا ہوں امی، آپ چلیں۔"

اس نے ٹالنے کو کہا۔ انداز سنجیدہ تھا۔ نفیسہ بیگم اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر کچھ الجھی۔ پھر اگلے ہی پل کو خود کو نارمل کرتی ہوئیں بولیں۔

"ٹھیک ہے آجاؤ تیار ہو کر نیچے، تمھارے دادا بھی کئی بار تمھارا پوچھ چکے ہیں، ویسے بھی آج اگر چاند ہو گیا تو پھر کل عید کے ساتھ ساتھ مرحہ اور مشعل کا نکاح بھی ہے، تو پھر جلدی جلدی کل کی تیاری بھی کرنی ہو گی ہم لوگوں کو بیٹا۔"

نفیسہ بیگم عام سے لہجے میں کہتے ہوئے ایک نگاہ نیچے گارڈن میں ڈالتے ہوئے جلدی جلدی میں کمرے سے نکل جاتی ہیں۔ جہاں گارڈن میں اب ارسم اور اس کی فیملی کا استقبال ہونے لگا تھا۔

"کاش آج چاند نا ہو۔"

اپنی ماں کے جانے کے بعد وہ ایک نظر آسمان پر دیکھتے ہوئے خود سے بڑبڑایا۔ پھر چند پل ایسے ہی کھڑے رہنے کے بعد وہ کھڑکی سے ہٹتے ہوئے بیڈ کے پاس آیا تھا۔ جہاں آج پہنے والا کرتا شلوار رکھا ہوا تھا۔ جو کچھ دیر پہلے ذوھان رکھ کر گیا تھا اس کے لیے۔ وہ بے دلی سے کرتے شلوار کو اُٹھاتے ہوئے کمرے میں موجود واش روم کی جانب بڑھا۔

جہاں آسمان پر موجود ستارے رات کی خوبصورتی کو بڑھائے چاند کے آنے کی نوید دینے لگے تھے۔ وہی حسن آرا منزل میں رنگ برنگے ملبوسات میں مہمانوں کا ایک جم غفیر لگا تھا۔ جو کچھ تو اپنے آپ میں مگن دیکھائی دیتے تھے تو کچھ ایک دوسرے سے محو گفتگو نظر آرہے تھے۔ مخملی نیلے کارپیٹ پر لڑکیاں ڈھول کی تھاپ بجاتے ہوئے گاتی ہوئی ایک دوسرے کو چھیڑنے کا کام بھی بخوبی انجام دے رہی تھی۔ وہی ان کی نگاہ کا مرکز بنے مشعل بی بی ان سے اپنی شادی کی مبارکبادیں وصول کرنے کے ساتھ ساتھ گا بھی رہی تھیں۔

دور کھڑا عالیار کا بس نا چل رہا تھا کے وہ اسے یہاں سے لے کر کہیں بھاگ اڑے۔ مگر خود پر جبر کرتا وہ بظاہر تو اپنے دوستوں میں کھڑا تھا لیکن نظریں مشعل پر ٹکی تھی۔ جو اس محفل کو خوب انجوائے کر رہی تھی۔ تبھی مہندی والیاں

بھی اپنے وقت پر آ پہنچی۔ اور بی جان کی نظر کے مفہوم کو سمجھتے ہوئے زوہا نے مشعل کو ڈھول بجاتی ہوئی لڑکیوں کے پاس سے اُٹھاتے ہوئے جھولے پر جا کر بیٹھا دیا۔

پھر ایک مہندی والی کو اس کے ہاتھوں کو سجانے کا بول کر وہ مرحہ کی تلاش میں اسے ڈھونڈنے کے لیے گارڈن کے چاروں اطراف نظریں گھمانے لگی۔ لیکن جب مرحہ اسے وہاں نہیں ملی تو وہ اسے ڈھونڈنے کی غرض سے اندر کی طرف بڑھی۔

مرحہ جو باہر کے ماحول سے تنگ آکر خود کو پر سکون کرنے کے لیے گارڈن سے گھر کے اندر کی طرف جا رہی تھی۔ اور ابھی ہال میں پہنچی ہی تھیں کے سامنے سے آتے شہرام کو دیکھ کر خود کو رکنے پر مجبور کر گئی۔ شہرام جو بے خیالی میں کرتے کی آستینوں کو فولڈ کرتے ہوئے ہال سے گزر کر باہر جانے کا ارادہ رکھتا تھا سامنے کھڑی مرحہ کو دیکھ کر وہ ٹھہر سا جاتا ہے۔ پھر کچھ سوچ کر شہرام اسے نظر انداز کرتے ہوئے کچھ قدم آگے بڑھنے لگتا ہے تبھی مرحہ بے خیالی میں اسے پکارتی ہے۔

"شہرام۔؟؟"

اس نے سنجیدگی سے اسے مخاطب کیا۔ شہرام کے قدم تھم سے گئے۔ وہ بغیر پلٹے اس کی بات سننے کے لیے کھڑا رہا۔

"ہو سکے تو مجھے بھول جانا۔"

اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں ضبط سے کہا۔ شہرام نے اپنے دل پر ایک بوجھ سا محسوس کیا کہ کیا وہ اس کے کہنے پر واقعی اسے بھول سکے گا۔؟؟ وہ پلٹ کر اسے دیکھنے لگتا ہے جو اسی کو منتظر نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ پھر نا چاہتے ہوئے بھی کہتا ہے۔

"میں خود کی ذات کو تو فراموش کر سکتا ہوں لیکن آپ کو بھول جانا شاید میرے بس میں نہیں۔"

اس نے مرحہ کی شہد رنگ آنکھوں میں دیکھ کر کرب سے کہا۔ اس کے لہجے کی سچائی مرحہ کے دل کی دھڑکن تیز کرنے کے لیے کافی تھی۔ وہ بے اختیار اسے دیکھے گئی۔

ابھی سنہری آنکھیں شہد رنگ آنکھوں میں الجھی تھیں کے زوہا اپنا دوپٹہ سنبھالتے ہوئے ہال میں داخل ہوئی اور ادھر اُدھر نگاہیں دوڑاتے ہوئے مرحہ کو کھوجنے لگی۔ تبھی ہال کے واسط میں اسے مرحہ شہرام کے ساتھ کھڑی دیکھائی دی۔ وہ فوری طور پر ان دونوں کی طرف بڑھتی ہے۔

"مرحہ آپی، آپ یہاں کھڑی ہیں میں کب سے آپ کو ڈھونڈ رہی ہوں، باہر مہندی والیاں بھی آگئیں ہیں۔"

زوہا نے ایک نظر ان دونوں کو دیکھتے ہوئے جلدی سے کہا۔ اس کی آواز پر وہ دونوں ہی یکدم نظریں پھیر لیتے ہیں۔ اور موقع کو جان کر شہرام وہاں سے آگے کی طرف بڑھ جاتا ہے۔ جب کے مرحہ ادھر ادھر دیکھ کر کنفیوز سا بولتی ہے۔ یہ سب زوہا کی نظر سے اوجھل نا رہ سکا تھا۔

"وہ میرا دل گھبرا رہا تھا تبھی یہاں چلی آئی۔"

مرحہ نے سنجیدگی سے ہال کے دروازے کی سمت دیکھ کر کہا۔ جہاں سے شہرام باہر کی طرف جا رہا تھا۔

"چلیں پھر اگر اب آپ بہتر محسوس کر رہی ہیں تو۔؟؟"

زوہا اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھتی ہوئی دھیرے سے بولی۔ اس کے کہنے پر مرحہ ہامی بھرتے ہوئے پھر سے باہر کی جانب بڑھنے لگی۔ جب کے زوہا نا سمجھی سے کچھ سوچ کر رہ جاتی ہے۔ پھر سر جھٹکتے ہوئے خود بھی اپنے قدموں کو باہر کی طرف بڑھانے لگتی ہے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

گارڈن میں آکر وہ بھی اب جھولے پر مشعل کے برابر بیٹھی ہوئی تھی۔ جب کے ساتھ لگی کرسی پر مہندی والی کون کا جائزہ لینے میں مگن تھی۔ برابر بیٹھی مشعل کا ایک ہاتھ پورا ہو گیا تھا۔ اور دوسرے ہاتھ پر مہندی والی کا ہاتھ ابھی چل رہا تھا۔ مشعل نیٹ سے ڈیزائن نکال نکال کر مہندی والی سے اپنی من پسند مہندی لگوا رہی تھی یہی کچھ حال زوہا کا بھی تھا جو جھولے کے برابر والی کرسی پر بیٹھی خود بھی مہندی لگوا رہی تھی۔

اس کے بیٹھنے کے کچھ پل بعد ہی مہندی والی اس کے ہاتھوں پر بھی مہندی لگانے لگی تھی جس میں اس کو ذرہ دلچسپی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ وہ تو نجانے کن خیالوں میں کھونے لگی تھی۔ ان سے کچھ فاصلے پر مخملی کارپیٹ پر بیٹھیں

لڑکیاں ڈھول کی تھاپ بجاتے ہوئے ابھی بھی ویسے ہی گانے گا رہی تھی۔ جیسے کچھ دیر پہلے گا رہی تھی۔ مہمان اس پاس چلتے پھرتے باتوں میں مصروف فنکشن کو انجوائے کر رہے تھے۔

دور کھڑا شہرام ان سب چیزوں سے لاتعلق بنے ہوئے پل پل بعد مرحہ پر نگاہ ڈال رہا تھا۔ اس کا دل انتہائی اذیت میں مبتلا تھا وہ کس طرح یہاں آیا تھا کس طرح یہاں کھڑا تھا یہ بس وہی جانتا تھا۔ اس کے حال سے بے خبر تو مرحہ بھی نہیں تھی۔ لیکن وہ اس کو ایک نظر بھی دیکھنا اب گناہ سمجھ رہی تھی۔ دل اس کی اور اپنی پرانی یادوں کو سوچ کر مسکرا رہا تھا۔ جبکہ دماغ اسے اب ان سوچوں کو سوچنا بھی گناہ ہے یہ قرار دے رہا تھا۔ دل اور دماغ کی اس جنگ میں وہ عجیب کش مکش کا شکار تھی۔

دماغ تھا کے اس کی سوچوں کو پابند کرنے کے درپر تھا جب کے دل اس کی ہر پابندی کو توڑ رہا تھا۔ ابھی وہ یونہی کھوئی ہوئی تھی کہ مہندی والی کچھ پوچھنے لگتی ہے۔

"آپ کے دولہے کا نام کیا ہے۔؟؟"

سامنے بیٹھی لڑکی مہندی لگاتے ہوئے سوالیہ نظروں سے دیکھ کر پوچھ بیٹھی۔

"شہرام۔"

وہ بے خیالی سے بولی۔ اس کے جواب دینے پر ساتھ بیٹھی مشعل چونکتی ہوئی اسے بغور دیکھتی ہے۔ پھر اسکا کندھا ہلاتے ہوئے بولتی ہے۔ جبکہ زوہا تک شاید اس کی آواز نہیں پہنچ سکی تھی۔

"مرحہ آپی وہ آپ کے دولہے کا نام پوچھ رہی ہیں۔"

وہ اسے کسی خیال سے باہر لاتی ہوئی بتاتی ہے۔ مشعل کے کہنے پر مرحہ قدرے شرمندگی محسوس کرتے ہوئے کہتی ہے۔

"سوری میں کچھ اور سوچ رہی تھیں، آپ ایک کام کریں دولہے کا نام نا لکھے، کیونکہ ابھی تو صرف نکاح ہے نا۔"

وہ معذرت کرتی نگاہ سے ایک نظر مشعل کو دیکھتی ہوئی مہندی والی کو تاکید کرتی ہے۔ اس کی تاکید پر مہندی والی پھر سے اپنے کام میں مگن ہو جاتی ہے۔

نجانے وہ یہ تاکید کیوں کر گئی تھی۔ ذہن میں شہرام کی دو دن پہلے والی باتیں گھوم رہی تھی۔ جب اس نے کہا تھا کے وہ اس کے ہاتھوں میں اس شخص کا نام دیکھنا چاہتا ہے جس کو اس نے اپنے لیے انتخاب کیا ہے۔ نجانے کیوں وہ ارسم کے نام کو اپنے ہاتھوں پر لکھوانے سے گریز کر رہی تھی۔ ان کے جھولے سے قدرے فاصلے پر بیٹھی زوہا جو مہندی لگوانے میں مشغول تھی۔

اور ساتھ ساتھ مہندی والی کو ہدایت بھی دے رہی تھی کے ایسی لگائے کے ویسی کہ یکدم ہی اس کی نظر گارڈن کے اس رنگ و بو کے ماحول میں ذوھان پر پڑی جس کے سامنے دو انجان لڑکیوں کو باتیں کرتے دیکھ اس کا خون کھولا۔ اور وہ بے اختیار اپنی جگہ سے کھڑی ہوتی ہوئی مہندی والی کو حیرت کے عالم میں چھوڑ کر اپنے گرارے کو سنبھالتے ہوئے گارڈن کے داخلی حصے کی طرف بڑھی جہاں وہ لوگ کھڑے تھے۔

"کیا آپکا نمبر مل سکتا ہے ہمیں۔"

ان میں سے ایک لڑکی شاید اب اس سے اسکا نمبر مانگ رہی تھی۔ ذوھان جو ان دونوں سے کب سے جان چھڑانا چاہتا تھا۔ مگر وہ دونوں تھی کے اسے گھیرے ہی کھڑی تھی۔ وہ بے بسی سے کھڑا ان کے سوالوں کے جوابات دینے لگا۔

"جوتے کا نمبر تو ضرور مل سکتا ہے، چاہیے کیا۔؟؟"

وہ ان تینوں کے نزدیک پہنچ کر ان میں سے ایک لڑکی کی بات کو بخوبی سنتے ہوئے قدرے چبا چبا کر تیز لہجے میں بولی۔

"ایکسکیوز می۔؟؟"

ان میں سے دوسری لڑکی قدرے سنجیدگی سے اسے گھورنے لگی۔ زوہا کا بس نا چلا کے اسی محفل میں کھڑی ان دونوں کا قیمہ بنا دیں۔ لیکن وہ ضبط کر گئی۔

"واٹ ایکسکیوز می، شرم نہیں آتی کسی کے منگیتر پر ڈورے ڈالتے ہوئے۔؟؟"

اس نے گھورتے ہوئے سوال کیا۔ اس کے انداز سے یہ لگ رہا تھا کے وہ لڑکیاں اب اگر اور رکی تو زوہا نے یقیناً انھیں کچا چبا جانا ہے۔

"منگیتر، وہ بھی تمہارا۔؟؟"

وہ جیسے بے یقینی کا شکار ہوئیں۔ ایک نظر زوہا کو دیکھا اور دوسری نظر ذوھان پر ڈالی۔ جو لا تعلق بنا کہیں نہ کہیں اندر ہی اندر زوہا کے غصے سے محفوظ ہو رہا تھا۔

"جی ہاں، اب نکلو یہاں سے۔"

زوہا نے سختی سے کہا۔ جس پر وہ دونوں لڑکیاں منہ ناک سڑاتے ہوئے وہاں سے رفو چکر ہو گئی۔

"چاہے تو ساری زندگی ناراض رہ لو، لیکن میرے علاوہ کبھی کسی کو امپورٹنس مت دینا۔"

ان دونوں لڑکیوں کے جانے کے بعد وہ حتمی انداز میں ذوھان کو دیکھ کر دھیرے سے گویا ہوئی۔ پھر ایک اداس نگاہ اس پر ڈالتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ پیچھے ذوھان کے چہرے کی سنجیدگی زائل ہوئی اور لبوں پر مسکراہٹ نے اپنا قبضہ جمالیا۔

اس کی نگاہیں زوہا کی پشت کو گھور رہی تھی جو واپس سے مہندی لگوانے کی نیت سے جا رہی تھی۔ وہ خود تو لاتعلقی کا اظہار کر رہا تھا لیکن اس کی نظریں چوری چوری زوہا کو دیکھ بھی رہی تھی۔ آخر کو ساری باتیں ایک طرف اور اس سے محبت ایک طرف۔

اپنے ہاتھوں پر مہندی لگوا کر وہ جائزہ لیتی نگاہ سے مہندی کو دیکھنے لگی۔ پھر متلاشی نگاہوں سے اپنی ماں کو تلاش کرنا چاہا جو اسے قریب ہی ایک ٹیبل پر بیٹھیں کچھ خواتین کے ساتھ باتوں میں مصروف دیکھائی دیں۔ ادھر ادھر نگاہیں ڈال کر اس نے مرحہ آپی اور زوہا کو دیکھا جو ابھی مہندی ہی لگوا رہی تھی۔ وہ کھڑی ہوتی ہوئی کچھ سوچ کر گارڈن میں رکھے واٹر کولر کی جانب بڑھنے لگی۔ کیونکہ اسے کب سے پیاس لگ رہی تھی۔ اور اب اس کی بس ہوگئی تھی۔ اس لیے وہ مہندی مکمل کروا کے خود پانی پینے کے لیے واٹر کولر کے پاس چلی آئی۔ قدموں کی رفتار واٹر کولر کے پاس آکر سست ہوگئی تھی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

اپنے ہاتھوں میں لگی مہندی کو ایک نظر دیکھا جو ابھی بھی گیلی تھی۔ پھر ٹیبل پر رکھے گلاس کو دھیان سے اٹھانے کی کوشش کرنے لگی۔ ابھی وہ اسی کوششوں میں تھی کے کیسے نا کیسے کر کے گلاس اٹھالے کے پاس سے گزرتا عالیار اسے یہاں کھڑے دیکھ اس کے پاس چلا آیا۔

"کیا ہوا یہاں کیوں کھڑی ہو، کیا مہندی پوری ہو گئی تمھاری۔؟؟"

اس نے اس کے ہاتھوں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ہو گئی ہے عالیار، لیکن مجھے پیاس لگ رہی ہے بہت، اور ان ہاتھوں کی وجہ سے میں گلاس پکڑ تک نہیں سکتی، اوپر سے ماما بھی مہمانوں کے ساتھ بزی ہیں۔"

وہ بے چارگی کی صورت بناتے ہوئے بولی۔ عالیار کی محبت نے اسے مکمل اعتماد کے ساتھ بات کرنے والا بنا دیا تھا اس سے۔

"تو کیا ہو گیا میں کس لیے ہوں۔"

وہ فوری طور پر بولا۔ اور آگے بڑھ کر گلاس میں پانی بھرنے لگا۔

"کیا ہو گیا ہے آپ کو کوئی کیا سوچے گا۔" وہ گھبراتے ہوئے بولی۔

"جس کو جو سوچنا ہے سوچنے دو، تم پانی پیو۔"

عالیار نے گلاس اس کے لبوں کے پاس لے جاتے ہوئے کہا۔ مشعل بس اسے دیکھ کر رہ گئی۔ پھر منہ کو قدرے جھکاتے ہوئے پانی پینے لگی۔

مشعل کو پانی پلاتے ہوئے بے اختیار عالیار کی نظر گارڈن کے داخلی حصے کی طرف گئی۔ جہاں ارسم کھڑا موبائل پر کسی سے محو گفتگو تھا۔ اس کے چہرے پر پریشانی واضح طور پر دکھائی دے رہی تھی۔ عالیار کے ماتھے پر ایک ساتھ کئی بل ابھرے۔ وہ نجانے کتنی ہی بار ارسم کو اس طرح کسی سے بات کرتے ہوئے دیکھ چکا تھا۔

ارسم جب سے آیا تھا۔ ہر تھوڑی دیر بعد کسی سے فون پر بات کرتا اسے نظر آیا تھا۔ اور یہ بات اسے الجھا رہی تھی۔

ایک بار تو اس نے پوچھا بھی تھا اس سے سرسری طور پر کے وہ کس سے ایسی باتوں میں مگن ہے کے اپنی مہندی کے فنکشن پر سہی سے دھیان ہی نہیں دے رہا۔ اور ارسم نے اسے یہ کہہ کر ٹال دیا تھا کے ایک دوست کی کال تھیں۔

اپنی نظریں پھیرتے ہوئے وہ مشعل کے لبوں سے گلاس کو جدا کرتے ہوئے اپنی جگہ پر رکھ دیتا ہے۔ پھر مسکراتے ہوئے کہتا ہے۔

"ویسے آج بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔" وہ محبت پاش نگاہ سے اسے دیکھ کر بولتا ہے۔

"کیا مطلب پہلے نہیں لگتی تھیں۔؟؟"

مشعل اس کی تعریف کو خاطر میں لائے بغیر۔ قدرے مختلف انداز میں پوچھنے لگی۔

" نہیں پہلے اس نظر سے کبھی دیکھا نہیں تھا نا، جس نظر سے اب دیکھنے لگا ہوں۔"

عالیار نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔

"کس نظر سے دیکھنے لگے ہیں اب آپ۔؟؟"

مشعل نے اس کی سرمئی آنکھوں میں اپنے لیے بے پناہ محبت دیکھتے ہوئے پوچھا۔ وہ محبت جو بس مشعل کے لیے نظر آنے لگی تھی اس کی آنکھوں میں۔ وہ محبت جس کی کبھی چاہ کی تھی اس کے دل نے۔

"محبت کی نظر سے۔"

اس نے آج پھر اپنے دل میں چھپے جذبے کا اعتراف کیا۔ وہ دل جو اب مشعل ذوالفقار کے لیے دھڑکنے لگا تھا۔ اس کے اعتراف پر مشعل کو پھر سے اس سے شرم سی محسوس ہوئی اور وہ شرماتی ہوئی آسمان کو دیکھنے لگی۔ اچانک اسے آسمان پر باریک سا چاند نظر آیا۔ اور وہ اچھلتے ہوئے بلند آواز میں کہتی ہے۔

"وہ دیکھے عالیار، چاند نظر آگیا۔"

وہ خوشی سے چہکتے ہوئے آسمان کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اسے بتاتی ہے۔ عالیار جو مسکراتے ہوئے اسی کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے مخاطب کرنے پر بے اختیار آسمان کی جانب دیکھنے لگا۔ جہاں ستاروں کے درمیان چاند نے اپنے آنے کی نوید سنا دی تھی۔ اس نے آکر عید کو آنے کا کہہ دیا تھا۔

"مجھے تو روز نظر آنے لگا ہے اب۔"

عالیار آسمان سے نگاہ ہٹاتے ہوئے اس کے کان کے پاس سرگوشی نما انداز میں بولا۔ وہ شرماتے ہوئے اسے ہلکے ہاتھ سے دھکا دیتی۔ وہاں سے بھاگنے کے انداز میں اس کی نظروں سے دور ہونے لگی۔ اور مرحہ اور زوہا کی طرف بڑھ گئی۔

جبکہ عالیار مُسکراتے ہوئے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا۔ ایک محبت نے اسے کیسا بنا دیا تھا۔ ویسا جیسا شاید وہ کبھی خود سے نا بن پاتا۔ لیکن یہ محبت کا کمال تھا۔ جس نے اچھے اچھوں کو سدھارا تھا۔

مہندی کے فنکشن کا اختتام کچھ دیر پہلے ہی ہوا تھا۔ سب مہمان جا چکے تھے۔ اور گھر کے سب بڑوں کے ساتھ ساتھ لڑکیاں بھی اپنے اپنے کمروں میں آرام کی غرض سے چلی گئی تھی۔ ذوہان سیٹ اپ کرنے والوں سے سیٹ اپ ہٹوا رہا تھا۔ جبکہ عالیار کل کے نکاح کے لیے اپنے کچھ دوستوں کو فون پر دعوت دے رہا تھا۔ حسن آرا منزل کا گارڈن ایک بار پھر پہلے جیسی حالت میں آنے لگا تھا۔

وہ ہر چیز سے بے نیاز بنا خاموشی سے ڈیکوریشن والوں کو انکا کام کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ جبکہ ذوہان اپنی موجودگی میں ان کا سمیٹا کروا رہا تھا۔ کھڑے کھڑے جب وہ ہر چیز سے اکتانے لگا۔ تو سیدھا اپنے کمرے میں چلا آیا۔ شل ہوتا وجود جب اپنے قدموں پر کھڑے رہنے کی تاب نا رکھ سکا تو وہ بیڈ کی پائنتی کی طرف زمین پر بیٹھتا چلا۔

کل اسے کسی اور کا ہو جانا تھا۔ کل اسے کسی اور کے نام سے منسوب ہو جانا تھا بس ایک یہی غم اسے اندر سے دیمک کی طرح کھائے جا رہا تھا۔ کب سے رکے آنسو اپنا راستہ بناتے ہوئے گالوں پر پھسل آئے تھے۔ اور اس کی ہلکی شیو کو تر کرنے لگے تھے۔ وہ رونا چاہتا تھا۔ چیخ چیخ کر اپنا درد دنیا والوں کو بتانا چاہتا تھا۔ لیکن شاید یہ حق بھی مرحہ نے اسے نا دیا تھا۔ وہ کرب سے زمین پر دوزانو بیٹھا۔ اپنی محبت کے بچھڑ جانے کا غم منا رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کے وہ ابھی خود کے ساتھ کیا کر جائے۔

عالیار جو اپنے اسکول فرینڈز کو انوائیٹ کرنے کے بعد شہرام سے بات کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ فون کو کاٹتے ہوئے پلٹ کر شہرام کو ڈھونڈنے لگا۔ جو ابھی کچھ دیر پہلے تو یہی موجود تھا گارڈن میں۔ مگر اب موجود نہیں تھا نجانے وہ کہا چلا گیا تھا۔ البتہ ذوہان ابھی بھی اپنے کام میں مگن ان سیٹ اپ والوں کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ وہ چند قدم ذوہان کے طرف بڑھتے ہوئے پوچھتا ہے۔

"یہ شہرام کہاں گیا۔؟؟" عالیار نے عام سے لہجے میں پوچھا۔

"ہو سکتا ہے اپنے کمرے میں چلے گئے ہوں بھائی۔"

ذوھان مصروف سے انداز میں بتانے لگا۔ اس کے بتانے پر عالیار اندر کی طرف بڑھا۔ اب اس کے قدموں کا رخ شہرام کے کمرے کی جانب تھا۔

شہرام کے کمرے کے باہر پہنچ کر وہ دستک دینے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن جب کمرے کے دروازے کو آدھ کھلا دیکھا تو دروازے کو مکمل طور پر کھول کر اندر کی طرف بڑھا۔ کمرے میں پہنچ کر اسے شہرام کو تلاش کرنا نہیں پڑا تھا وہ اسے کمرے کے واسط میں رکھے بیڈ کی پائنتی سے ٹیک لگائے بیٹھا دیکھائی دیا۔ اس کی حالت کو دیکھ عالیار فوری طور پر اس کی طرف بڑھا۔ جو بچوں کی طرح اندر ہی اندر سسک رہا تھا۔ لیکن صرف بے آواز۔

"شہرام کیا ہوا میرے بھائی، تو ٹھیک تو ہے۔؟؟"

وہ فکر مندی سے اس کے قریب دوزانو بیٹھ گیا۔ اور اس کے کندھے کو ہلانے لگا۔ شہرام جو ٹوٹا بکھیرا سا زمین پر بیٹھا ہوا تھا۔ عالیار کے کمرے میں آنے اور اور اس کے فکر مند ہونے پر بے معنی سا اسے دیکھنے تھا۔ سنہری آنکھیں شدت ضبط سے سرخ انگارہ ہو رہی تھی۔ جبکہ گال آنسو کی نمی کے باعث گیلے ہو رہے تھے۔

"میں تجھ سے کچھ پوچھ رہا ہوں شہرام، تو ٹھیک تو ہے نا، پلیس مجھے بتا میرے بھائی۔"

عالیار اس کے جواب نا دینے پر اب کی بار قدرے بلند آواز میں پوچھنے لگا۔ اس کی بلند آواز کو سنتے ہوئے شہرام کے کمرے کے باہر سے گزرتا وجود آگے کو نا بڑھ سکا۔ اور ٹھہر کر کمرے میں آنے کا ارادہ ترک کر کے بے وجہ ہی خاموشی سے دروازے کی سمت کھڑا ہو گیا۔

"محبت نے میرے دل کو مار دیا ہے، کاش مجھے محبت نا ہوئی ہوتی۔"

وہ کرب سے اسے دیکھتے ہوئے ٹوٹے پھوٹے لہجے سے گویا ہوا۔ آنکھیں رونے کے باعث سرخ ہو کر اب بند ہونے لگی تھی۔ مگر وہ سونا نہیں چاہتا تھا کے کہیں وہ سو گیا اور صبح ہو گئی تو مرحہ کسی اور کی ہو جائے گی۔ نجانے وہ کتنی راتوں سے نہیں سویا ہو گا۔ یہ بات اس کی آنکھیں دیکھ کر عالیار نے اندر ہی اندر اندازہ لگایا۔ باہر کھڑے وجود کے ماتھے پر کئی بل ایک ساتھ نمودار ہوئے۔ شہرام کا حال آج ان پر آشکار ہو رہا تھا۔ جس کو وہ کئی دنوں سے نوٹس کر رہے تھے۔

"خود کو سنبھال شہرام، تو ایسے کیسے ٹوٹ سکتا ہے۔"

عالیار اس وقت اسے جھوٹی تسلی بھی نا دے سکا۔ آخر کو اب وہ چاہ کر بھی کیا کر سکتا تھا اس کے لیے۔ کیونکہ کل نکاح تھا مرحہ کا ارسم سے۔

"ٹوٹا نہیں ہوں میں، توڑ دیا گیا ہوں۔"

وہ ایک بار پھر بکھیرے ہوئے ہوئے لہجے سے بولا۔ اس وقت عالیار کو اس پر حد سے زیادہ ترس آیا۔ کیونکہ وہ اس کی محبت سے آج واقف نا ہوا تھا وہ تو سالوں سے واقف تھا۔ لیکن چاہنے کے باوجود بھی اس کے لیے کچھ کر نہیں سکتا تھا۔ آج تو واقف کوئی اور ہوا تھا شہرام کے جذبات سے۔ لیکن وہ اس تجسّس میں بھی گھر گیا تھا کے آخر کو یہ جذبات ہیں کس کے لیے؟؟۔

"کاش تو یوں خاموش نا رہتا اور وقت رہتے ہی اسے اپنی محبت سے آگاہ کر دیتا تو یہ سب نا ہوتا میرے یار جو اب ہو رہا ہے۔"

عالیار بے بسی سے بولا۔ وہ ہمیشہ شہرام کو اظہار کی بولتے رہتا تھا کے وہ وقت رہتے اظہار کر دے اور گھر والوں سے بات کر لے۔ مگر شہرام نے اس کی ایک نا سنی تھی۔

"وہ سب جانتی ہے، وقت رہتے نا سہی، وقت سے پہلے میں اسے یہ بات بتا چکا ہوں کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں، اور اس نے میری محبت کو دھتکار دیا، مجھے دھتکار دیا۔"

عالیار کی بات پر وہ دھیرے سے بے بسی سے اسے بتانے لگا۔

"تیرے جذبات جاننے کے بعد بھی مرحہ ارسم سے شادی کر رہی ہے۔؟؟"

عالیار نے بے یقینی سے پوچھا۔ کیونکہ اس کے نزدیک اگر مرحہ شہرام کے جذبات جاننے کے بعد یہ شادی کر رہی تھی تو ایک احمقانہ کام کر رہی تھی۔

مرحہ کے نام پر باہر کھڑا وجود سن ہوا۔ اسے یقین نا آیا کے شہرام کی پسند مرحہ ہے۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ رقص کرنے لگی۔ اپنی پرانی خواہش کو پوری کرنے کا عمل اس کے دل میں پھر سے جاگنے لگا۔ اور اب اس خواہش کو پایا

تکمیل تک لے جانے کے لیے وہ کچھ سوچ کر شہرام کے کمرے کے دروازے کے باہر ٹھہرا رہا۔ شاید اسے اب کسی کا انتظار تھا۔

شہرام نے اذیت سے اپنی آنکھوں کو رگڑتے ہوئے ہاں میں گردن ہلائی۔ عالیار اسے بیٹھ کر سنبھالنے لگا۔ کیونکہ اس کے علاوہ وہ اب کر بھی کیا سکتا تھا۔ کافی دیر وہ بیٹھا اسے تسلی اور دلاسے دیتا رہا۔ پھر اسے کھڑا کرتے ہوئے بیڈ پر بیٹھا دیا۔ پھر اگلے ہی پل وہ اسے سونے کی تاکید کرنے لگا۔ جس پر شہرام خاموشی سے اس کی بات مانتے ہوئے لیٹ گیا۔ اس کو چادر اڑھاتے ہوئے وہ کمرے سے باہر نکلا۔ تبھی اچانک کمرے کے باہر کھڑے وجود کو دیکھ کر اس کی نگاہیں پھیلی۔ اور وہ جانچتی نگاہوں اس شخص کو دیکھنے لگا۔ جو سوالیہ نظروں سے اسے ہی کھڑا دیکھ رہا تھا۔ ابھی اس سے پہلے وہ کچھ کہتا۔ اس وجود نے اس سے ایسا کچھ پوچھا۔ کے وہ اگلے ہی پل ہاں میں جواب دے گیا۔

اس کے ہامی بھرنے پر وہ شخص خوش ہوتا۔ اسے ایک کام دے گیا۔ جس کو کرنا عالیار کے لیے اب ضروری ہو گیا تھا۔ اور اس کام کو سنتے کے ساتھ ہی وہ ہامی بھر گیا۔ پھر وہ دونوں باری باری شہرام کے کمرے کے باہر سے اپنے اپنے کمروں کی طرف بڑھنے لگے۔

صبح کی نیلاہٹ جونہی سلمان ہاؤس میں اتری۔ وہاں موجود افراد نمازوں سے فارغ ہو کر حسن آرا منزل جانے کی تیاریاں کرنے لگے۔ بڑے سے لاؤنج کی ٹیبل پر فروٹوں کی ٹوکریاں تھی تھی جس کو تمکینت بیگم ہدایت دیتے ہوئے ملازمہ سے باہر گاڑی میں رکھوا رہی تھی۔ ان کو یہی چھوڑ کر اگر آپ بلائی منزل پر بنے ارسم کے کمرے میں نگاہ ڈال کر دیکھے تو وہ آپ کو موبائل پر کسی سے محو گفتگو نظر آئے گا۔ کمرے میں گونجتی اس کی آواز واضح سنائی دیتی تھی۔

"علشبہ میں تمھیں کیسے سمجھاؤں کے میں مجبور ہوں، میں کچھ نہیں کر سکتا۔"

کمرے میں اس کی مخصوص پریشان سی آواز گونجی۔ اپنی بات کہہ کر وہ ٹھہر کر دوسری طرف موجود کسی علشبہ نامی لڑکی کی بات سننے لگا۔ جو اس کی کسی بات سے متفق نہیں تھی۔ اس لڑکی کی بات سن کر وہ قدرے سرد لہجے سے بولا۔

"میں اپنی ماں کی بات کو نہیں ٹال سکتا سمجھو اس بات کو۔"

ایک بار پھر اس کمرے میں ارسم کی سرد سی آواز گونج کر ابھری۔ دوسری طرف سے پھر کچھ کہا گیا۔ ابھی اس سے پہلے وہ کمرے میں ٹہلتے ٹہلتے اس کی اگلی بات کا جواب دیتا۔ تمکینت بیگم دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوئی۔

"کیا ہو گیا ارسم بیٹا چلنا نہیں ہے کیا، تمھارے بابا بھی آ گئے ہیں اب تو نماز سے فارغ ہو کر، چلو بیٹا۔؟؟"

تمکینت بیگم عام سے لہجے میں بولتی ہوئیں۔ ارسم کو اپنی جانب متوجہ کر گئی تھی۔

"جی ماما چلیں، میں بھی تیار ہوں۔"

ان کے یکدم سے آنے پر ارسم کان سے فون ہٹاتے ہوئے ہلکا سا مسکراتے ہوئے بولا۔

تمکینت بیگم دو قدم چل کر اس کی طرف بڑھ آئیں پھر مُسکراتے ہوئے آگے کو بڑھ کر اس کی پیشانی پر بوسہ دیتیں ہوئیں اسے جلدی آنے کی تلقین کرتی ہوئیں پھر سے باہر کی طرف بڑھ گئی۔ پیچھے ارسم ہاتھ میں پکڑے فون کو ایک نظر اپنی آنکھوں کے سامنے کرتا ہے۔ جس پر ابھی بھی کال چل رہی تھی۔ ایک نظر فون کو دیکھتا وہ اگلے ہی پل کال کاٹتے ہوئے کمرے سے باہر کی طرف بڑھا تھا۔

حسن آرا منزل میں اس وقت کافی افراتفری کا راج قائم تھا۔ مرد حضرات عید کی نماز پڑھ کر واپس آ کر فوری طور پر تیار ہونے کے بعد باہر گارڈن میں نکل آئے تھے۔ تاکہ نکاح کے باقی ماندہ انتظامات دیکھ سکے۔ ڈیکوریشن والے فجر میں ہی آ کر اپنا کام کر گئے تھے۔ وقفے وقفے سے مہمانوں کی آمد و رفت بھی جاری و ساری ہونے لگی تھی۔ حسن آرا بیگم تیار ہو کر مہمان خواتین کا استقبال کرنے کی خاطر باہر گارڈن میں نکل آئی تھیں۔ اور آتے کے ساتھ ہی خادم حسین صاحب کے ساتھ والے صوفے پر جا بیٹھی۔ جعفر صاحب اور ذوالفقار صاحب مردوں میں کھڑے اپنے کسی عزیز سے باتیں بگھار رہے تھے۔

جبکہ صدیقی صاحب بوفے کا انتظام دیکھنے میں مگن تھے۔ گارڈن سے نظریں ہٹا کر اگر آپ کچھ پل کو اندر کی طرف بڑھے۔ تو نفیسہ بیگم کچن میں کھڑی جمیلہ سے میٹھا بنواتے آپ کو دیکھائی دے گی۔ جب کے ان کے برعکس حمنہ بیگم

اپنے کمرے میں آئینہ کے سامنے کھڑی اپنی تیاری مکمل کر رہی تھی آخر کو ان کے بیٹے کا جو نکاح تھا۔ اوپری منزل پر پہنچ کر جب آپ لڑکیوں کے کمرے میں داخل ہونگے تو وہاں کا منظر کچھ یوں تھا۔

کمرے میں موجود آئینہ کے سامنے بیٹھی مشعل سر پر دوپٹہ سیٹ کروا رہی تھی۔ جبکہ زوہا اس کے سر پر دوپٹہ ٹکاتی پلٹ پلٹ کر مرحہ کو بھی جائزہ لیتی نگاہ سے دیکھ رہی تھی۔ جو بیڈ پر بیٹھی اپنے مہندی والے ہاتھوں کو گھور رہی تھی۔ اسے کہیں سے بھی مرحہ خوش دیکھائی نہیں دے رہی تھی۔

لیکن اس کے بار بار پوچھنے پر بھی مرحہ نے اسے یہی کہا تھا کے وہ خوش ہے۔ اپنی جھولی میں دونوں ہاتھوں کو گرائے وہ اپنے ہاتھوں کو دیکھ نہیں رہی تھی بلکہ گھور رہی تھی۔ مشعل کی تیاری مکمل کرتی زوہا چند قدم چل کر اس کے پاس چلی آئی۔ مشعل نے بھی پلٹ کر مرحہ کو دیکھا اسے بھی مرحہ خوش دیکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اور کل کے بعد سے تو اور زیادہ نہیں۔ مگر اس کے پوچھنے پر بھی مرحہ نے اسے بھی یہی جواب دیا تھا جو زوہا کو دیا تھا۔

"آئیں مرحہ آپی آپ کا دوپٹہ بھی سیٹ کر دوں۔"

اس نے بغور اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ زوہا کی آواز پر مرحہ اپنی نظریں اٹھا کر اسے بے معنی سا دیکھنے لگی۔ پھر ہامی بھرتی ہوئی کھڑی ہو کر آئینہ کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ زوہا خاموشی سے کھڑی اس کے سر پر دوپٹہ سیٹ کرنے لگی۔ وہ دونوں مکمل تیار تھی جب کے زوہا ابھی تک گھر والے حلیے میں ہی موجود تھی۔ ڈھیلے سے جوڑے سے اس کے سیاہ بال کھلتے ہوئے نیچے پشت پر لہرانے لگے تھے۔

"میں ذرہ امی کے پاس جا رہی ہوں، وہ مجھے بلا رہی تھی۔"

مشعل آئینہ کے سامنے رکھی کرسی سے اٹھتے ہوئے بولی۔ اور ساتھ ساتھ زوہا کو آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ اشارہ بھی کیا۔ جس پر زوہا نے ہاں میں گردن ہلا کر اس کی بات سمجھ جانے کا عندیہ دیا۔

"ٹھیک ہے اور جلدی سے واپس آ کر یہ گجرے بھی پہن لینا پھر۔"

زوہا نے ہامی بھرتے ساتھ ہدایت بھی جاری کی۔ جس پر مشعل مسکراتے ہوئے باہر کی طرف بڑھ گئی۔ اب مرحہ کھڑی کھوئی ہوئی سی تھی۔ جبکہ زوہا چند پل دوپٹہ سیٹ کرنے کے بعد اسے بغور دیکھنے لگی۔ پھر جیسے کچھ سوچ کر کہتی ہے۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مرحہ آپی۔"

زوہانے سنجیدگی سے اسے پکارا۔ اپنے ہاتھوں کو باہم ایک دوسرے سے ملائے وہ بولی۔

"ہمہ۔" اس نے کھوئے ہوئے سے انداز میں جواب دیا۔ اور چلتے ہوئے پھر سے بیڈ پر آبیٹھی۔

"کیا آپ کو کوئی اور پسند ہے۔؟؟"

زوہانے جانچتی نگاہوں سے سوال نہیں کیا تھا بلکہ مرحہ کو ٹھٹکنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"کیا مطلب، تم ایسا سوچ بھی کیسے سکتی ہو۔"

مرحہ نے اسے بغور دیکھتے ہوئے قدرے سختی سے پوچھا۔

"کیا مطلب میں کیسے سوچ سکتی ہوں آپی، آپ کی یہ خاموشی، اور اس اداسی کی وجہ پھر آخر کیا ہے؟؟، اور میں ہی کیا مشعل کو بھی یہی لگتا ہے، کے آپ اس نکاح پر خوش نہیں ہیں۔"

زوہا چند قدم کا فاصلہ مٹاتے ہوئے بیڈ کی پائنتی کی جانب بیٹھتے ہوئے بولنے لگی۔ جس پر مرحہ جاکر بیٹھی تھی۔

"جیسا تم لوگوں کو لگ رہا ہے، ایسا کچھ نہیں ہے زوہا۔"

مرحہ خود کو کمپوز کرتی ہوئی سنجیدگی سے گویا ہوئی۔ وہ ہر گز بھی اپنی دل کی کیفیت اپنے لہجے سے کسی پر آشکار نہیں ہو دینا چاہتی تھی۔ وہ کیفیت جو ابھی کچھ دن پہلے ہی اس پر واضح ہوئی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے مان لیتے ہیں ایسا کچھ نہیں ہے، پھر آپ مجھے خوش کیوں نظر نہیں آرہی۔؟؟"

زوہا بھی دوبدو سنجیدگی سے پوچھتی ہے۔ اس کی نگاہیں مرحہ کے وجود پر ٹکی تھی۔ جو کبھی نظریں بدل رہی تھی تو کبھی اسے دیکھ رہی تھی۔ اپنی بات پر قائم رہے وہ اپنے لبوں پر مسکراہٹ سجاتے ہوئے کہنے لگتی ہے۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے زوہا، میں خوش ہوں بہت۔"

مرحہ اسے مسکراتے ہوئے دیکھ کر بولی۔ زوہا جو بلا نظر ہٹائے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ گہری سانس اپنے اندر اتارتی ہے اور بیڈ پر سرکتے ہوئے ٹھیک اس کے نزدیک بیٹھ جاتی ہے۔ پھر اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"صرف چہرے پر مسکراہٹ سجالینے سے خوشی دیکھائی نہیں دیتی آپی، انسان کی خوشی نظر آنے کے لیے اس کے دل کا خوش ہونا بھی ضروری ہوتا ہے، ایک بار اپنے دل سے پوچھ کر دیکھے وہ آپ کو ضرور بتائے گا۔"

زوہانے سادگی سے کہتے ہوئے بہت گہری بات اسے کہہ دی تھی۔ حقیقتاً سچ کا آئینہ دیکھایا تھا۔

اس کی بات پر مرحہ اب کی بار کچھ کہہ نا سکی۔ اور بے معنی سازمین کو گھورنے لگی۔ اس سے اب کوئی جواب نا بن پڑھا۔ آخر کو وہ کب تک اپنے دل کی آواز کی نفی کرتی رہے گی۔ وہ دل جو اب اپنے ناخوش ہونے کی گواہی دینے لگا تھا۔ اپنی بات کہہ کر وہ کچھ پل یونہی بیٹھی مرحہ کو دیکھتی رہی جو خاموشی سے کسی غیر مرئی نقطے کو گھور رہی تھی۔ پھر اس کی طرف سے کوئی جواب نا پا کر وہ اسے ایسے ہی چھوڑ کر بیڈ سے اترتے ہوئے واش روم کی سمت بڑھی کیونکہ مہمان آنے لگے تھے۔ اور اسے بھی اب تیار ہونا تھا۔

کافی دیر وہ یونہی خاموشی سے اپنی سوچوں میں گہری رہی۔ پھر کچھ سوچ کر بیڈ سے اٹھتے ہوئے آئینہ کے سامنے آکھڑی ہوئی۔ اپنے عکس کو آئینہ میں دیکھتے ہوئے وہ اپنی شہد رنگ آنکھوں کو بند کر گئی۔ ابھی چند ہی پل ہوئے تھے کے اس کی بند آنکھوں میں ایک سایا سالہرایا۔ اور اس نے جھٹ سے آنکھیں کھول دیں۔

ٹھیک اسی پل اسے آئینہ میں شہرام کا مسکراتا ہوا چہرہ نظر آیا۔ جس پر اس نے بے اختیار پلٹ کر پیچھے دیکھا جہاں کوئی نہیں تھا۔ اپنی آنکھوں کو ادھر ادھر دوڑاتے وہ شہرام کو تلاش کرنے لگی جو ابھی ابھی اسے آئینہ میں نظر آیا تھا۔ لیکن وہ وہاں ہوتا تو اسے نظر آتا نا۔ وہ بے یقینی سے آس پاس دیکھنے لگی۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کے ابھی اس کے ساتھ کیا ہوا تھا۔

"کیا اس کے دل نے سہی انسان کو چن لیا تھا۔"

"کیا اس کے دل نے اس کی خوشی کو شہرام سے منسوب کر دیا تھا۔"

"یا اسے بھی شہرام سے محبت ہوگئی تھی۔؟؟" وہ اندر ہی اندر خود سے سوال کرنے لگی۔

بے اختیار اس کے دماغ میں کئی طرح کے سوال گردش کرنے لگے۔ جن کا جواب شاید اس کے پاس نہیں تھا۔ مگر اس کے دل کے پاس ضرور تھا۔ وہ الجھن زدہ سی ایک بار پھر بیڈ پر آکر بیٹھ گئی تھی۔ کاش یہ اعتراف نا ہوتا کاش اسے محبت نہیں ہوتی۔ کاش اسے یہ احساس ہی نا ہوتا ابھی کہ وہ خوش نہیں ہے۔ شاید اسی وجہ سے وہ تھوڑا خوش رہ لیتی ارسم کے

ساتھ۔ لیکن اب کیسے اب کیسے وہ شہرام کے بغیر رہ سکے گی کیسے وہ اس محبت کو اپنے اندر دفن کرے گی؟؟۔ بیڈ پر بیٹھے بیٹھے دل کرب میں مبتلا ہونے لگا تھا کاجل سے بھری شہد رنگ آنکھوں میں پانی آنے لگا تھا۔

شہرام کے کمرے میں موجود وہ اس وقت آئینہ میں کھڑا اپنی تیاری کو آخری ٹچ دے رہا تھا۔ ہلکے نیلے رنگ کا کرتا شلوار پہنے وہ بالوں کو جیل سے سیٹ کر رہا تھا۔ فوری طور پر بال بناتے ہوئے۔ وہ پلٹ کر ایک نظر شہرام کو دیکھتا ہے۔ جو بے ترتیب سی حالت میں بیڈ پر بیٹھا تھا۔ پھر اسے پکارتے ہوئے کہتا ہے۔

"شہرام بھائی چلے جلدی سے تیار ہو جائے، میں نیچے جارہا ہوں آپ بھی نیچے آجائے جلدی سے، سب مہمان آگئے ہیں۔"

وہ کہہ کر جانے لگتا ہے۔ پھر جیسے کچھ یاد آنے پر پلٹتے ہوئے پوچھتا ہے۔

"ویسے یہ عالیار بھائی کہاں ہیں صبح سے دیکھائی نہیں دے رہے۔؟؟"

"پتا نہیں۔"

شہرام سنجید گی سے یک لفظی جواب دے کر بیڈ سے اٹھتے ہوئے اپنے کپڑوں کو ہاتھوں میں لے کر واش روم کی سمت بڑھتا ہے۔ جبکہ ذوھان شہرام کے لاپرواانداز پر کندھے آچکاتے ہوئے کمرے سے باہر نکل جاتا ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ شاور لے کر واش روم سے باہر نکلتا ہے۔ سفید کرتے شلوار قمیص زیب تن کیے۔ وہ تولیے سے اپنے گیلے بالوں کو رگڑنے کے بعد تولیے کو ایک طرف صوفے پر پھینک کر بیڈ سے اپنی آف وائٹ واس کوٹ پہنے لگا۔ پھر چند پل ٹھہر کر ضبط کرتا بیڈ پر بیٹھ سا گیا۔ اور اپنی سنہری آنکھوں کو سختی سے بند کر ڈالا۔

ناچاہتے ہوئے بھی سنہری آنکھوں میں سرخی گھلنے لگی تھی۔ بعض اوقات انسان صبر کرتے کرتے بھی تھک جاتا ہے۔ اور ایسا ہی اب حال اس کا ہونے لگا تھا۔ وہ بے اختیار اپنے وجود کو ڈھیلا چھوڑتے بیڈ پر ڈھے سا گیا۔ کافی دیر وہ ایک ہی پوزیشن میں بیڈ پر لیٹا رہا۔

"جس دن سے چھوڑا ہے تو نے ہمیں
اس دن سے جینا ہی چھوڑ دیا ہم نے"

سنہری آنکھیں اب شدت ضبط کے باعث تھکنے لگی تھیں۔ جسم بے جان ہونے لگا تھا۔ لیکن اسے سنبھالنا تھا خود کو، خود کو مظبوط بن کر دیکھانا تھا۔ اسی لیے یکدم ہی بیٹھ پر سیدھا ہو بیٹھا اور بے ارادہ ہی اپنے قدموں کو باہر کی جانب دھکیلنے لگا۔

گارڈن میں اس وقت مہمان خصوصی کے ساتھ ساتھ سب مہمان آچکے تھے۔ گارڈن کے درمیان میں بنا اسٹیج جس پر ابھی کچھ دیر پہلے ہی زوہا نے مشعل اور مرحہ کو لا کر بٹھایا۔ اسٹیج سے اتر کر دائیں جانب والی پہلی گول میز پر ارسم اور اس کی فیملی بیٹھی ہوئی تھی۔ اور انھیں کے ساتھ حسن آرا بیگم اور خادم حسین صاحب بیٹھے تھے۔

توان سے کچھ ہی دوری پر دوسری ٹیبل پر حسن آرا منزل کے باقی مرد حضرات اور خواتین بیٹھی ہوئی تھیں۔ جبکہ باقی کی ٹیبل پر دوسرے اور مہمان بیٹھے تھے۔ شہرام ان سب سے دور کھڑے مہمانوں کو ڈرنک سرو کروا رہا تھا۔ ذوھان بھی اس کے ساتھ ساتھ لگا ہوا تھا۔

جبکہ عالیار اب تک غیر حاضر تھا نجانے وہ کہاں غائب تھا۔ سب اسکا کئی بار پوچھ چکے تھے کیونکہ آخر کو اس کا بھی نکاح تھا۔ اسٹیج پر بیٹھی مشعل بے قراری کا شکار تھی۔ اسے ڈر لگ رہا تھا کے عالیار اب تک واپس کیوں نہیں آیا تھا۔ اس کے دل دماغ میں کئی طرح کے خیالات آرہے تھے۔ جبکہ پاس بیٹھی صوفہ کرسی پر بیٹھی زوہا اسے بار بار تسلیاں دے رہی تھی کے ایسا کچھ نہیں ہے جیسا اسے لگ رہا ہے۔

اس بات سے انجان کے ذوھان کی نگاہیں کام کرتے ہوئے بھی اسی کے اطراف جمی تھی۔ جو ہلکے نیلے رنگ کے کام دار لہنگے پر ڈارک نیلا رنگ کا دوپٹہ لیے۔ سیاہ بالوں کو اسٹریٹ کرے کھلا چھوڑے ہوئے مناسب میک کیے ذوھان کے دل کو دھڑکا رہی تھی۔

ان سے مختلف کیفیت سے تو مرحہ دوچار تھی۔ جسے کچھ دیر پہلے ہی اندازہ ہوا تھا کے سب کو خوش کرنے کے چکر میں وہ خود کو ختم کرنے لگی ہے۔ اسے اندازہ ہوا تھا کے وہ صرف ارسم سے نکاح پر ناخوش نہیں ہے بلکہ ساتھ ساتھ شہرام سے دوری بھی اسے اندر ہی اندر کہیں ختم کرنے لگی تھی۔ اس کا دل اعتراف کرنے لگا تھا کے اسے شہرام کا ساتھ چاہیے۔ مگر اب یہ آشکار ہی اتنی دیر میں اس پر ہوا تھا کے وہ چاہ کر بھی کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

اسٹیج پر بیٹھے ہوئے اس کی نگاہیں بار بار شہرام پر جا رہی تھیں۔ جو اس سے بہت دور اس کو نظر انداز کرے مہمانوں کو ڈرنک سرو کروا رہا تھا۔ وہ یہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی۔ تاکہ اسے یہ نکاح نا کرنا پڑے۔ وہ شہرام کو بتانا چاہتی تھی کے اس کی یکطرفہ محبت یکطرفہ نہیں رہی ہے مگر وہ چاہ کر بھی یہ سب نہیں کر سکتی تھی۔ ابھی یہ سب ایسے ہی چل رہا تھا کے جعفر صاحب اور ذوالفقار صاحب اپنی ٹیبل سے اٹھتے ہوئے حسن آرا بیگم والی ٹیبل پر آئیں اور آ کر کہنے لگے۔

"میرا خیال ہے ابا جی عالیار آتا ہی ہو گا تھوڑی دیر تک، ہمیں تب تک مرحہ اور ارسم کو نکاح کروا لینا چاہیے۔؟؟"

جعفر صاحب عام سے انداز میں بولے۔ ان کے کہنے پر سب نے ان کی جانب دیکھا۔ اسی ٹیبل پر بیٹھے ارسم کی بے سکونی بڑھنے لگی۔ جب کے حسن آرا بیگم کے ساتھ ساتھ تمکینت بیگم اور سلمان صاحب بھی ہامی بھرنے لگے۔

"نہیں بیٹا میرا خیال ہے ہمیں تھوڑا اور انتظار کر لینا چاہیے۔"

خادم حسین صاحب اپنی مخصوص آواز میں پر شفیق سا بولے۔ ان کے کہنے پر ذوالفقار صاحب بھی بول اٹھے۔

"ابا جی نجانے اس کو اور کتنا وقت لگے گا، وہ آجائیں گا تب تک ہم کم سے کم مرحہ بیٹی کے نکاح سے فارغ ہو جائے گے بھائی جان سہی بول رہے ہیں۔"

ذوالفقار صاحب سے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔ اس کی بات پر جعفر صاحب نے ہاں میں گردن ہلائی جب کے ابھی خادم حسین صاحب کچھ اور کہنا چاہتے تھے کہ حسن آرا بیگم بیچ میں بولیں۔

"ارے خادم، بچے سہی تو کہہ رہے ہیں، ہمیں نیک کام میں دیری نہیں کرنی چاہیے، جب عالیار آجائے تب ہم دوسرا نکاح کر لینگے، ویسے بھی مہمان اور کتنا انتظار کرے گے، چلیں چلتے ہیں۔"

حسن آرا بیگم اپنی جگہ سے کھڑی ہوتیں ہوئیں فیصلہ کن انداز میں بولتی ہیں۔

ان کی بات پر خادم حسین صاحب تذبذب کا شکار ہوتے ہیں۔ پہلی بار انھیں حسن آرا بیگم کی بات بری لگ رہی تھی۔ مگر وہ کچھ کہہ نا سکے۔ ان کو خاموش دیکھ باقی سب بھی ٹیبل سے کھڑے ہوتے ہوئے اسٹیج کی طرف بڑھے۔ ارسم بھی کھڑے ہو کر سب کی پیروی کرنے لگا۔ اب اس ٹیبل پر صرف خادم حسین صاحب ہی رہ گئے تھے۔ جو ہاتھ میں پکڑے موبائل سے ایک بار پھر عالیار کا نمبر ملانے لگے جو نجانے کب سے نہیں آیا تھا۔ اب ان کے لیے اس سب کو روکنا مشکل سا ہو رہا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر شہرام کی طرف بڑھے۔ اور اسے بھی لے کر اسٹیج کی طرف

بڑھے۔

اسٹیج پر بیٹھی مرحہ نے جب قاضی صاحب کے ساتھ سب گھر والوں کو اپنے نزدیک آتے دیکھا۔ تو اسے لگا کے اب اگر اس نے یہ نکاح کر لیا تو نجانے وہ زندہ بھی رہ سکے گی یا نہیں۔ سب گھر والے اسٹیج کے اطراف اکھٹرے ہوئے تھے جبکہ اسٹیج کچھ اس طرح سے بنا تھا کے درمیان میں ایک بڑا سا صوفہ لگا تھا جس پر مرحہ اور مشعل بیٹھی ہوئی تھی۔ جبکہ اس کے دائیں جانب والے صوفہ بھی ایسا ہی تھا اور بائیں جانب والا صوفہ بھی اسی انداز میں رکھا ہوا تھا۔

جس پر ابھی قاضی صاحب کے ساتھ ارسم آکر بیٹھا تھا۔ جبکہ دائیں جانب والے صوفے پر خادم حسین صاحب اور حسن آرا بیگم بیٹھ گئیں تھیں۔ جبکہ سب گھر والے آس پاس کھڑے تھے۔ زوہا اسٹیج کے پیچھے کھڑی تھی۔ شہرام دادا کے کہنے پر اسٹیج کے پاس تو آ کھڑا ہوا تھا لیکن اس کی اسٹیج پر چڑھنے کی ہمت نا ہو سکی۔ وہ نظریں جھکائے خاموشی سے اپنے صبر کو آزمانے لگا۔ اس نے نگاہ اٹھا کر بھی مرحہ کو نا دیکھا تھا۔ ابھی وہ یونہی کھڑا تھا کے قاضی صاحب نے اپنی کاروائی کرنا شروع کی۔ قاضی صاحب کے لفظ بالفظ مرحہ کے کانوں کے ساتھ ساتھ شہرام کی سانسیں روکنے لگے۔

"مرحہ بنتِ جعفر خادم حسین، آپ کا نکاح ارسم ولد سلمان ماجد خان سے بعوض ایک لاکھ روپے حق مہر سکہ رائج الوقت طہ پایا ہے کیا آپ کو یہ قبول ہے۔؟"

جہاں قاضی صاحب کے لفظ سب بڑوں کے چہروں پر خوشی لے آئے۔ وہی خادم حسین صاحب بے چین ہوئے۔ مرحہ کو اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا جبکہ شہرام کی کیفیت تو گویا جسم میں جان نا ہونے کے برابر ہو گئی۔ زوہا نے بے بسی سے مرحہ کو دیکھا جو خاموش تھی۔ جبکہ پاس بیٹھی مشعل نا سمجھی سے مرحہ کو دیکھنے لگی۔ اس کی خاموشی پر سب کچھ تذبذب کا شکار ہوئے۔ جعفر صاحب کچھ پریشان دیکھائی دینے لگے۔ جب کے قاضی صاحب نے اپنے لفظوں کو پھر سے دہرایا تھا۔

"بیٹا کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے۔؟؟"

قاضی صاحب جانچتی نظروں سے اسے دیکھ کر پوچھنے لگے۔ مگر وہ تو گویا خاموش بیٹھی سامنے کھڑے شہرام کو دیکھ رہی تھی۔ جو شاید اسی کے جواب کا منتظر بے بس نگاہوں سے اپنی سنہری آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھنے لگا تھا۔ مرحہ کو لگا

کے اگر اس نے ابھی ہامی بھر لی تو پھر شاید وہ کبھی جی نا سکے گی۔ اس کے دل نے شدت سے اللہ پاک سے کسی معجزے کے دعا کی۔ اس نے اپنی طرف سے اللہ کو پکار لیا تھا۔ اس نے اپنے دل کی خوشی کے لیے کسی معجزے کی امید لگالی۔

اس کے دل کے کرب کو دیکھ کر آسمان پر نمودار سورج بھی رب کی بارگاہ میں اس کے لیے فریاد کرنے لگا۔ اور رب کو بھی شاید یہی منظور تھا۔

"بولو بیٹا قاضی صاحب کچھ پوچھ رہے ہیں۔"

جعفر صاحب کے اشارے پر حسن آرا بیگم نے پیار سے اسے دیکھتے ہوئے قاضی صاحب کو جواب دینے کا کہا۔ خادم حسین صاحب نے گارڈن کی داخلی دروازے کی سمت دیکھا۔ وہ بھی دل ہی دل میں ورد کرنے لگے۔

جب کے تمکینت بیگم کے ساتھ ساتھ باقی سب بھی نا سمجھی سے اسے دیکھ رہے تھے ایک ارسم تھا۔ جو پریشان دیکھائی دے رہا۔ ابھی قاضی صاحب مرحہ کے جواب کے منتظر ہی تھے کے ارسم کے موبائل پر ایک ٹون ہوئی اور اس نے بے مقصد موبائل پر ایک سرسری نگاہ ڈالی جس پر علشبہ کا میسج جگمگا رہا تھا اس نے فوری طور پر اس میسج کو کھولا۔ اور اسے پڑھنے لگا اس میسج کو پڑھ کر اس کے اوسان خطا ہونے لگے۔ وہ نا سمجھی سے علشبہ کی بھیجے گئے میسج کو پڑھنے لگا جو ابھی ابھی اسے موصول ہوا تھا۔

"اگر تم نے اس لڑکی سے نکاح کیا ارسم تو دیکھ لینا، نا صرف ہمارا رشتہ ختم ہو گا، بلکہ تمہاری جاب کے ساتھ ساتھ امریکہ کی نیشنیلٹی بھی ختم کروادو نگی، یہ میری آخری وارننگ ہے تمھیں۔"

میسج پڑھ کر وہ اگلے ہی پل فیصلہ لے چکا تھا اور یکدم کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔

"میں یہ نکاح نہیں کر سکتا۔"

وہ بغیر کسی کو دیکھے روانی میں کہتا ہے۔ مرحہ جو بی جان کے اشارے پر اپنی آنکھوں کو کرب سے بند کر کے ہامی بھرنے ہی لگی تھی کے ارسم کے یکدم سے کہنے پر بے اختیار اپنی آنکھیں کھول کر نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔ یہی حال باقی سب کا تھا بی جان بھی اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی تھی۔ جب کے باقی سب بھی الجھن سے ارسم کا چہرہ تکنے لگے۔

"یہ تم کیا بول رہے ہو ارسم۔؟؟"

تمکینت بیگم اس کی طرف بڑھ کر قدرے برہم ہو کر پوچھنے لگی۔

"ہاں بیٹا یہ مزاق کا وقت نہیں ہے۔"

سلمان صاحب بھی بوکھلاتے ہوئے جعفر صاحب کو ایک نظر دیکھ کر ارسم سے گویا ہوئے۔

"میں مزاق نہیں کر رہا ڈیڈ، میں واقعی یہ نکاح نہیں کر سکتا۔"

وہ حتمی انداز میں سلمان صاحب کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"ارسم تمھارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا ہے، یہ کوئی وقت ہے اب ان سب باتوں کا۔"

تمکینت بیگم قدرے سختی سے فقط اتنا ہی کہہ سکی انھیں یقین نا آیا تھا کے ان کا بیٹا یہاں آکر انھیں ذلیل کروائے گا۔

حسن آرا بیگم کے ساتھ ساتھ سب گھر والے اس تماشے کو دیکھ رہے تھے۔ اور مہمان سارے باتیں بنانا شروع ہو گئے تھے۔ مہمانوں کے تبصرے شروع ہو گئے تھے۔ شہرام نے بے معنیٰ سی نگاہ سے مرحہ کو دیکھا جو نا سمجھی سے نظریں جھکائے بیٹھی تھی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کے کیا قدرت واقعی اس کے لیے کوئی معجزہ کرنے والی تھی۔

"ماما پلیس مجھے سمجھنے کی کوشش کریں، میں یہ نکاح نہیں کر سکتا۔"

ارسم نے دوٹوک انداز میں بولا۔ ابھی اس سے پہلے کے تمکینت بیگم کچھ کہتی۔ ان کی آپسی بحث سنتے جعفر صاحب قدرے برہمی سے بولے۔

"یہ سب کیا مزاق لگا رکھا ہے سلمان بھائی، اگر ارسم اس رشتے پر راضی نہیں تھا تو آخر آپ لوگوں نے یہ رشتہ جوڑا ہی کیوں تھا۔"

ان کے کہنے پر سلمان صاحب کچھ کہنے کو ہوئے۔

"بھائی صاحب دیکھیے۔۔۔"

تبھی صدیقی صاحب نے قدرے غصے سے ان کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"کیا دیکھیے ہم، کیا نکاح کرنے آنا اور پھر لڑکے کا نکاح سے انکار کر دینا کیا یہ سب سہی ہے آپ کی نظر میں، آپ لوگوں کی نظر میں ہم لوگوں کی کوئی عزت نہیں ہے جو یوں سب کے سامنے تماشہ لگا دیا ہمارا۔"

صدیقی صاحب قدرے بھڑکتے ہوئے بولنے لگے۔ سلمان صاحب شرمندگی کے مارے کچھ کہہ نا سکے۔ تمکینت بیگم کا حال بھی اس سے کچھ مختلف نا تھا۔

"آخر کو پوچھے اپنے لڑکے سے جب وہ راضی ہی نہیں تھا، تو پھر کیوں رشتے کے لیے مانا۔"

ان کی اس بات پر تمکینت بیگم نے ایک چور سی نگاہ سے سلمان صاحب کو دیکھا۔ حسن آرا بیگم کو اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ کے انھوں نے کبھی ایسا تو نہیں چاہا تھا اپنی مرحہ کے لیے۔ جب کے مرحہ بت سی بنی اپنی ہتھیلیوں کو گھور رہی تھی۔

"بتاؤ ارسم آخری کیوں نہیں کرنا چاہتے تم یہ نکاح۔"

سلمان صاحب اب کی بار سختی سے اسے دیکھ کر پوچھنے لگے۔

"وہ بابا' میں۔۔۔۔۔"

ارسم کچھ کنفیوز سا ہوا۔ جب کے باقی سب اس کے بولنے کے منتظر تھے۔

"یہ کیا بتائے گا آپ لوگوں کو میں بتاتا ہوں۔"

اسٹیج کے نزدیک پہنچ کر وہ ٹھہر کر بلند آواز میں بولا تھا۔ سب نے پلٹ کر اس کی جانب دیکھا تھا۔ شہرام نے ناسمجھی سے عالیار کو دیکھا جو نجانے کب وہاں آکر کھڑا ہوا تھا۔ عالیار نے کہہ کر رخ موڑ کر اپنے دائیں جانب کھڑے شہرام کو دیکھا پھر اسکے کندھے پر تسلی بخش ہاتھ رکھ کر اسٹیج پر چڑھا۔ سب نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ ارسم بھی اچانک سے اس کے آنے پر اور یہ کہنے پر ناسمجھی سے اسے دیکھنے لگا۔

"ارسم باہر شادی کر چکا ہے، اور باہر اس کی ایک عدد بیوی بھی موجود ہے۔"

عالیار نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے وہاں کھڑے ہر شخص کو بے یقین کیا۔ سب نے بے یقینی سے ارسم کو دیکھا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو، ایسا کیسے ہو سکتا ہے، ارسم کہہ دو بیٹا یہ جھوٹ ہے۔"

تمکینت بیگم نے اس کی جانب دیکھ کر پوچھتے ہوئے تصدیق چاہی۔

"یہ سچ ہے ماما۔"

اس کی بات پر بی جان صوفے پر بے جان وجود کی جیسے بیٹھ سی گئی۔ زوہا نے آگے بڑھ کر انھیں سنبھالا جب کے تمکینت بیگم تو بے ہوش ہوتے ہوتے بچی۔ انھیں جس بات کا ڈر تھا آخر وہ ہو چکا تھا۔ انکا فرمابردار بیٹا ان کی مرضی کے خلاف شادی کر چکا تھا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مرحہ میں آپ سے شادی نہیں کر سکتا، کیونکہ میں آپ کے لیے نہیں بنا، اور جو آپ کے لیے بنا ہے اسے قدرت آپ کے پاس پہنچا دے گی، پلیز ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔"

ان سب سے نظریں چراتے ہوئے ارسم مرحہ کی جانب دیکھ کر کہتے ہوئے وہاں سے چلا گیا تھا۔ مرحہ نے نظر اٹھا کر بھی اسے نا دیکھا تھا وہ تو بس خاموشی سے کسی غیر مرئی نقطے کو ہی دیکھ رہی تھی۔

سب بے بسی سے اسے جاتا ہوا دیکھتے رہ گئے کیونکہ اب کسی سوال یا جواب کی صورت باقی ہی کہاں رہی تھیں۔ تمکینت بیگم بھی ارسم کی پیروی کرتے ہوئے حسن آرا بیگم سے ملے بغیر وہاں سے جانے لگی تھی۔ سلمان صاحب بھی ان کے ساتھ ساتھ ہی اسٹیج سے اترے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے اب اسٹیج پر بس حسن آرا منزل کے مکین ہی باقی رہ گئے تھے۔

کب سے کھڑے قاضی صاحب ایک بار پھر بولے تھے۔

"ذوالفقار صاحب آپ لوگ جلدی سے دوسرے جوڑے کا نکاح کروالیں، پھر مجھے جانا بھی ہے۔"

"ابا جی اجازت ہے؟؟۔"

ذوالفقار صاحب نے خادم حسین صاحب کی طرف دیکھ کر اجازت مانگنا چاہی۔

"نکاح مرحہ کا بھی ہو گا، اور آج ہی ہو گا۔"

خادم حسین صاحب نے فیصلہ کن انداز میں سب کو باری باری دیکھتے ہوئے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ ان کے یکدم سے کری گئی بات پر سب نا سمجھی سے انھیں دیکھنے لگے۔ مرحہ نے بھی اپنی نظریں اٹھا کر اپنے دادا کو دیکھا۔ خادم حسین صاحب اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے اسٹیج سے نیچے اتر آئے۔ اور شہرام کو کندھے سے پکڑ کر اسٹیج پر لے کر چڑھے۔ شہرام بے معنی سا ان کے ساتھ اوپر چڑھا۔ البتہ عالیار کے چہرے پر مسکراہٹ رقص کرنے لگی۔

"مرحہ کا نکاح شہرام سے ہو گا۔"

وہ ایک بار پھر سب کو دیکھ کر حتمی انداز اپناتے ہوئے شفیق سے لہجے میں بولے۔ ان کی کہنے پر جہاں نفیسہ بیگم اور ذوالفقار صاحب کے چہرے پر خوشی چمکنے لگی تھی۔ وہی دوسری طرف مرحہ نے بے یقین نگاہوں سے پہلے دادا اور پھر شہرام کو دیکھا تھا۔ شہرام کا حال بھی اس سے کچھ مختلف نا تھا۔ یکدم ہی ان دونوں کے دلوں میں خوشی کی رمک گھلنے لگی۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ، آخر یہ کیسے ممکن ہے، شہرام اور مرحہ میں ایک سال کا فرق ہے خادم۔"

حسن آرا بیگم چونکتے ہوئے صوفے سے کھڑی ہوتیں ہوئیں بولیں۔ ان کی نظر میں یہ ایک بے وقوفی والی بات کر رہے تھے خادم حسین صاحب۔

"تو کیا ہوا حسن، رشتے آسمانوں پر بنتے ہیں، ویسے بھی ایک سال کا فرق زیادہ فرق نہیں ہوتا۔"

خادم حسین صاحب سنجیدگی سے کہہ گئے۔

"لیکن۔"

حسن آرا بیگم نے کچھ کہنا چاہا تو خادم حسین صاحب ان کی بات کاٹتے ہوئے پھر سے بولے۔

" لیکن ویکن کو چھوڑ دو اب، تمھاری مرضی چلا کر ہم دیکھ چکے ہیں، ارسم سے رشتہ کر کے بھی دیکھ چکے ہیں، اس لیے اب جو میں کہہ رہا ہوں، اسے سمجھو کہ مرحہ کا نکاح شہرام سے ہی ہو گا۔"

وہ دوٹوک انداز میں بولے۔ ان کے دوٹوک انداز پر اب کی بار حسن آرا بیگم کچھ بول نا سکی۔ ان کی خاموشی کو مدنظر رکھتے ہوئے اب کی بار خادم حسین صاحب نے اپنے بیٹوں کی طرف دیکھ کر پوچھا تھا۔

"جعفر، ذولفقار تم لوگوں کو تو کوئی اعتراض نہیں ہے، اس رشتے پر۔؟؟"

"نہیں ابا جی جیسا آپ کو ٹھیک لگے۔"

جعفر صاحب آگے بڑھ کر شہرام کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولے تھے۔ جب کے ذولفقار صاحب کے چہرے کی خوشی ان کے راضی ہونے کی نوید سنا رہی تھی۔ حمنہ بیگم نے آگے بڑھ کر مشعل کے ساتھ ساتھ مرحہ کا بھی دوپٹہ گھونگٹ کی صورت ڈال دیا۔ جب کے نفیسہ بیگم مرحہ کے پاس جا کھڑی ہوئی آخر کو ان کی اتنی پرانی خواہش اب پوری جو ہونے لگی تھی۔

"چلو تو پھر قاضی صاحب بسمہ اللہ کرے۔"

خادم حسین صاحب شہرام کو بیٹھنے کا بول کر قاضی صاحب کو دیکھتے ہوئے بولے۔ جیسے ہی نکاح کی کاروائی شروع ہونے لگی۔ ذوھان زوہا کے پاس آ کھڑا ہوا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

زوہانے پلٹ کر اسے دیکھا جو خاموشی سے شہرام اور مرحہ کے نکاح کی اجازت نامی کو سن رہا تھا۔ سب خوشی خوشی ان دونوں کو دیکھنے لگے۔ جو اب تک بے یقینی کے عالم میں ایک دوسرے کو ایک دوسرے کے نام کر کر رہے تھے ہاں وہ سب کی رضامندی سے نکاح کر رہے تھے۔

ان کے چہرے کی رونق کو دیکھ کر حسن آرا بیگم کے دل میں شرمندگی سے گھلنے لگی۔ وہ یہ سوچنے لگی کے کیا وہ واقعی ایک غلط انتخاب کر رہی تھی مرحہ کے لیے۔ اور جیسے ہی ان کے دل نے انھیں جواب دیا۔ تو وہ بھی سب کی طرح خوشی خوشی اپنے بچوں کی خوشی میں خوش ہو گئی۔

شہرام اور مرحہ کے نکاح کے بعد قاضی صاحب نے عالیار اور مشعل کا نکاح کروایا۔ ان کے نکاح کے بعد سب ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے۔ مرحہ اور مشعل سے نظریں اٹھانا اب مشکل ہونے لگا تھا۔ جب کے شہرام اور عالیار خوشی خوشی سب سے مبارکباد لینے لگے۔ حسن آرا بیگم بھی مسکراتے ہوئے اپنی جگہ سے کھڑی ہوتیں ہوئیں آگے بڑھ کر مرحہ اور مشعل کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرنے لگیں تھیں۔ پھر زوہا کو مایوس دیکھ قاضی صاحب کو جاتے ہوئے دیکھ کر بولیں۔

" ٹھہر جائے قاضی صاحب ابھی ایک نکاح اور باقی ہے۔"

ان کی بات پر قاضی صاحب ٹھہر سے گئے۔ جب کے زوہا شرمانے لگی۔ باقی سب اس بات سے بے خبر نا تھے۔ بس ایک ذوھان ہی نا سمجھی سے بی جان کو دیکھنے لگا۔

"اب کس کا نکاح باقی ہے۔؟؟"

وہ نا چاہتے ہوئے بھی سب کی مسکراتی شکلوں کو دیکھ کر سوال کر گیا۔ اسے الجھن ہونے لگی کے اب اور کس کا نکاح باقی ہے۔ جس پر بی جان نے قاصی صاحب کو جانے سے روکا ہے۔

" تمھارا شریر لڑکے اور کس کا۔"

حمنہ بیگم نے آگے بڑھ کر اس کا کان پکڑ کر اسے بھی صوفے پر بیٹھا دیا۔ اور اس کے پاس زوہا کو بیٹھنے کو کہا۔ اور ساتھ ہی زوہا کے دوپٹے کو کھول کر اس کے سر پر اڑھا دیا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ذوھان نے پہلے سب کو نا سمجھی سے دیکھا پھر اپنے پاس بیٹھی زوہا کو۔ جو مسکراتے ہوئے نیچے دیکھ رہی تھی۔ وہ اگلے ہی پل ساری بات سمجھ چکا تھا اور پھر وہ بغیر کچھ بھی کہے زوہا کے ساتھ نکاح کی اجازت دینے لگا قاضی صاحب کو۔

جیسے ہی قاضی صاحب نے ان دونوں کا نکاح بھی کروایا ویسے ہی حسن آرا منزل میں خوشیوں کی ریل پیل ہونے لگی۔ نکاح سے فارغ ہو کر دوپہر کے کھانے کا اہتمام جو بوفے سسٹم کے ذریعے گارڈن کے پچھلے حصے کی طرف کیا گیا تھا۔ وہاں موجود سب مہمان کھانا کھانے کے لیے اپنی اپنی ٹیبلوں سے اٹھ کر بوفے سسٹم کی جانب رخ کرنے لگے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے کھانے سے فارغ ہو کر حسن آرا منزل کا گارڈن مہمانوں سے خالی ہونے لگا۔

جو ہی شام ڈھلنے لگی تھی رات اس پر تیزی سے حاوی ہونے لگی۔ مہانوں سے فارغ ہو کر سب بڑے اپنے اپنے کمروں میں آرام کی غرض سے جا چکے تھے۔ عید کا پہلا دن کافی مصروف گزرا تھا اور ساتھ ساتھ سب کے لیے خوش کن بھی ثابت ہوا تھا۔ گارڈن میں نگاہ ڈالیں تو سب پہلے جیسا تھا۔ سوائے ذوھان اور زوہا کے جو بچوں کی طرح صبح والے کپڑوں میں ہی فٹبال کھیل رہے تھے۔ ذوھان پیروں سے فٹبال کو کھیلتے کھیلتے کک لگا رہا تھا جبکہ زوہا اس کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔ وہ دونوں کافی دیر سے یہ گیم کھیل رہے تھے۔ ان دونوں میں سے کسی نے بھی کپڑے تبدیل کر کے کھیلنے کی نہیں سوچا تھا۔ جو ہی وہ دونوں تھکنے لگے۔ تو اسی پل گارڈن میں رکھی کرسیوں پر جا بیٹھے۔ اور زوہا ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"میں نے اب تمھارے ساتھ کبھی نہیں کھیلنا، آج پہلی دفعہ تھا جب میں تمھارے ساتھ کھیل رہی تھی، اور آج پہلی بار میں ہی تم نے ایک بھی بار مجھے بال لینے نہیں دیا۔"

وہ حد درجے اس سے ناراض نظر آتی تھی۔

"اب اس میں میرا کیا قصور ہے تم خود مجھ سے بال کو چھینتی نا، اب اگر میں تمھیں خود سے بال دے دیتا تو یہ تو پھر چیٹنگ ہوتی نا۔"

ذوھان اس کی ناراضگی کو خاطر میں لائے بغیر بال کو اپنی دسترس میں رکھتے ہوئے بولا۔

"کیا مطلب تم اتنی سی چیٹنگ نہیں کر سکتے تھے میرے لیے۔"

وہ صدمے سے پوچھنے لگی۔اس کی سیاہ آنکھوں میں دبا دبا غصہ جھلکنے لگا۔

"تمھارے لیے میں سب کچھ کر سکتا ہوں، لیکن چیٹنگ ہر گز نہیں کر سکتا زوہا جعفر۔"

وہ اسے تنگ کرنے کو مسکراہٹ دباتے ہوئے گویا ہوا۔

"رہنے دو تم سے تو کہنا بیکار ہے۔"

وہ ناراضگی سے کہتی ہوئی اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی۔ پھر اس کے پاس سے نکلتے ہوئے جانے لگی۔ تبھی ذوھان اس کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے۔ پھر کرسی سے کھڑے ہوتے ہوئے کہتا ہے۔ ٹھیک اسی وقت اس کے گود میں رکھی فٹبال زمین بوس ہو جاتی ہے۔

" جن سے کہنا بیکار ہے،وہ ہمیشہ بس آپ کو سننے کے لیے حاضر جواب ہیں، آپ کہہ کر تو دیکھیں۔"

وہ مُسکراتے ہوئے اس کی پشت کو دیکھتے ہوئے بولا۔ زوہا کی سانسیں تھمنے لگی وہ پلٹ کر اسے دیکھنے لگتی ہے۔

کیا واقعی مجھے یونہی سنتے رہو گے۔؟؟"وہ بے یقینی سے پوچھنے لگی۔

"ہمیشہ۔"

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر یقین دلا گیا۔ زوہا کا ہاتھ ابھی بھی اس کے ہاتھ میں تھا۔ جس کو وہ چاہ کر بھی چھوڑ نہیں سکتا تھا۔

"ویسے مجھے یقین نہیں آتا کے تم پہلے سے جانتے تھے اور بس مجھے پریشان کرنے کے لیے ناراض ہونے کا دکھاوٴ کر رہے تھے۔"

وہ یکدم ہی بات کا موضوع بدل گئی۔

"میں ناراض ہونے کا دکھاوا نہیں کر رہا تھا، بس تمھیں احساس دلانے کے لیے تم سے قدرے روڈ ہوا تھا، اور رہی بات جاننے کی تو وہ تو مجھے آج تمھارے بتانے پر ہی پتا چلا ورنہ میں لاعلم ہی تھا۔"

ذوھان نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔

"اور اگر تم مجھ سے واقعی بدگمان ہو جاتے تو۔"

زوہا نے کسی خدشے کے زیر اثر پوچھ لیا۔

"میں تم سے کبھی بدگمان ہو ہی نہیں سکتا تھا، کیونکہ مجھے تم پر، تمھارے کردار پر، سب سے زیادہ بھروسہ ہے، پہلے بھی تھا اور آج بھی ہے، کیونکہ میں جانتا ہوں کے زوہا کبھی بھی کچھ بھی غلط نیت سے نہیں کرتی، ہاں اس وقت بس تھوڑا غصہ تھا اور غصے میں ہی میں نے تمھیں اتنا سنایا تھا اگر غصے میں نا ہوتا تو کبھی ایسا نا کرتا۔"

ذوہان نے تفصیل سے اسے بتایا۔

اس کی بات پر زوہا نے دل ہی دل میں رب کا شکر ادا کیا جس نے اسے ایسے شخص سے نوازا تھا جو زندگی کی ہر دھوپ چھاؤں میں اس کے ساتھ چلنے والا تھا۔ وہ مُسکراتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔ تبھی ذوہان نے اس کی سیاہ لٹ کو جو بار بار اس کے ماتھے پر آکر اسے پریشان کر رہی تھی ہاتھ بڑھا کر اس کو پیچھے کیا۔ پھر اسے دیکھ کر سوالیہ پوچھنے لگا۔

"تو مسز ذوہان پھر ایک ویڈیو گیم میچ ہو جائے۔"

وہ اس کی طرف جھکتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ اس کے استفسار پر زوہا نے ہاں میں گردن ہلا ڈالی پھر وہ اس کا ہاتھ تھامے گارڈن سے اندر گھر کی طرف بڑھنے لگی۔

گارڈن اب آپ کو خاصہ بے رونق دیکھائی دے گا۔ مگر جب آپ گارڈن سے نگاہ اٹھا کر اوپر کی جانب دیکھے گے۔ تو ٹیرس پر ویسے ہی محبت بھری رونقیں آپ کی نگاہوں کا مرکز بنے گی۔ وہ دونوں نجانے کب سے یہاں بیٹھے ذوہان اور زوہا کی بچوں والی حرکتوں کو سن کر محظوظ ہو رہے تھے۔ جھولے پر بیٹھے وہ دونوں ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ لیے ہوئے۔ آسمان پر چمکتے چاند پر نظریں جمائے ہوئے تھے۔ تبھی بے اختیار دماغ میں آتے خیال کو سوچتے ہوئے مشعل اس سے کہتی ہے۔

"ویسے عالیار مجھے اب تک یقین نہیں آتا کے آپ کو مجھ سے واقعی محبت ہے۔؟؟"

وہ بے یقینی سے پوچھتی ہوئی پھر سے آسمان کو دیکھنے لگتی ہے۔

"تمھیں یہ بے یقینی کیوں ہے آخر۔؟؟"

وہ بغیر اپنی نگاہ کا مرکز بدلے اس سے سوال کرتا ہے۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR LIFE

"کیونکہ آپ کو تو کسی سے بھی محبت ہو سکتی تھی نا۔"

وہ اداسی سے اسے دیکھ کر بولی۔

"ہاں ہو سکتی تھی، لیکن مجھے پھر بھی تم سے محبت ہو گئی اور ایسا پتا ہے کیوں ہوا۔"

وہ عام سے لہجے میں اب کی بار اسے دیکھتے ہوئے بولنے لگا۔

"کیوں ہوا۔؟؟"

وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ کر پوچھ بیٹھی۔ اب وہ دونوں آسمان کو دیکھنے کے بجائے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے تھے۔

"کیونکہ تمھاری محبت کی طاقت نے مجھے کسی اور کی طرف دیکھنے کا موقع ہی نہیں دیا، اور پھر اس نے مجھے اپنا گرویدہ کر لیا۔"

وہ پوری ایمانداری سے اسے بتانے لگتا ہے۔ اس کے لہجے کی سچائی مشعل کے دل میں اطمینان کو بھرنے لگی۔

"اچھا چلے چھوڑے، یہ دیکھے اس میں اپنا نام ڈھونڈ کر بتائیں۔"

مشعل نے مہندی والے ہاتھوں کو اس کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

"کیا واقع اس مہندی میں تم نے میرا نام چھپایا ہے۔؟؟"

وہ جیسے بے یقین ہوا۔ اس کے مہندی بھرے ہاتھوں کو دیکھنے لگا۔ اس کے استفسار پر مشعل نے گردن ہلا کر اسے جواب دیا۔ اور عالیار اس کے ہاتھوں کو پکڑ اس پر اپنا نام ڈھونڈنے لگا۔ کچھ ہی پل کی مسافت کے بعد وہ کلائی کے دائیں جانب اپنے نام کو پہچاننے کے بعد اس کی توجہ اس نام کی طرف دلا گیا۔

"یہ دیکھو مل گیا۔"

اس نے مسکراتے ہوئے کلائی کے اس حصے پر اپنی انگلی رکھتے ہوئے کہا۔ اس کے ڈھونڈ لینے پر مشعل بے یقین ہوئی۔ اسے یقین نا آیا کے وہ اتنی جلدی ڈھونڈ لے گا۔ اور وہ چڑتے ہوئے بولی۔

"عالیار آپ نے اتنی جلدی ڈھونڈ لیا، میں نے اتنی مشکل سے مہندی والی سے چھپوایا تھا، اور اپنے دو منٹ میں ڈھونڈ لیا۔"

وہ بچوں جیسی ناراضگی سے بولنے لگی۔

عالیار اس کی اس ادا پر مسکراتے ہوئے بے اختیار اسے اپنے سینے سے لگا گیا۔ مشعل اس کی اس حرکت پر شرما سی گئی۔ جبکہ عالیار اپنی نگاہ کو پھر سے آسمان پر گاڑ گیا۔ وہ پل پل بعد کبھی اپنے سینے سے لگی مشعل کو دیکھتا تو کبھی آسمان پر موجود چاند کو۔ وہ دونوں جانتے تھے اب وہ ایسے ہی ساری رات بیٹھے بیٹھے گزار دینے والے تھے۔

آج عید کا دوسرا روز تھا۔ حسن آرا منزل میں آج دعوت بھی تھی۔ پورا دن ایسے ہی سب کے ساتھ بیٹھے بیٹھے گزر گیا۔ اب جیسے ہی رات ہونے لگی تھی۔ وہ بے چینی اور اضطراب کی کیفیت میں نیچے کی منزل سے ہوتے ہوئے اوپری حصے کی طرف بڑھنے لگی۔ وہ کل نکاح کے بعد سے شہرام سے بات کرنا چاہتی تھی۔ مگر اسے موقع ہی نہیں ملا۔ اور نا شہرام نے بھی اس سے کوئی بات کی تھی۔ بلکہ اسے لگ رہا تھا کے وہ اسے کل سے نظر انداز کر رہا ہے۔ اور یہی سوچ اسے ہر چیز سے بے زار کر رہی تھی۔ کھانے کے بعد سب کے ساتھ بیٹھ کر شہرام جلدی ہی اوپری حصے کی طرف چلا گیا تھا۔ اور وہ خاموشی سے اسے جاتا ہوا دیکھ سب کے ساتھ یونہی بیٹھی رہی۔ اور اب کہیں جا کر جب سب بڑے اور باقی سب بھی اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تو۔ وہ بھی اوپری حصے کی طرف بڑھنے لگی۔ زوہا اور مشعل تو بہت پہلے ہی سونے کی غرض سے چلی گئی تھی۔ اور اب وہ بھی اپنے کمرے کا رخ کرنے لگی۔ تبھی اوپری حصے کی راہداری میں چلتے ہوئے اس کے قدم ٹیرس کے پاس سے گزرتے ہوئے تھم سے گئے۔

اس کی شہد رنگ آنکھیں ٹیرس میں کھڑے شہرام کے وجود پر جم سی گئی۔ جو نجانے کس سوچ میں کھڑا مسکرا رہا تھا۔ مرحہ کو اس کے لاپرواانداز پر حد سے زیادہ غصہ آیا۔ اور وہ نا چاہتے ہوئے ٹیرس کے اندر بڑھی۔ اور اس کی پشت کو گھورتے ہوئے بولنے لگتی ہے۔

"ویسے کل کسی کا حال برا ہو رہا تھا یہ سوچ کر کے میں کسی اور کی ہو گئی تو اس کا کیا ہو گا، اور اب جب نکاح ہو گیا ہے تو جناب کے مزاج ہی بدل گئے ہیں، وہ اب ہمیں نظر انداز کرنے لگے ہیں۔"

لہجہ میں حد درجے غصہ نمایاں طور پر دیکھا جا سکتا تھا۔ مرحہ کی آواز پر شہرام نے پلٹ کر بے اختیار اسے دیکھا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آپ کو لگتا ہے میں آپ کو نظر انداز کر بھی سکتا ہوں، کیا میں واقعی ایسا کر سکتا ہوں مرحہ ؟؟"

وہ اسے دیکھ کر بے یقینی سے پوچھنے لگتا ہے۔ وہ پہلی بار اسے مرحہ کہہ کر مخاطب کر رہا تھا۔ مرحہ کو اس کا مرحہ کہنا پسند آیا لیکن پھر بھی اس نے اپنا لہجہ ذرا نا بدلا۔

"مجھے جو کل سے لگ رہا ہے، دیکھائی دے رہا ہے، میں وہی کہہ رہی ہوں۔"

اس کے لہجے میں ابھی بھی کوئی فرق نا آیا۔ وہ ایسے ہی کھڑی اس سے استفسار کرنے لگی۔

"پھر تو آپ آج بھی غلط ہیں، کیونکہ آپ وہ دیکھ اور سمجھ رہی ہیں جو سرے سے ہے ہی نہیں، اگر آپ وہ محسوس کرتی نا جو کل سے میں کر رہا ہوں تو کبھی یہ بات نا کہتی۔"

وہ دو قدم اس کی طرف بڑھتے ہوئے عام سے لہجے میں بول کر چند پل کو ٹھہرا۔ پھر مرحہ کو اپنی جانب یونہی متوجہ پا کر پھر سے گویا ہوا

"آپ جانتی ہے کل میری زندگی کا خوبصورت ترین دن تھا، کل سے میرے پیر زمین پر نہیں ٹھہر رہے، میں نا تھوڑے آسمان پر ہوں، اور آپ کہہ رہی ہیں میں آپ کو نظر انداز کر رہا ہوں۔"

وہ اپنی دلی کیفیت محبت پاش نظروں سے اسے دیکھ کر بتانے لگا۔ مرحہ کو اس کا لفظ بالفظ حقیقت لگا۔ وہ اس کی جذبے کی شدت سے اس کی نظروں کی تپش سے کچھ کنفیوز سا ہوئی۔

"تم مجھے الجھا نہیں سکتے اپنی باتوں میں شہرام، کیونکہ میں جانتی ہوں آنکھوں دیکھا کبھی جھوٹ نہیں ہوتا۔"

وہ اس پر سے نظریں ہٹا کر سنجیدگی سے بولتی ہے۔ اس کی بات کا مطلب صاف تھا کے وہ ابھی بھی اپنی بات پر قائم ہے۔ شہرام نے ایک گہری سانس اپنے اندر اتاری تھی۔

"ٹھیک ہے جب آپ کو میری ایک بھی بات پر یقین نہیں ہے تو پھر دیکھیں میری آنکھوں میں جن میں صرف آپ کا عکس نظر آتا ہے۔"

وہ جوابی سنجیدگی سے بولا۔ اس کے کہنے پر مرحہ نے اپنی شہد رنگ آنکھیں اس پر جما سی لی۔ جن میں واقع اس کے لیے محبت ہی محبت تھیں۔

"آنکھوں دیکھا کبھی جھوٹ نہیں ہوتا، کیا آپ نے کبھی یہ نہیں دیکھا کے مجھے کتنی فکر رہتی ہے آپکی، آنکھوں دیکھا تو جھوٹ ہو ہی نہیں سکتا مرحہ، پھر کیوں آپ نے میرے چہرے پر کھلنے والے وہ رنگ نہیں دیکھے جو آپ کو دیکھ کر آجاتے ہیں میرے چہرے پر۔"

مرحہ دعوے سے کہہ سکتی تھی کے اس کی محبت سچی تھی۔ مگر فلحال وہ کچھ کہہ نا سکی۔ اس کی خاموشی کو مد نظر رکھتے ہوئے شہرام پھر سے کہتا ہے۔

"بتائیں کیا کبھی بھی کسی ایک لمحے میں بھی آپ کو میری محبت پر یقین آیا ہے؟؟، یا آپ کے لیے میری محبت آج بھی دل لگی ہی جیسی ہے، جس کی آپ کی نظر میں کوئی ویلیو نہیں ہے؟؟"

وہ بے قراری سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھتا ہے۔ کہیں نہ کہیں اسے لگ رہا تھا کے مرحہ نے اس رشتے کو صرف مجبوری کے تحت جوڑا ہے۔

اور اسی وجہ سے وہ اس سے قدرے دور رہ رہا تھا۔ تا کہ اسے تھوڑا اسپیس دے سکے۔ اس کی طرف سے کوئی جواب نا پا کر وہ مڑ کر نیچے گارڈن کی گھاس کو دیکھنے لگا۔ مرحہ جو اندر ہی اندر اسے جواب دینے کے لیے لفظوں کو تول رہی تھی شہرام کے رخ موڑ لینے پر بے اختیار کہتی ہے۔

"کچھ دن پہلے تک تو میں بھی یہی سوچتی تھی کے تمھاری محبت محض دل لگی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، لیکن جب محبت کو خود محسوس کیا تو جانا کے محبت تو ایک خوبصورت جذبہ ہے، جیسے میں اب تمھارے لیے محسوس کرنے لگی ہوں۔" وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں دھیرے سے بولتی جا رہی تھی۔

مرحہ کی آواز پر اور اس کے لفظوں کی بازگشت پر جو سب اسے سنائی دے رہا تھا وہ سب اس نے شاید زندگی میں کبھی اس سے سنے کی امید لگائی تھی اور آج وہ امید پوری ہو رہی تھی۔ اس کی سنہری آنکھیں نیچے گارڈن کی گھاس پر ٹھہر سی گئی۔ جیسے جیسے مرحہ کہتی جا رہی تھی وہ بے یقینی کا شکار ہوتا جا رہا تھا۔ وہ یکدم ہی پلٹ کر اسے بے معنی سا دیکھنے لگا۔

"جس کو میں نے پوری زندگی اپنا دوست مانا، آج وہی میرے دل کی سلطنت پر راج کرنے لگا ہے۔"

وہ کہتے کہتے ٹھہر سی گئی۔ نظریں نیچے جمی تھی۔ جبکہ زبان آج اس بات کا اعتراف کر رہی تھی۔ شہرام کی نگاہیں اس پر

سے ہٹنے سے انکاری ہو گئی۔ مرحہ نے ایک نظریں اٹھا کر اس دیکھا۔ جواب رخ موڑے نہیں کھڑا تھا بلکہ اس کے روبرو کھڑا تھا۔ وہ کچھ کنفیوز سا ہوئی۔ البتہ شہرام ابھی تک بے یقین بھری نگاہوں سے اسے سن رہا تھا۔

"بس اتنا جان لو، جس کے لیے کبھی رشتے اہم ہوتے تھے، اس کے لیے اب تم بھی اہم بن چکے ہو۔"

اس نے فوری طور پر کہہ کر اپنی نظریں پھر سے شہرام کے وجود سے ہٹالی۔ اور بے معنی سا آسمان کو دیکھنے لگی۔

"مرحہ آپ 'آپ کیا کہہ رہی ہیں ؟؟، کیا آپ واقعی اعتراف محبت کر رہی ہیں مجھ سے، کیا آپ ایک دفعہ پھر سے کہہ سکتی ہیں۔ ؟؟"

وہ ناچاہتے ہوئے بے قراری سے بے یقین نظروں سے اسے دیکھ کر پوچھنے لگا۔ کے کیا وہ جو ابھی سب سن رہا تھا وہ سچ ہی ہے نا۔

"بس کرو اب، جو میں نے کہا اسے سننے کے لیے پوری زندگی پڑی ہے، تم سنتے رہنا بعد میں، فلحال ابھی کے لیے اتنا کافی ہے۔"

وہ اس کی طرف دیکھ کر حتمی انداز میں بولی۔ شہرام کچھ کہہ نا سکا اور مُسکراتے ہوئے اسے دیکھنے لگتا ہے۔ تبھی یکدم مرحہ کی نظر اپنے ہاتھ میں پکڑی مہندی کون پر پڑتی ہے جو صبح سے ہی وہ اپنے ساتھ لے کر گھوم رہی تھی کے جو ہی شہرام ملے گا وہ اس کے ہاتھ سے اپنے ہاتھوں پر اس کا نام لکھوائے گی۔

"یہ لو اس مہندی سے اپنا نام لکھ لو، تا کہ پھر میرے ہاتھوں میں اپنا نام دیکھنا۔"

وہ ہاتھ میں پکڑی کون کو اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولنے لگی۔ شہرام نے الجھ کر اسے دیکھا۔ اس کی الجھن زدہ نظروں کو دیکھ کر مرحہ روانی میں مسکراتی ہوئی بتا گئی۔

"تم نے کہا تھا کے تم دیکھنا چاہو گے اس انسان کا نام میرے ہاتھوں پر جس کو میں اپنی زندگی میں شامل کروں گی، تو بس اب وہ انسان ہی اپنا نام خود میرے ہاتھوں پر سجائے گا۔"

وہ اسے دیکھ کر جیسے کچھ یاد دلا گئی۔

شہرام نے چند قدم کا فاصلہ مٹاتے ہوئے اس کے ہاتھ سے مہندی کون لی۔ پھر وہ اس کی ہتھیلی پر مسکراتے ہوئے اپنے نام کی موہر لگانے لگا۔ وہ دونوں آج بے تحاشہ خوش تھے۔ اور ان کی خوشی میں آسمان پر موجود چاند بھی خوش ہونے لگا تھا۔

ختم شد

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

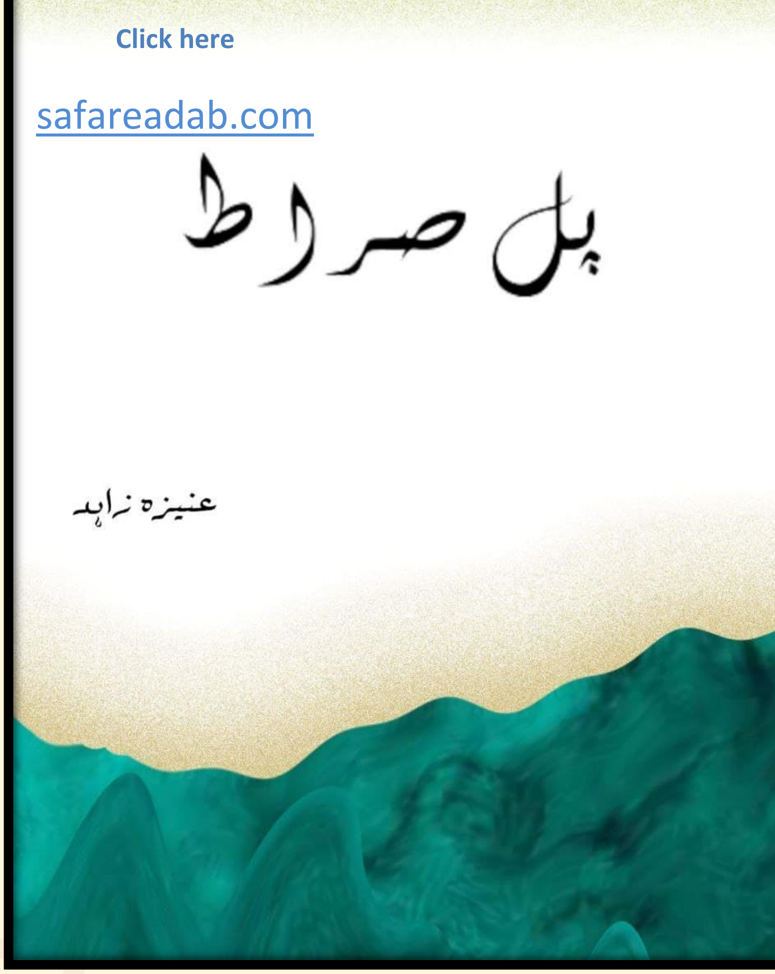

"تم مجھے ایک برا انسان سمجھتی ہو نا۔ مجھے پہچاننے میں تم سے ذراسی غلطی ہو گئی۔ میں صرف برا نہیں، ایک بدترین انسان ہوں۔" وہ گلاس میں شراب انڈیلتے ہوئے ایک ٹرانس میں کہہ رہا تھا۔ شراب گلاس سے باہر گرنے لگی تھی پر اسے تو جیسے ہوش ہی نہیں تھا۔ پھر اس نے وہ گلاس اٹھایا اور اسکی طرف دیکھا۔

وہ خوف سے اپنی جگہ پر سمٹی۔ "کیا کہہ رہی تھی تم؟ اس وقت تمہارا کوئی موڈ نہیں ہے مجھ جیسے شرابی کے منہ لگنے کا؟" وہ خود سے سوال کرتا، خود سے جواب دیتا اس کے قریب بیٹھا۔ "اور یہ کہ میں نشئی ہوں؟ آج تمہیں بھی شراب کی لذت چکھاؤں گا۔" اس نے گلاس منال کے منہ کے قریب کیا۔

☆☆☆

'کبھی تو تو بھی محبت کرے گا۔'

فاران احمد نے محبت کی تھی!

'تو بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہے گا۔۔'

اس نے بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہا تھا۔

اور پھر۔۔ پھر وہ تجھے چھوڑ جائے گی۔'

اور پھر وہ اسے توڑ گئی۔

'پھر میں تیرے پاس آؤں گا۔ اور کہوں گا کہ دل پہ مت لے۔ وہ چلی گئی تو کیا ہوا، کوئی اور آجائے گی۔'

اسکے جانے کے بعد کوئی نہیں آیا۔ اس نے آنے ہی نہ دیا۔

"یہاں دستخط کرو غازہ ! "کاغذ غازہ کے سامنے کرتے ہوئے انہوں نے کہا تو غازہ نے ایک نظر اپنے سامنے بیٹھے اس اجنبی شخص کو دیکھا جس سے ابھی وہ چند گھنٹوں پہلے ملی تھی۔ ان چند گھنٹوں کی ملاقات نے اس شخص کو اس کا مختار بنا ڈالا تھا۔ زندگی میں پہلی بار قلم پکڑتے ہوئے غازہ کے ہاتھ بُری طرح کانپے تھے۔ وہ تو با آسانی قلم تھام کر شفاف کاغذ پر آڑھی ترچھی لکیریں کھینچ کر بہت سارے خاکے بنالیا کرتی تھی، کچھ دھندلے ہوتے تو کچھ میں پہلی ہی جست میں جان موجود ہوتی۔

"تم رشتے کھونے سے ڈرتی ہو غازہ ! "سبیکہ کا چند روز قبل کہا گیا جملہ کان کے پردے پر ابھرا تھا۔

"سچ کہا تھا تم نے میں رشتے کھونے سے ڈرتی ہوں سبیکہ ! اور یہ نیا ادھورا رشتہ بھی شاید میں کھونے کے لیے ہی بنا رہی ہوں۔" دل میں اس کے کہے کا جواب دے کر اس نے کاغذ پر قلم گھسیٹا تھا۔ عجیب بات تھی وہ ایک کاروباری شادی کے لیے دلہن بنی ہوئی تھی۔

☆☆☆

"میری زندگی برباد کر کے تم یہاں سکون سے سو رہی ہو۔ شام سے مینو مجھے فون کر رہی ہے اور میں اس کا فون نہیں اٹھا رہا جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ میں اس سے بے وفائی کرنے پر بے حد شرمندہ ہوں۔ اپنی زندگی میں پہلی بار میں نے کسی کو چاہا ہے اور تم زبردستی ایک بزنس ڈیل کی طرح میرے سر پر آ گئی ہو۔" وہ بالوں میں ہاتھ چلاتا ہوا اپنے اندر کا سارا انتشار اس پر انڈیل رہا تھا۔ غازہ خاموشی سے بس اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اسے واقعی ہی اس شخص پر ترس آیا تھا جس کی محبت آباد ہونے سے پہلے ہی اس کے باپ نے اجاڑ دی تھی۔ وہ بستر سے اتر کر اس کے نزدیک آئی تھی۔

"میں بہت تلخ ہو چکی ہوں کلیج ! جانتے ہو کیوں؟" اس نے اس کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے انتہائی آہستگی سے کہا تھا۔

"کیونکہ اس دنیا اور معاشرے کی سفاکی آپ کو تلخ بنا دیتی ہے۔ اول تو مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تم کسی سے کمیٹڈ ہو اور بالفرض اگر مجھے معلوم بھی ہوتا تو تب بھی میں وہاں کچھ نہیں کر پاتی۔ میں یہ کاغذی تعلق تب بھی نہیں روک سکتی تھی۔ تمہاری مجرم میں نہیں ہوں کلیج ارسلان ! بلکہ اپنے مجرم تم خود ہو۔ مینو کے مجرم تم ہو جو محض اپنے باپ کی لالچ کے ہاتھوں اپنی محبت پر ایک کاغذی سوتن لے آیا۔" وہ سینے پر بازو لپیٹے انتہائی تلخی سے کہہ رہی تھی جبکہ کلیج بس حیرت سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"جانتے ہو میرے لیے اب محبت کیا ہے۔"وہ آنسوؤں کو بمشکل روکے ہوئے تھی۔"م جس سے (ال) مالک شروع ہوتا ہے، ح جس سے (ال) حلیم شروع ہوتا ہے، ب جس سے (ال) باری اور ت سے تمنا(وہ جو اللہ سے کی جاتی ہے) شروع ہوتی ہے۔۔بس یہی ہے میرے نزدیک محبت!" وہ ضبط کی انتہا پہ تھی۔ "ایک وقت تھا تم میری تمنا تھے مگر اب صرف ایک ہی تمنا ہے میری۔۔۔۔ اللہ۔۔۔۔ بس اللہ۔۔۔!" وہ رکی اور گہرا سانس لے کر بولی۔ "ایک بار بھابھی نے کہا تھا کہ ایک بار جو چڑھ جائے رنگِ حبِّ الٰہی تو اترتا نہیں۔۔۔۔!ہاں وہی رنگ چڑھ گیا ہے مجھے۔" وہ زید کی خاموشی سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔۔ اب ایک آخری جملہ رہ گیا تھا کہنے کو۔ وہ ہمت پیدا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ کہنے لگی تھی کہ زید بولا۔ "تمنا تمہیں نہیں بھی ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہارا ہوں، تمہارا تھا، اور تمہارا ہی رہوں گا۔ شوہر کی تمنا بھی ہوتی ہے بھلا کسی کو۔" وہ مسکرانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"شوہر کے غیر محرم ہونے میں بس ایک دستخط کی دیر ہوتی ہے۔" وہ سنگدل ہو چکی تھی۔ دوسری جانب زید کو دھچکا لگا تھا۔

☆☆☆

"مجھے سننے میں آیا ہے کہ تم کسی کو پسند کرتی ہو۔" اسے جھٹکا لگا کیا وہ جان گئے تھے۔ وہ ذرا بوکھلا گئی مگر جھوٹ وہ نہیں بولنا چاہتی تھی۔

"جی، مگر آپ سے کس نے کہا؟" اس نے لکھ ہی دیا۔

"وہ اہم نہیں ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ اس کا نام کیا ہے؟" وہ کچھ مزید بوکھلائی۔ اب کیا کرے؟

"میں نہیں بتا رہی۔ ابھی کچھ کنفرم نہیں ہے۔ میں ایسے تو نام نہیں بتا سکتی نا؟" اسے یہی جواب ٹھیک لگا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ یہ تاثر دے گی کہ وہ جو کوئی بھی ہے اس نے سوچنے کا وقت مانگا ہے۔ اب جھوٹ ہے تو جھوٹ سہی۔ شرم سے تو بچ جائے گی نا۔

"ویسے تم نہ بھی بتاؤ تو میں جانتا ہوں وہ کون ہے۔" وہ گھبراہٹ میں پگھل رہی تھی جلتی موم کی طرح۔

اچھا اتنے پُر یقین ہیں تو بتائیں نام؟" اس نے ڈرتے ڈرتے ٹائپ کیا۔

"میں جانتا ہوں تم مجھے ہی پسند کرتی ہو، آئمہ۔" وہ دم بخود رہ گئی۔ آخر وہ کیسے جان سکتے تھے؟ ور اگر وہ جانتے تھے تو کب سے جانتے تھے؟ وہ حیران بھی تھی اور پریشان بھی۔

"اگر تمہاری مجھ سے شادی نہ ہوئی ہوتی اور تمہیں موقع ملتا تو کیا تم حسن خان کو اپنا لیتی؟"

رقیہ الجھ سی گئی۔ "میں سمجھی نہیں آپ کی بات کا مطلب۔"

وارث جان نے بہت سوچنے کے بعد سوال کا انداز بدل دیا۔ "تمہیں مجھ میں یا حسن خان میں سے کسی ایک کو چننا ہو تو کسے چنو گی؟"

رقیہ وارث کے اس سوال پر ناراض ہو گئی۔ "کیا ہو گیا ہے آپ کو۔۔ یہ کیسا عجیب سا سوال ہے۔۔ آپ شوہر ہیں میرے اور وہ کوئی نہیں میرا۔ بس ساتھ پڑھتا ہے اور اچھا کلاس فیلو ہے۔ اس کا آپ سے کیا مقابلہ بھلا!!"

وارث جان ابھی بھی الجھا ہوا تھا۔ "رقیہ میں صرف اور صرف تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تم حسن خان کے ساتھ کو پا کر خوش رہ سکتی ہو تو۔۔۔" اس کے باقی ماندہ الفاظ اندر کہیں دب کر رہ گئے تھے۔ رقیہ جو وارث جان سے کبھی اونچی آواز میں بولنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس نے وارث جان کے گال پر زوردار تھپڑ مار دیا۔۔ اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ کیسے اس کا ہاتھ وارث پر اٹھ گیا۔۔

☆☆☆

"امبر تم نے کہیں رقیہ کو دیکھا ہے۔ مجھے گیٹ سے پتا چلا کہ رقیہ آ چکی ہے۔" رقیہ کی حسن کی طرف بیک تھی۔ رقیہ مسکراتے ہوئے پلٹی اور حسن خان وہیں دل تھام کر کھڑا ہو گیا۔ "اف۔۔ کوئی اتنا خوبصورت کیسے ہو سکتا ہے۔" اس سے پہلے کہ حسن خان مزید کچھ اور کہتا رقیہ اس کی طرف بڑھی۔ حسن خان کی آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی کہ آج وہ رقیہ کو پا لینے کے جنون سے آیا ہے۔ حسن خان کے ساتھ اس کی والدہ بھی تھیں۔ انہوں نے رقیہ کے لیے تعریفی جملے کچھ اس طرح کہے۔ "بہت خوبصورت ہو تم اور آج تو بہت زیادہ حسین لگ رہی ہو۔ جانتی ہو آج حسن مجھے کیوں لایا ہے اپنے ساتھ؟؟" ابھی وہ مزید کچھ کہتیں کہ رقیہ نے مسکرا کر حسن کو مخاطب کیا۔

"حسن ان سے ملو میرے ہسبنڈ۔ سردار وارث جان۔" حسن کی آنکھیں پھٹ سی گئیں وہ بے اختیار بولا "کیا؟؟ کیا کہا ہے تم نے۔۔۔؟؟ کون ہے یہ ؟؟۔۔۔ مطلب تمہارے ساتھ کیا رشتہ ہے ان کا؟؟؟"

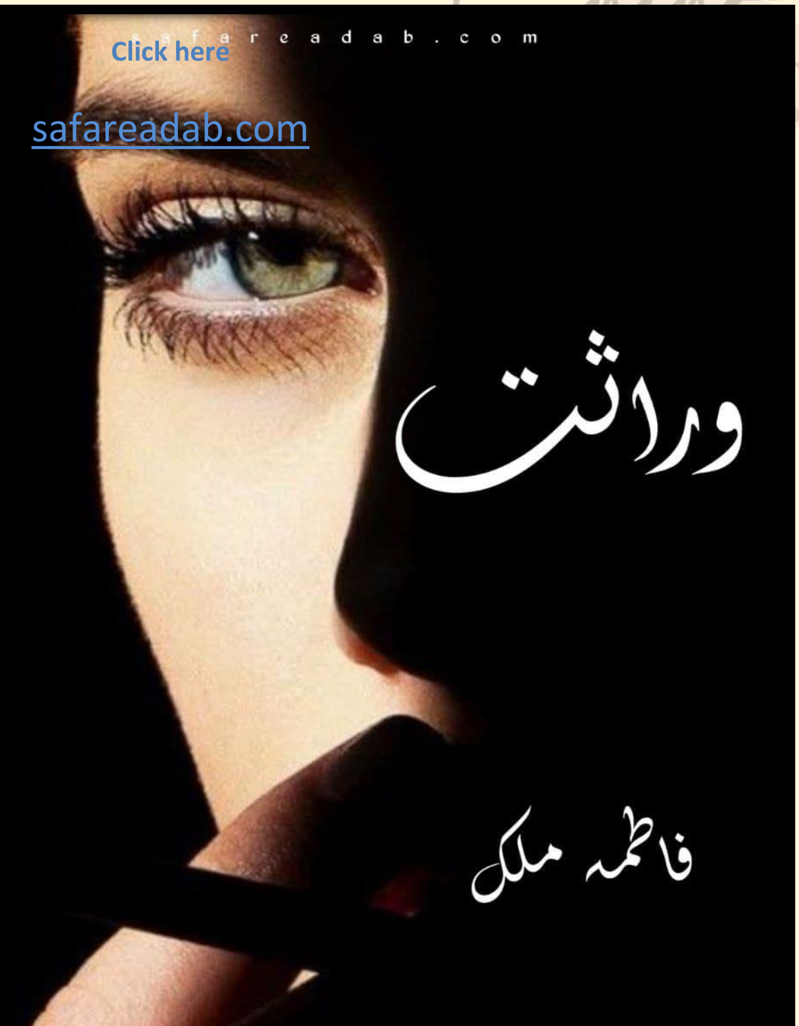

ناول تم ساتھ چلو کی ایک جھلک

"سنو تمہاری بہن کہاں ہے؟"

"نیچے ہیں.. شاید.. یا اپنے کمرے میں ہوں گی مجھے نہیں پتہ۔" بے تکا سا جواب تھا اس کا۔

"یہ لو تمہاری عیدی۔" شاطرانہ مسکراہٹ کے ساتھ اس نے پانچ سو کا نوٹ اس کی جانب بڑھایا تو وہ چونک گیا۔

"اپنی بہن سے کہو منیب شاہنواز سے آکر اپنی عیدی لے جائیں۔" بچارا احمد کچھ کنفیوزڈ اور خوشگوار حیرت کے ساتھ نوٹ تھام کر نکل پڑا۔

وہ بھی اس قسم کے معاملے میں آن شہباز کا بھائی تھا۔ آن کی بجائے اس نے اپنی تینوں چھوٹی بہنوں سے کہا تھا۔ منیب بھائی عیدی دے رہے ہیں، یہ بات جنگل میں آگ کی طرح پھیلی تھی اور ان تینوں کے ساتھ انس بھی وہاں آدھمکا تھا۔ منیب کا دل کیا احمد کو مسجد کے وضو خانے کی

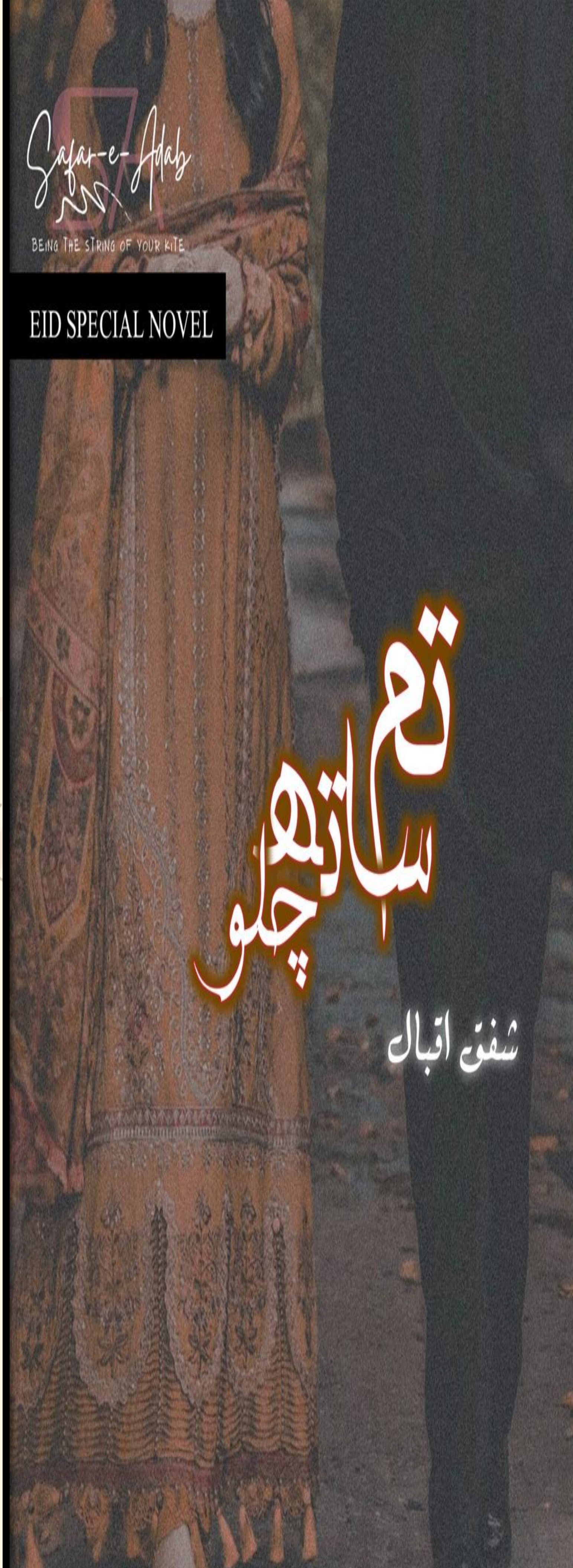

دوڑیں لگوائیں۔اب تک اس کے ہاتھ اور کمر میں درد تھا چڑیوں اور کوؤں نے سر میں بھی کر دیا تھا۔

"دیکھو میں اس گھر کا سب سے غریب بے روزگار بندہ ہوں اس لئے یہ ہزار روپے پکڑو احمد کے پاس والے پانچ سو ملاؤ اور آپس میں بانٹ لو۔" اس نے انہیں پھسلانا چاہا۔

"ہم پانچ لوگ یعنی ایک کو سو.. او بھائی جان یہ آپ کا زمانہ نہیں ہے کم از کم پانچ سو دیں ایک کو۔" انس پکا بزنس مین کی اولاد تھا۔

"ابے سالے.. میرے.. رحم کرو مجھ پر ایک تو میں گر پڑ کر آیا ہوں اوپر سے تم لوگ.. نکلو شاباش سب کے سب!" اس نے دانت کچکچائے۔

جانے کس چھوٹے شیطان نے یہ شوشہ چھوڑا تھا اور اس چھپے ہوئے دشمن کی تقلید میں سب ہی نعرے لگانے لگے۔

"عید آئی ہے زمانے میں.. منی بھائی گر گئے غسل خانے میں!"

"نہیں نہیں وضو خانے میں!" انس نے تصحیح کی اور منیب نے کشن اٹھا کر پھینکا۔

"عید آئی ہے زمانے میں.. منی بھائی گر گئے وضو خانے میں!" احمد پہلا فقرہ بولتا اور فوج آگے سے نعرہ مکمل کرتی۔

مکمل ناول فری میں پڑھنے کے لیے یہاں کلک کریں۔

safareadab.com

سفر ادب کی جانب سے ناولوں کی پی ڈی ایف کاپی کو ہر غلطی سے ماورا بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کسی بھی طرح کی غلطی پائی جانے پر اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ ہماری ٹیم کے تیار شدہ پی ڈی ایف کے تمام جملہ حقوق سفر ادب کے نام محفوظ کر لیے گئے ہیں۔ کسی ادارے یا شخص کی جانب سے ہمارے کام کو اپنے آفیشل استعمال میں لانے کی کوشش کو غیر قانونی سمجھ کر سفر ادب کی جانب سے کاروائی کی جا سکتی ہے۔

- ٹیم سفر ادب